بعون صانع بیچون و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

بحر حقیقت و عرفان اصول دین مذہب حقہ اثنا عشری کا پورا بیان کتاب لاجواب ہدایت و ارشاد ذخائر مسمی بہ

نائرۃ الابصار و کشف الاسرار

جلد دوم

مصنفہ عالم المعی فاضل لوذعی جناب شفاء الدولہ ذکاء الملک حکیم سید فضل علیخان بہادر برجنگ حسب ایماء و تصحیح جناب مصنف عالیمقام

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں بہزاراں خوبی چھپی

اطلاع - اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہی جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہی جسکے معاینہ اور ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہین قیمت بھی ارزان ہی اس کتاب کے ذیل میچ کے تین صفحہ جو سادے ہین اسمین بعض کتب علم فقہ وغیرہ اُردو و فارسی مذہب امامیہ کی درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہی اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

کتب فقہ اُردو و فارسی

مذہب امامیہ

حلیۃ العرائس - یہ کتاب بزبان اُردو فقہ مین اسم بامسمّے ہی اسمین عورات کے مسائل فقہیہ جو روزمرہ کے کار آمد ہین صاف اور شرح لکھے ہین اگرچہ رسالہ مختصر ہی مگر فوائد عظیم مترتب ہین جامع عباسی تذکرۃ النساء وغیرہ کتابین اکثر عورات کو پڑھائی جاتی ہین لیکن بعض بعض باتین اسمین اُن سے زیادہ ہین اور عبارت عام فہم سلیس ہی اور مسائل عمدہ عمدہ باسانید صحیحہ اسمین موجود ہین اگر ایک بار یہ کتاب بنظر غور اور خیال مطالعہ کیجاے اور مضمون خوب ذہن نشین ہوجاے تو ضروری مسائل روزمرہ جسکی ضرورت اکثر رہا کرتی ہی اُنسے بخوبی واقفیت ہوجاے۔ بلکہ عورات کو اسکا پڑھانا گویا اُنکے حق مین اکسیر اعظم ہی۔ مصنف اسکے مولوی مراد علی صاحب لکھنوی ہین۔

بعد محمد ہندی - یہ کتاب مختصر روزمرہ کی بول چال مطابق روش کی نظم ہی - اکثر اطفال خردسال اور عورات کے درس مین رہتی ہی انسان کا مرنا اور قبر مین منکر نکیر کا سوال و جواب اور ذکر قیامت کا آنا بہت عمدہ طور سے نظم ہی چھوٹے چھوٹے لڑکے اور لڑکیان اکثر ازبر یاد کرتی ہین جس سے مسائل مین بھی واقفیت ہوجاتی ہی بعض بعض اشعار ایسے پُرتاثیر اور عبرت انگیز ہین جنکے پڑھنے سے لڑکا کیسا ہی شوخ کیون نہو مگر صلاحیت مزاج مین آجاتی ہی اور روزہ و نماز جو کہ اصول مذہب ہی اسمین امتیاز کامل پیدا ہوجاتا ہی اور عقائد بھی درست ہوجاتے ہین حرام و حلال نجس و پاک سے بھی اطلاع ہوجاتی ہی ہرچند کہ چھوٹا سا رسالہ ہی مگر فائدے بڑے ہین اسی سبب سے ہر مقام پر مروج ہی اور ہر شخص اسکو تربیت اطفال کے لیے خرید کرتا ہی۔

تحفۃ العوام - یہ کتاب بھی مسائل اور اعمال مین مستند ہی - کئی بار اس مطبع مین چھپی اور وفور خواہش خریداران سے دست بدست فروخت ہوئی اس کتاب کو مصباح کفعمی اور زاد المعاد و مفتاح النجات وغیرہ سے جہان جہان غلط تھا درست کیا ہی اور بکمال احتیاط سے چھاپا ہی - اس مرتبہ کی تصحیح سے یقین واثق ہی کہ کوئی غلطی نظر نہ آوے - اکثر کم استعداد لوگ اسکو پڑھتے تھے مگر بوجہ عدم واقفیت کے وہ اعراب الفاظ کے صحیح نہ پڑھ سکتے تھے اور ثواب سے محروم رہتے تھے اب اُنکو خوش ہونا چاہیے کہ ایسی عمدہ تصحیح اُنکے مفید کار ہوئی کہ عام لوگ صحیح صحیح پڑھ سکتے ہین اور اُسکے فوائد سے فیضیاب ہوسکتے ہین اس کتاب مین اصول دین اور زیارات ائمہ معصومین و اعمال ایام اور اکثر شہور اور نجاسات و مطہرات کا بھی صاف صاف بیان ہی۔

مجموعۂ جوشن صغیر و کبیر - مع درود طوسی علیہ الرحمہ و دعاے کمیل وغیرہ - اس مجموعہ کے ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوسکتا ہی کہ کس قدر اسمین فوائد ظاہری و باطنی ہین جوشن کبیر صغیر کا ترجمہ بھی ہی اور درود طوسی علیہ الرحمہ جو اکثر مقبول عالم ہی اس مجموعہ مین موجود ہی جسکے اوراد سے سعادت دارین حاصل ہوتی ہی اسلام کو جلا اور دل مین ولولہ ہوتا ہی ثواب اُخروی پڑھنے والا پاتا ہی اسی طرح سے دعاے کمیل بھی موجب شفاے ہر درد و الم ہی ادھر بیمار پر پڑھکر دم کیا اُدھر شفا حاصل ہوئی جس مطلب کے لیے اسکو ورد کرے وہ مقصد اُسکا حاصل ہو غرضکہ یہ مجموعہ نہایت نادر ہی اوصاف اسکے لکھنے باعث طوالت کا ہی - ہر مسلمان کو اسکا وظیفہ کرنا فرض عین ہی بروقت مطالعہ و ملاحظہ کے خوبی اس مجموعہ سے صاف صاف ظاہر ہوسکتا ہی کہ کس درجہ یہ مجموعہ عمدہ و نایاب ہی قیمت بھی ارزان ہی شائقین کہان بیٹھے ہین اور خرید فرماتین

بعون صنّاع مکین و مکان و فضل خلّاق زمین و آسمان

بحر حقیقت و عرفان اصول دین مذہب حقہ اثنا عشری کا پورا بیان کتاب لاجواب ہدایت و ارشاد ذخائر مسمّی بہ

انارة الابصار وکشف الاسرار

ہر دو جلد

مصنفہ عالم المعی فاضل لوذعی جناب شفاء الدولہ ذکاء الملک حکیم سید افضل علیخان بہادر ہزبر جنگ حسب فرمائش تصحیح جناب مصنف عالیمقام

بہ مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین بہزار خوبی چھپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سوم بیچ نبوت کے ہی

اور وہ عبارت ہی مبعوث ہونے سے کسی شخص کے جو انسان کے نوع سے ہو خدا کی طرف سے مخلوقات پر اسکے
واسطے اُنکی ہدایت کرنے کے بے واسطہ انسان اور اُس مبعوث کو نبی اور رسول کہتے ہین اور ہر چند کہ یہ دونون لفظ
باعتبار لغت معنی مین قریب ہین لیکن بحسب اصطلاح اُنمین فرق ہی ایک یہ کہ نبی اعم ہی اس سے کہ شریعت تازہ لایا ہو
مثل ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کے یا نہ لایا ہو مثل حضرت یحیی علیہ السلام کے اور رسول وہ ہی جو تازہ شریعت
لایا ہو خواہ اُسکی شریعت ابتدائی ہو مثل آدم علیہ السلام کے یا شریعت اُسکی ناسخ شرائع سابقہ ہو جیسے کہ ہمارے حضرت
کی شریعت ہی دوسرے یہ کہ نبی خواب مین دیکھتا ہی اُس چیز کو کہ جسے حق تعالی اُسے اعلام فرماتا ہی اور فرشتہ کی آواز کو
سنتا ہی اُسے دیکھتا نہین اور رسول وہ ہی جو فرشتہ کو بھی دیکھتا ہی تیسرے یہ کہ کبھی رسول کا اطلاق فرشتہ پر بھی ہوتا ہی بخلاف
نبی کے اور اس باب مین بھی چند فصلین ہین - **فصل پہلی بیان مین اس بات کے کہ بعثت حسن ہی** اور واجب ہی
مگر حسن ہونا پس بیان اُسکا یہ ہی کہ جو محقق طوسی علیہ الرحمہ نے کتاب تجرید مین فرمایا ہی کہ حاصل اُسکا یہ ہی کہ بعثت انبیا کی
مستحسن ہی بسبب اسکے کہ وہ مشتمل ہی اوپر چند فوائد کے اول یہ کہ پیغمبرون کی باتین قوت دیتی ہین اُن خبرون مین جو بدیہہ
عقل کے معلوم ہوتی ہین اور عقل اُس تک پہونچتی ہی اور پیغمبرون سے وہ باتین معلوم ہوتی ہین کہ جسمین عقل کی رسائی نہین ہی

دوسرے یہ کہ پیغمبرون کے باعث سے مکلفین کا خوف دفع ہوتا ہی جبکہ وہ قصد کرتے ہین تصرف کرنیکا مملوکات مخلوقات
خدا مین کیونکہ مکلفین ہنوز نہین جانتے کہ کس چیز کے واسطے خدا کا حکم ہی اور کسکے لیے نہین ہی اور وہ تفرقہ نہین کر سکتے
درمیان مین اسکے کہ ہمین کیا مفید ہی اور کیا مضر ہی تیسرے یہ کہ بعثت مستحسن ہی نوع انسانی کے حفظ کی راہ سے اور
اشخاص انسانی کی تکمیل کی راہ سے جو بذریعہ نبی کے انکی لیاقت استعداد کے موافق علم و عمل کی تکمیل حاصل ہوتی ہی اور وہ
صنعتہاے پوشیدہ و باریک کو اور اخلاق مستحسنہ کو اور سیاست ہاے شہری اور خانگی کو پہنچاتے ہین اور ترغیب دیتے ہین
نیکیون کیطرف ساتھ وعدہ ثواب کے اور ڈراتے ہین برائیون سے ساتھ وعید عذاب کے پس اس جہت سے مکلف کو
لطف حاصل ہوتا ہی یعنی طاعت الٰہی سے قریب ہوتا ہی اور معصیت سے دور ہوتا ہی اور بعد اسکے فرمایا ہی کہ وہ بعثت واجب ہی
بسبب مشتمل ہونے اسکے لطف پر تکالیف عقلیہ مین اور شرح تجرید مین علامہ حلی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی کہ سب مسلمان اور ارباب
ملتہاے مختلفہ اور ایک جماعت فلاسفہ سے اس امر کے قائل بلا اختلاف ہین کہ بعثت حسن ہی مگر براہمہ کہ حکماے ہند ہین تو
البتہ انکار کرتے ہین اور کہتے ہین کہ پیغمبر کا بھیجنا دو حال سے باہر نہین ہی یا اسلیے ہی کہ جو کچھ عقل کے موافق ہی وہ بیان کرین
یا مخالف عقل کہین پہلی صورت مین نبی کی کیا ضرورت ہی جو کچھ موافق عقل ہی اسے انسان خود جانتا ہی اور کرتا ہی پس عبث
ہوگا اور دوسری صورت مین قبول کرنے کے قابل نہین ہی اور جواب اسکا یہ ہی کہ پہلی صورت مین عبث نہین لازم آتا
کیونکہ حجت کی تاکید کرنا زیادہ اہتمام کے باعث سے ہوگا اور وہ امر مطلوب ہی اور فائدہ اسکا واضح ہی اور بر تقدیر ثانی مراد
مخالف عقل سے کیا ہی اگر یہ مراد ہی کہ پیغمبر کا بیان دلیل عقلی سے یقیناً خلاف ہوتا ہی تو یہ لائق تسلیم نہین ہی کہ نبی کا بیان
اس قبیل سے ہوتا ہی اور حصر ان دونو صورتون مین ممنوع ہی اور اگر مراد اس سے یہ ہی کہ وہ ایسی چیزین بیان کرتے ہین کہ
عقل اسکی کنہ کو نہین دریافت کر سکتی تو اسکا سبب یہ ہی کہ عقل کو اس مادہ مین علم و آگاہی نہین ہی پس انبیا کا بیان مخالف
نہین ہی بلکہ قصور عقل ہی اور اس جہت سے بیان نبی کو قبول کرنے کے قابل نہونا باطل ہی بلکہ نبی کا حکم جو خدا کی طرف سے
خبر دیتا ہی واجب القبول ہی اور ایسے مقام مین خداوند عالم کو جو جملہ امور کے باطن سے عالم ہی اور کسی کی برائی پر راضی
نہین ہی اپنے بندون کو آگاہ فرمانا اور اعلام کرنا انکا واجب ہی اور شبہہ انکا باطل ہی اب واجب ہونا بعثت کا پس
شیعہ اور معتزلہ اسکے بالاتفاق قاطبتہً قائل ہین اور اشاعرہ اہل سنت انکار اس وجوب سے کرتے ہین اور قول اشاعرہ
باطل ہی اور حق یہ ہی کہ پیغمبرون کا بھیجنا اور مبعوث فرمانا انبیا کا ہدایت کے لیے سب مخلوقات کے اور انکا باز رکھنا
زیان کاری ابدی اور ہلاکت سرمدی سے خالق حلیم علیم پر نظر بحکمت و مصلحت اسکی لازم ہی اور عقل و نقل اس مدعی پر
شاہد ہین اور اسکا بیان چند وجہ سے کیا جاتا ہی پہلی دلیل متکلمین کی ہی اور وہ دلیل لطف ہی جیسا کہ محقق اور علامہ حلی
علیہم الرحمہ نے فرمایا لیکن ان دونو صاحبون نے تقریر لطف کو معنی خاص پر اسکے بیان کیا ہی کہ اسمین قید عدم مداخلت
[illegible]

اور بنا بر اسکے وہ لطف مقرب ہوگا نہ لطف ممکن یعنے تمکین و اختیار دینے والا بندے کا لیکن حق یہ ہی کہ بعثت انبیا کے
بیان کرنیکو تکالیف سمعیہ کے فی نفسہا بھی ایسا لطف ہی جو ممکن ہی اور حاجت اُسکے بیان کی بہت ہی پس مداخلت اُسکے
بعثت کی موجب ہونے مین بہت ہوگی نہ محض لطف ہونا عقلیات مین ساتھ اطلاق کرنے لطف کے آلات و قوی اور
بعثت انبیا پر کہ خاص احکام سمعیہ مین موقوف علیہ تمکین کا ہی پس اولی یہ ہی کہ کہا جائے کہ بعثت انبیا کے لطف ہی اور لطف
خداوند عالم پر بنظر مصالح و حکمت کے واجب و لازم ہی لیکن اُسکا لطف ہونا پس سمعیات مین تو بخوبی ظاہر ہی کیونکہ انسانون
کی عقلین دریافت کرنے سے اکثر سمعیات کے وجوہ خیر و شر اور شرائط و موانع کے عاجز ہین اور خداوند لطیف و خبیر نیک کام کرنے
سے راضی اور بد کام کے ارتکاب سے ناراض ہی بلکہ کارہ اور غضبناک ہی پس اُسکی حکمت و مصلحت مین اعلام حال اور تکلیف کرنے
ساتھ عمل مین لانے افعال حسنہ کے اور ترک کرنے خصلتہاے بد کے لازم و واجب ہی اور وہ حاصل نہین ہوتی مگر ساتھ
بھیجنے اور مبعوث فرمانے پیغمبرون کے پس بعثت انکی تمکین دینے والے لطف ہی اور عقلیات مین اس جہت سے کہ آدمی کی
عقل شہوات کے باعث سے مغلوب ہی پس کوئی ہشیار اور آگاہ کرنے والا چاہیے کہ انھین تنبیہ کرے تاکہ وہ بذریعہ اُسکے
غلبہ شہوات سے رہائی پائین اور اسکا بیان بطور مفصل یہ ہی کہ حسن و قبح سب چیزون کا ہر چند عقلاً ثابت ہی جیسا کہ مبحث
عدل مین مذکور ہوا لیکن انکی تفصیلون کو عقل بشری نہین پا سکتی اور باریکیان اور حقیقتین اکثر باتون کی حسن و قبح کی سمجھ مین
نہین آتین پس جبتک کہ شارع اُسے بیان نفرماے دریافت نہین ہوتین پس اُسکا جاننا اور دریافت کرنا سمع پر موقوف ہی
اور جو کچھ کہ عقل سے بھی دریافت ہوتا ہی اُسکا حال بھی یہ ہی کہ بسبب غالب ہونے خواہشہاے نفس امارہ کے اور مغلوب
ہوجانے عقل کے اُن خواہشون سے جبتک تاکید شدید نہو تو اُسکے موافق راہ نہین چل سکتے اس صورت مین پیغمبرون کو
بھجوانا عقلیات مین تو لطف مقرب ہوگا اور سمعیات مین لطف ایسا ہی کہ طاعت سے قریب کرتا ہی اور تمکین طاعت پر
دیتا ہی کیونکہ بدون نبی کے بتاے ہوے واجبات کے بجا لانے پر اور محرمات سے دوری کرنے پر کسی طرح تمکن حاصل نہین
ہوسکتا پس حکمت حکیم علی الاطلاق مین حجت کا اپنے بندون پر تمام کرنا اور طاعت سے انکا قریب اور متمکن کرنا اور گناہون سے
دور کرنا لازم ہی اور دوسری وجہ سے اس مضمون کی تقریر یہی ہوسکتی ہی کہ کہا جاے کہ بندون کو تکلیف دینا ساتھ امر و نہی کے اور
دور کرنا انکا برائیون سے حق تعالی کے ذمہ مین جیسا کہ مبحث عدل مین مذکور ہوا واجب ہی اور یہ سمعیات مین نہین ہوسکتا
جبتک کہ پیغمبرون کو خلق کی ہدایت فرمانے کو نہ بھجواوے کہ انکے واسطہ سے مخلوقات ہدایت پاوین پس بعثت نبی کی واجب ہوگی
وَهُوَ الْمَقْصُود اشاعرہ نے جو اس وجوب سے انکار کیا ہی تقریر اُسکے موافق کلام شاہ عبد العزیز دہلوی پیشواے اہل سنت کے
یہ ہی کہ جو کچھ اس عقیدہ مین خلل و فساد ہی وہ ظاہر ہی کیونکہ کوئی چیز ذمہ باریتعالی مین واجب نہین ہی اور مرتبہ الوہیت و ربوبیت اُسکے
شایان نہین ہی ہان پیغمبرون کا بھجوانا اور تکلیف دینا جو واقع ہوتا ہی وہ محض فضل و کرم سے ہی اگر کرے عین عنایت ہی و الا جاے
شکایت نہین ہی اور یہی مذہب اہل سنت کا ہی اور اگر بعثت پیغمبرون کے واجب ہوتی تو اللہ تعالی آیات قرآنیہ مین کہ مقام

امتنان و بیان انعام و احسان بیان نفرماتا کیونکہ ادائے واجب مین کوئی احسان نہین ہی جیسا کہ فرماتا ہی لقد منّ اللہ علی
المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا یعنے خدانے مومنین پر احسان فرمایا ہو واسطے اُنہین پیغمبر کو مبعوث فرمایا دوسرے
یہ کہ اگر پیغمبر کا بھیجنا واجب ہوتا تو حضرت ابراہیم اپنی ذریت کے لیے خدا سے دعا نکرتے اسطرح کہ ربنا وابعث فیھم
رسولا منھم یعنے خداوندا بھیج اُنہین مین پیغمبر اُنہین سے کیونکہ دعا کرنا اُس بات کے لیے جسکا ہونا واجب ہی کچھ معنی نہین رکھتا فقط
اور یہ کلام جیسا ہی ظاہر ہی اور ابطال مین اسکے جواب اسطرح دیا گیا ہی کہ یہ بات کہ خدا پر کچھ واجب نہین ہی ایسی بات ہی کہ
اسکے کہنے والے کا دل اُنکی زبان کو جھوٹا کرتا ہوگا کیونکہ ایفاے وعدہ خدا پر اُنکے نزدیک بھی واجب ہوگا والا جواز کذب
معاذ اللہ اصدق الصادقین پر لازم آے اور وہ صفت نقص ہی پھر کیونکر صحیح ہوا کہ خدا پر کچھ واجب نہین ہی اور یہ بھی حق ہی
کہ افعال خدا کے مطابق اُسکے علم کے اُس سے واجب الصدور ہوئے والا جہل لازم آئیگا اور بھی بنظر ارادہ قدیم کے حق تعالے
پر واجب ہی کہ مراد کو واقع کرے اور روزیکا دینا اپنے مخلوقات کی اُسنے اپنے اوپر واجب کیا ہی یا نہین اگر کہو ہان تو خدا پر
واجب ہوچکا اور ہم سچے ہین اور اگر کہو نہین تو تمھاری تکذیب کو آیہ وافی ہی یا وما من دابة الا علی اللہ رزقھا کافی ہی
اور یہ جو انھون نے کہا کہ اہل سنت کا مذہب یہی ہی تو شاید امام اہل سنت فخر الدین رازی اہل سنت سے نہین ہین کیونکہ
انھون نے بعثت انبیا کے واجب ہونے کے خدا پر تصریح کی ہی جیسا کہ جناب سید سند نے اُنسے نقل کیا ہی ولما کان الخلق
محتاجین الی البعثة والرحیم الکریم قادرا علی البعثة وجب علی کرمه ورحمته ان یبعث الرسل الیھم یعنے جبکہ
خلق محتاج تھی طرف بعثت کے اور رحیم کریم قادر نبی کے بھیجنے پر تھا تو واجب ہوا اُسکے کرم و رحمت پر کہ پیغمبرون کو انکی طرف
بھیجے فقط پھر ابطال دعا شاہ صاحب کا کہان صحیح ہوا اور یہ جو انھون نے کہا ہی کہ ادائے واجب مین کچھ احسان نہین ہی تو صحت
امتنان کو ادائے واجب مین یہ کافی ہی کہ بعثت انبیا کی بنظر ذات اپنے واجب نہین ہی اور ہم بھی ایسا ہی سمجھتے ہین لیکن وجوب
مطلق اُسکا منافی امتنان نہین مثل اسکے کہ وجوب اُسکا بنظر اسکے ہو کہ مطابقت علم الہی کے لیے واجب ہووے یا وجوب اسلیے
ہو کہ حق تعالی کے ایفاے وعدہ کی راہ سے واجب ہو تو اب یہ وجوب منافی احسان و امتنان نہین الا چاہیے کہ موافق قول
شاہ صاحب کسی فعل کو خدا کے افعال سے خصوصا حور و قصور کا پرہیزگارون کو دینا لائق امتنان نہو اور نہ حق تعالی اس
عطا پر مستحق شکر و مدح کا ہو حالانکہ یہ قرآن سے ثابت ہی کہ اہل بہشت متنعم ہو کر اوسکے شکر کرینگے کما قال جل و عز وقیل
الحمد للہ رب العالمین اور اسی جگہ سے ہی جو امام اہل سنت فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر مین کہا ہی ان امتناع الترک
لا یقدح فی حصول المدح یعنے جس چیز کا ترک کرنا ممتنع ہو اُسکا کرنا مانع مدح کرنے سے نہین ہوتا پھر کیونکر ہوسکے
کہ ادائے واجب خالی انعام و امتنان سے ہو اور جو انھون نے کہا ہی کہ اگر بعثت نبی کی واجب ہوتی تو حضرت ابراہیم دعا
نکرتے اُسکا جواب یہ ہی کہ اگر دعا کرنا اُس چیز کے لیے جائز ہوتا جو مطلقا واجب نہو تو کوئی دعا اس حیثیت سے کہ حق تعالی
کو اپنے علم کے مطابق فرمانا اور موافق وعدہ کے قول کا ایفا کرنا واجب ہی صحیح نہوتے اور بھی وجوب بعثت ثابت سے یہ کہان

ضرور تھا کہ ذریت ابراہیم سے پیغمبر ہون اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بعثت کی عموماً دعا نہین کی بلکہ دعا اسکی
کی تھی کہ انکی ذریت سے نبی مبعوث فرما پھر یہ استدلال کہان صحیح ہوا اور حقیقت یہ ہے کہ تفضل کے مراتب ہین بعض مراتب
مین تفضل کا پہلو غالب ہے اور بعض مین پہلو واجب ہونیکا غالب ہوتا ہے مثلاً افاضہ وجود مین اُسکا تفضل ہونا واضح تر ہے
وجوب سے کیونکہ کوئی جہت پہلے نہ تھی کہ اُسکے سبب سے پیدا کرنا ضرور ہوا اور استحقاق حاصل ہوا اور لیکن اُسکا واجب ہونا
پس اگرچہ عقل پہلی نظر مین تو اُسے نہین سمجھ سکتی لیکن بنظر تامل دیکھا جاے تو خالی واجب ہونے کی جہت سے نہین ہے کیونکہ
فعل حکیم خالی حکمت سے نہین ہے اور ممتنع ہے کہ حکیم مخالفت حکمت کی کرے اور انسان کے موجود کرنے مین کہ اشرف موجودات
ہے بہ نسبت اور مخلوقات کے پیدا کرنے کے اظہار حکمت زیادہ ہے پس وہ احق بالوجود ہے اور جب ایسا ہوا تو ایسے موجودات کا
پیدا کرنا لازم ہوا کہ اس عالم کے پیدا کرنے سے مقصود اصل خلق فرمانا انسان کا ہے اور بعد پیدا کرنے کے ایسے مخلوق کو مہمل چھوڑنا
اور غفلت کرنا انکی اصلاح امور معاش و معاد سے نظر بحکمت خدا قبیح ہے اور اصلاح امور کے اُسکی بنظر اُسکی حکمت و کرم کے
واجب تر اور لازم تر ہے پس اس حال مین وجوب کا پہلو تفضل سے غالب ہے اور بعد صلاح حال اُسکے منحصر امر و نہی مین اور
معین کرنے قوانین شریعت کے اور تکلیف دینے کے ساتھ اُن چیزون کی جو دنیا و آخرت مین اسکے لیے فائدہ پہونچانے والی
ہون ہے کہ وہ نہین حاصل ہوتی مگر ساتھ بھیجوانے پیغمبرون کے پس بنظر حکمت وجوب بعثت ثابت ہے گو یہ سب بسبب اسکے کہ
پہلے سے کسی چیز کا استحقاق بندون کی طرف سے ظاہر نہین ہوا بسبب عدم ظہور طاعات کے تفضل کے شمار مین محسوب
ہو سکتے ہین اور امتنان ان مستحسنات کے ساتھ صحیح ہوتا ہے پس بنظر کرم و حکمت کے واجب ہونا منافی امتنان کا نہین ہے
اور اس سے زیادہ یہ ہے کہ بعد فرمان برداری و طاعت گذاری اور اجتناب کرنے مناہی سے جو استحقاق ثواب اُن کا
حاصل ہوتا ہے اس صورت مین وہ ظاہر ہے اور بمقابل اُسکے بہشت مین داخل کرنا موافق وعدے کے ضرور ہے لیکن بمقابل عظمت و
بزرگی خداوند عالم اور کم ہونے طاعتون کے اُس درجۂ کمال کبریائی کے کہہ سکتے ہین کہ سب کی عبادت ہیچ ہے اور کچھ
نہین ہے اُسکا قبول فرمانا محض تفضل ہے خصوصاً جبکہ اچھے عمل بُرے عملون کے ساتھ ملے ہوے ہون جیسا کہ وہی اکثر ہے
اسوقت مین زیادہ تر یہ مقام ہوتا ہے کہ کہین کہ اگر بخشے یا عمل طاعت کو قبول کرے تو وہ محض تفضل ہے بالجملہ بلحاظ ان
اُمور کے تفضل ہر امر مین جناب اقدس الٰہی کے افعال سے کمتا اور جاننا چاہیے و نفی تفضل کی کسی مرتبہ مین مراتب وجوب سے
نہین کرنی چاہیے کہ مرتبہ وجوب کا افعال عباد مین اور ہے اور افعال خالق مین اور ہے کیونکہ جس چیز کو اُسنے اپنی ذات اقدس پر
لازم فرمایا ہے وہ بنظر حکمت و کرم کے ہے نہ بمقابل کسی استحقاق سابق کے اسلیے اعلیٰ مرتبہ اُسکے افعال مین یہ ہے کہ لا یسئل
عما یفعل پس جو وہ ہمارے لیے فائدہ پہونچاے خواہ اپنے ذمہ مین واجب و لازم فرما کر یا بدون اُسکے سب تفضل و کرم سے خالی
نہین ہے کیونکہ ہمارے کسی استحقاق کا عوض نہین اور اُسکا شکر ضرور ہے اور بندون پر جو واجب ہے وہ اس طرح ہے کہ اُسنے ہمکو
پیدا کیا ہے جان و عقل و حواس آلات و قوی دیے ہین روزی دیتا ہے قادر ہے جو چاہے جسوقت وہ کرے اور جب جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے

حیات وموت ہماری وابستہ اسکی قدرت اور ارادے کی ہی ہم اسکے مملوک ہین وہ ہمارا مالک ہی مقابل اس استحقاق کے
ہم پر حکم فرماتا ہی اور جو حکم اسکا ہی اسکا امتثال فرمان برداری ہمارے لیے مفید اور نافرمانی مضر اور باعث زیان کاری
دنیا و آخرت ہی اور اسیلیے ہم اپنے کامون مین اس امر سے بین ہین جو فرمایا ہی وہ کرینگے اور جو کچھ ہم سے فرمان برداری
اور طاعت ہو اسمین کچھ ہمکو دعوی نہین ہی کیونکہ سبق استحقاق ہماری طرف نہین ہی جب اسنے پیدا کیا اور آلات و
قوی و عقل دی اور نبی کو بھیجا کہ جنسے ہمین سب کچھ تعلیم کیا اسوقت ہمنے بذریعہ ان آلات کے جو اسکے عطا کیے ہوے تھے
جو کچھ کیا تو ہمارا اسمین کیا فعل ہی اگر اسے قبول کرے تو تفضل ہی نہ وہ واجب ہمارے کرنے مین ہی ہان معصیت البتہ
ہمارا استحقاق ہی کیونکہ بعد اتمام حجت ہمارے سوء اختیار سے ہوا ہی کہ جو آلات طاعت کے لیے دیے تھے اور اسکے لیے
فرمایا تھا اسکے خلاف جسکے لیے منع فرمایا تھا اسمین اسکا صرف کیا فافہم **دلیل دوسری** اور وہ دلیل حکما کی ہی اور وہ
یہ ہی کہ انسان مدنی الطبع ہی کہ اسکے کام بدون اجتماع کے اور ایک کی دوسرے کو اعانت کیے منتظم نہین ہوتے کیونکہ وہ محتاج
ہی طرف کھانے کے کپڑے کے رہنے کی جگہ کے اپنے واسطے عیال کا محتاج ہی انکی ضرورتون کے برلانے کے لیے اعانت
چاہتا ہی دفع دشمن کے واسطے سلاح چاہتا ہی بالجملہ ہر خیر کے لیے ان خیرون سے ایک کارکن چاہیے ایسا کہ جو اپنی عمر صرف
کرے اسمین کیونکہ غذا کے بہم پہونچنے کو پہلے زراعت و کاشتکاری ہی اسکے مقدمات کی ضرورت ہی اور جب دانہ کھیت سے
گھر مین آے تو جو لائق پیسنے کے ہی اسکا پیسنا جو صاف کرنے کے لایق ہی اسکا صاف کرنا چاہیے بعد اسکے اسکا پکانا جب اتنے
کام ہولین تو غذا کھانے کے قابل ہوتی ہی اسی طرح لباس مین روئی کا بونا یا کرم ابریشمی کا پالنا اور اس سے روئی یا ابریشم کا
حاصل کرنا بعد اسکے اسے کاتنا اور اس سے سوت یا ریشم بنانا پھر اسے بننا جب کپڑا تیار ہو چکا تو اسے قطع کرنا سینا جب یہ سب کام
ہو چکین تو لایق پہننے کے ہوتا ہی اور گھر ہاتھ نہین آسکتا مگر ساتھ عمارت کے اور جو اسباب خانگی اسکے لیے ضرور ہین پس اگر
ایک آدمی اپنی ضروریات اور اپنے عیال کی ضروریات مین مصروف ہو تو بعضی ہی خیرون مین عمر بسر ہو جاے اور انجام اسکا
دشوار ہو کہ متعذر ہو جاے پس اسکا تعیش مربوط ہی معاملات و معاونت کے ساتھ کہ جو مشارکت حاصل ہوتی ہی مثل
اسکے کہ کوئی زراعت کرتا ہی کوئی کپڑا بنتا ہی کوئی درزی ہی سیتا ہی کوئی گوشت بناتا ہی کوئی پکاتا ہی بالجملہ سب ملکر جو کام
کرتے ہین اس سے سبکو آسانی ہوتی ہی خیاط طباخ سے روٹی لیتا ہی طباخ خیاط سے سلواتا ہی اور یہ بدون اجتماع کے
صورت نہین پکڑ سکتا اور اجتماع مظنہ فساد ہی پس واجب ہی یہ کہ درمیان مین انکے معاملہ عدل و انصاف ایسا ہو کہ ایک
دوسرے پر تعدی و زیادتی نکرے اور ضابطہ عدل منحفظ نہین ہوتے مگر ساتھ شرع کے اور ضابط قوانین شرع نہین ہی
مگر شارع ایسا شارع کہ تمام خلق سے متمایز ہو باستحقاق اطاعت کہ موئد ہو خدا کی طرف سے ساتھ آیات و معجزات کے
جو دلالت کرتے ہون اس بات پر کہ وہ خدا کی طرف سے بھیجا آیا ہی اور قول اسکا حجت ہی **دلیل تیسری** اصحاب حافظین اور
مقتبسین انوار ہدایات ائمہ معصومین علیہم السلام کی ہی جو حاوی و جامع تر ہی نسبت و تقریرون کے اور تائید و تقویت

کرنیوالی انکی روایت محمد بن یعقوب کلینی کی ہو منصور بن حازم سے کہ کہا اُنہنے عرض کیا مین نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت مین کہ جسنے خدا کو پہچانا اور اُسکی معرفت حاصل کی وہ البتہ یہ جانتا ہی کہ پروردگار رضا و غضب رکھتا ہی اور اُسکی رضا و غضب نہین پہچانی جا سکتی مگر جبکہ اُسپر وحی نازل ہو ہرگاہ خود پیغمبر ہو یا پیغمبر کے بھجوانے سے اُنکے واسطے جنپر وحی نہین نازل ہو سکتی پس جسپر کہ وحی نہین آسکتی اُسکے واسطے ضرور ہی کہ پیغمبر کی تلاش کرے اور جب انکی ملاقات سے مشرف ہو تو جانے کہ یہ حجت خدا ہین اور فرمان برداری انکی واجب ہی حدیث یہ بڑی ہی آخر مین اسکے حضرت نے یہ کلام منصور بن حازم کا سنکر فرمایا کہ حق تعالیٰ تجھپر رحم فرماوے اور اُسکی کتاب مین ہشام بن حکم سے مروی ہی کہ کہا انھون نے کہ ایک زندیق نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ تمنے نبوت انبیا کو کہان سے ثابت کیا حضرت نے فرمایا کہ جب ہمنے ثابت کیا کہ ہمارے لیے کوئی خالق ہی صاحب صنعت اور وہ برتر جملہ مخلوقات سے ہی اور صاحب حکمت ایسا صانع ہی کہ خلق کو اُسکا مشاہدہ کرنا اور اُس سے معاشرت روا نہین ہی اسی طرح اُس سے کلام بھی نہین کر سکتے اور جو کوئی اپنی حجت کو دوسرے پر تمام کریگا تو بالضرور اسکے واسطے ثابت ہونگے اور سفیر کہ اُسکے کلام کی حکایت کرین اور اُسکے پیام کو اُسکے بندون تک پہونچائین اور رہنمائی کرین انھین اُن باتون مین کہ جس مین منفعت و مصلحت انکی ہو اور اُسکا کرنا وسیلہ انکے دنیا مین باقی رہنے کا بحیثیت انتظام عالم کے یا آخرت مین باقی رہنے کا وسیلہ ہوگا بحیثیت ایمان قبول کرنے کے اور ترک انکا انکی ہلاکت کا موجب ہوگا پس ثابت ہوئی حاجت ساتھ حکم کرنے والون کے او منع کرنے والون کے جو خدا کی طرف سے ہون جو دانا تر مخلوقات سے ہون چوتھی دلیل یہ ہی کہ چونکہ بندے جناب اقدس الٰہی سے بہت دور ہین اور بسبب اپنے نقص ذات و صفات کے جناب احدیت کے ساتھ اور کوئی ربط اُسکی عزت و جلال سے نہین رکھتے پس ضرور ہوا کہ بندون کے اور پروردگار کے بیچ مین ایسے واسطے اور رابطے ہون کہ وہ مراتب تقدس و روحانیت اور حالات جسمانی اور لوازم بشری کے جامع ہون اور اس وجہ سے پہلے ربط ساتھ ذات پاک احدیت کے رکھتے ہون تاکہ اُسکے باعث سے انھین احکام اور معارف و علوم شرعی کا لینا ممکن ہو اور جہتہ بشریت کے ذریعہ سے مناسبت مخلوقات سے رکھتے ہون کہ احکام الٰہی کو رعایا پر القا کرین اور اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبرون کو جنس انسان سے ظاہر مین پیدا فرمایا اور باطن مین بذریعہ نفس قدسی کمال ذات اور محاسن اخلاق و صفات مین انھین انکے غیر گردانا پس ہر ایک اُنمین سے جو جو برائیان اور خرابیان آدمیون کو بسبب مقتضائے نفس امارہ بشری اور دواعی شہوات کے جو جسد عنصری کے ذریعہ سے وارد ہوتے ہین اُن سب سے منزہ اور دور ہی موانست خلق کے واسطے مثل کلمہ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ اِلَيَّ لسان مقال سے یا زبان حال سے کہتے ہین یعنے نہین ہون مین مگر ایک آدمی مثل تمھارے کہ مجھپر وحی نازل ہوتی ہی تا رعایا متوحش نہون اپنے حاکمون سے جبکہ جانین کہ یہ بھی ہمارے بنی نوع سے ہین اور اسلیے جب کفار نے درخواست کی کہ فرشتہ رسالت کو خدا کی طرف سے ہم پر کیون نہ آیا تو جواب مین ارشاد فرمایا کہ اگر مین فرشتہ کو پیغمبر کرتا تو جب بھی اُسے کسی آدمی کی صورت پر ظاہر کرتا اور ہر آئینہ مشتبہ کرتا اُنپر اُس چیز کو جسے

وہ شبہہ کیے ہین یعنی رفع توحش کے لیے آدمیون کے اور آزمایش کے لیے خلق کے فرشتہ کو بھی بصورت انسان مبعوث
کرنا جاننا چاہیے کہ شیعون کے جملہ معتقدات سے یہ بھی بات ہو کہ کبھی زمین ابتداے خلقت ذوی العقول سے خالی حجت
خدا سے نہین ہی اور نہ ہو خواہ وہ حجت نبی ہو یا امام اور وہ زمانہ جو دو پیغمبرون کے بیچ مین گذرتا ہو کہ اُسوقت نبی نہین ہوتا
اور اُسے زمان فترت کہتے ہین وہ اگرچہ پیغمبر سے خالی ہوتا ہی لیکن اُنکے اوصیاؤن سے نہین خالی ہوتا اسی طرح بعد جناب
رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ کے بھی زمانہ خالی حجت خدا سے نہین ہا اور نہ ہو مگر ایسے زمان فترت نہین کہتے کیونکہ زمان فترت
وہ ہو کہ جو دو پیغمبرون کے بیچ مین ہوا اور بعد حضرت کے نبی نہوگا تو وہ اصطلاح کیونکر اطلاق کیجاے لیکن حجت خدا کا تمام
ہونا ہر وقت خلق پر ضروری ہو جیسا کہ جناب امیر علیہ السلام سے ماثور ہی لَا تَخْلُو الْاَرْضُ مِنْ قَائِمٍ لِلّٰہِ بِحُجَّۃٍ ظَاہِرٍ مَشْہُورٍ
اَوْ مُسْتَتِرٍ مَغْمُورٍ یعنے زمین خالی نہین رہتی اس سے کہ کوئی خدا کی طرف سے قائم ہو خواہ وہ حجت ظاہر و مشہور ہو یا پوشیدہ غیر
معلوم ہو لیکن بعض نے شبہہ کیا ہی کہ بعض بلاد جو معظم معمورات سے زمین کی دور ہین جیسا امریکا ہی یا قطب جنوبی کے نیچے
آبادیان اب ظاہر ہوئی ہین یا آیندہ ہون کہ اکثر اُنکے تصرف دانایان فرنگ مین ہین وہان کوئی پیغمبر او حجت نہین ہوا اور نہ داعیہ
کسی نبی کی دعوت کا پہونچا ہی پس حجت خدا کی اُنپر تمام نہین ہوئی اور فائدہ ارسال نبی کا ایسے مقامات مین متحقق نہین ہوا
تو اس شبہہ کے جواب مین کہنا چاہیے کہ اول اُنکا حال اچھی طرح معلوم نہین کہ اُنکی ہدایت کس کس طرح فرمائی گئی اور
کب سے وہ مقامات آباد ہوے اور کس حجت خدا کے زیر حکم رہے علاوہ اسکے حدیث علوی کا مطلب تو یہ ہو کہ زمین
خالی حجت خدا سے نہین رہتی نہ یہ کہ کوئی جگہ خالی نہین رہتی ہر پہاڑ پر اور ہر گاؤن مین اور جزیرہ مین اور ہر بندر پر
حجت کا رہنا ضروری ہو یہ ہرگز نہین فرمایا جو تمھارا شبہہ موثر ہوا اور فائدہ ارسال حجت کا خلق کی تمکین ہو اور جب ایک
مقام پر زمین سے حجت خدا موجود ہوا تو خدا کی طرف سے تمکین حاصل ہو چکی کیونکہ اب ممکن ہو کہ آدمی اُسے تلاش کرکے
اپنے تئین اُس تک پہونچائین خدا پر ارسال پیغمبر واجب ہی اور اُسکے ہاتھ پر اُن چیزون کا ظاہر کر دینا ضرور ہو کہ جو اُسکی
تصدیق نبوت کرین بعد اسکے آدمیون پر واجب ہو کہ اپنے تئین اُس عالم کے پاس جو خدا کی طرف سے آیا ہو پہونچائین جیسا کہ
اُس حدیث سے جو دلیل سوم مین مذکور ہوئی واضح ہوا اب اگر نہ پہونچین تو یہ قصور خلق کا ہو کہ باوجود فہم و عقل تجسس حجت
خدا کی کیون نکی مگر یہ کہ محض غافل ہون تو اس صورت مین اُنسے مواخذہ سمعیات مین ساقط ہوگا **فصل دوم بیان
مین شرائط نبوت کے** پس جاننا چاہیے کہ عمدہ شرط عصمت ہو اور وہ عبارت ہو اُس لطف سے کہ جسے حق تعالی
بہ نسبت کسی بندے کے اپنے بندون مین سے اُسے عمل مین لاتا ہی پس وہ بندہ اپنے تئین برائیون سے باز رکھتا ہی
اور اسکی تفصیل یہ ہو کہ عصمت ایک لطف خاص ہو کہ جسکی نسبت وہ متحقق ہوجاے تو سب باتون مین اُسے طاعت
سے قریب کرتا ہو اور معصیت سے دور کرتا ہو یہان تک کہ کسی وقت اُس سے خلاف مرضی الہی سرزد نہین ہوتا ہے اسلیے کہ لطف خدا اُس
کو پہونچے جیسا کہ شان الطاف الہی کی ہو اور اگرچہ حق تعالی کے الطاف فی الجملہ سب مکلفین پر جو مستحق لطف ہین مبذول

ہوتے ہین لیکن پیغمبر و امام کہ معصوم مطلق ہین بسبب انکے حسن باطن اور پاکیزگی طینت کے وہ اختصاص زیادہ انکے
ساتھ رکھتے ہین جیسا کہ ضمن شرائط لطف مین مذکور ہو چکا ہی شیخ مفید علیہ الرحمہ نے لکھا ہی کہ عصمت مانع تام اس سے
نہین ہی کہ قدرت ارتکاب قبیح پر نہ رکھتے ہون اور اسی طرح سبب اضطرار کا صاحب عصمت کے افعال حسنہ اور طاعات کے
بجالانے مین نہین ہی بلکہ وہ ایک ایسی بات ہی کہ جسے خداوند عالم جانتا ہی کہ جب اس بات کو مین فلان بندے کی نسبت
عمل مین لاؤن گا تو وہ کبھی گناہ نکرے گا اور یہ بھی از جملہ شرائط وجوب لطف الہی سے ہی کہ حق تعالی جانے کہ فعل لطف کے
وقت مین کہ بندہ اختیار کرے گا طاعت کو ولیکن یہ جملہ مخلوقات مین مترقب نہین اور اسی جہت سے اس لطف کو عام
نہین فرمایا بلکہ بصفوۂ اخیار مین اور انکی تعریف مین قرآن مین فرمایا ہی۔ اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَھُمْ مِنَّا الْحُسْنٰی یعنے وہ
اشخاص کہ جنکے لیے میری طرف سے نیکی نے سبقت کی ہی اور فرمایا ہی وَاِنَّھُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ
یعنے بتحقیق کہ وہ اشخاص میرے نزدیک پاکیزگان اور نیکوکاران سے ہین پس ایسا لطف مخصوص اُن اشخاص کے ساتھ
ہی کہ انھون نے قوت عقل و فطنت اور پاکیزگی طینت اور حسن سیرت اور محاسن صفات و اخلاق کریمہ اور صدق نیت اور
خلوص محبت سے اپنے پروردگار کے ساتھ سب سے ممتاز ہین پس حق تعالی نے اپنی بزرگی کو انکی نظر مین جلوہ گر
فرمایا ہی کہ ہر وقت پروردگار جبار غفار کو حاضر و ناظر جانتے ہین اور گویا اُسے دیکھتے ہین پس کوئی حرکت اور سکون اور فعل
و ترک انسے سوا ایسے کہ موافق رضائے الہی ہو صادر نہین ہوتا اور اس جگہ سے واضح ہوا کہ عصمت ایسی چیز نہین ہی کہ
خدا جبر سے کسی کو مطیع کرے اور معصیت سے باز رکھے ورنہ معصوم مجبور ہوتے اور مستحق اجر و ثواب کے نہوتے باوجود انکے
کہ وہی مخصوص ہین ساتھ اعلی مدارج قرب کے اور مقام محمود کے اور شفاعت کبری کے اور جب یہ معلوم ہو چکا تو جاننا چاہیے
کہ مذہب امامیہ کا بالاتفاق یہ ہی کہ سب پیغمبر معصوم ہین گناہان کبیرہ و صغیرہ سے اور منزہ ہین گناہون سے قبل نبی ہونے کے
اور بعد پیغمبر ہونے کے پس کسی وقت مین اُنسے گناہ سرزد نہین ہوتا نہ از روے عمد نہ از روے سہو و خطا جیسا کہ علامہ
حلی علیہ الرحمہ نے کشف الحق مین اسکی تصریح فرمائی ہی اور اہل سنت مطلق عصمت سے انکار کرتے ہین اور اجتہاد و خطا
بلکہ صدور کبائر کا بھی انبیا سے جائز جانتے ہین پس ایک جماعت معتزلہ تجویز صدور گناہان صغیرہ کی پیغمبرون سے کرتی ہی
اس جہت سے کہ کثرت اعمال خیر سے مضمحل ہو جاتے ہین اور بعض انمین کہتے ہین کہ گناہان صغیرہ از روے سہو انبیا سے سرزد
ہوتے ہین نہ جانکر عمداً اور اشعریہ اور حشویہ اہل سنت نے کہا ہی کہ گناہان صغیرہ و کبیرہ کا صادر ہونا انسے جائز ہی سوا دو گناہون کے
ایک کفر دوسرا دروغ اور بعض نے کہا ہی کہ صدور کفر کا بھی جائز ہی لیکن قبل نبی ہونے کے اور علامہ حلی علیہ الرحمہ نے کشف الحق مین
لکھا ہی کہ بعضے انکے بعد نبوت کے بھی جواز کفر کے قائل ہوے ہین اور فاضل قوشجی نے کہا ہی کہ جمہور اہل سنت اسپر گئے ہین کہ
پیغمبرون سے ہر گناہ جو معجزے کے منافی ہو اور اسکے کرنے مین کفر سے محفوظ رہین اور وہ بظاہر منحصر ہی تبلیغ رسالت مین جھوٹ
بولنے سے پیغمبرون پر جائز ہی اور پھر کہا ہی بعضے کہ انکے قاضی نے منافی معجزہ کو بھی سہواً پیغمبرون پر روا رکھا ہی اس صورت مین

کذب تبلیغ رسالت مین بھی سہواً اُنکے نزدیک جائز ہو جائیگا اور ازارقہ خوارج نے کفر کو بھی روا رکھا ہے کیونکہ وہ ہر گناہ کو
مستلزم کفر کا جانتے ہین بالجملہ امامیہ کے نزدیک سب مخالفین کے اقوال باطل ہین اور دلیلین عصمت کے واجب ہونے کی
انبیا اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی بہت ہین اور محقق طوسی علیہ الرحمہ نے تجرید مین تین دلیلین ذکر فرمائین ہین پہلی
یہ کہ غرض انبیا کے مبعوث کرنے سے جو ہے وہ نہین حاصل ہوتی مگر عصمت کے ساتھ پس انبیا کی عصمت واجب ہے
غرض مطلوب کے حاصل کرنے کو کیونکہ اگر پیغمبرون سے گناہون کا صادر ہونا روا ہو تو کذب و دروغ کا صادر ہونا اُنسے
ممتنع نہو پس جو کچھ کہ وہ حکم او نہی اور وعدے اور وعید خدا کی طرف سے بیان کرتے ہین بسبب اسکے کہ جھوٹ کا
ہونا اُسمین محتمل ہے اُن باتون کا اعتماد باقی نرہیگا اور آدمی اطاعت اور فرمان برداری اُنکی بسبب عدم اعتماد کے اُنکے احکام
کے ساتھ نکرین اور یہ خلاف غرض مطلوب ہے دوسری یہ کہ اگر اُنسے گناہ صادر ہون تو دو ضدون کا واجب ہونا
لازم آتا ہے ایک اُنکی متابعت کا واجب ہونا اس گناہ مین اسلیے کہ متابعت نبی کی ہر امر مین واجب ہے دوسرے اس
گناہ مین اُنکی مخالفت کا واجب ہونا اسلیے کہ گناہ سے اجتناب کرنا واجب ہے دلیل امر اول کے واجب ہونے کی قول
خدا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ یعنے کہو اے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو
تو میرے تابع ہو تاکہ خدا تعالیٰ تمھین دوست رکھے اور دلیل دوسری بات کے واجب ہونے کی بھی قول خدا ہے۔ وَلَا
تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا یعنے میل نکرو انکی طرف جو ظلم و گناہ کرتے ہین اور قول عز اسمہ کا۔ وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ
وَالْمُنْكَرِ یعنے حق تعالیٰ نہی فرماتا ہے فحشا و منکر سے اور دو ضدون کا واجب ہونا محال ہے پس عصمت واجب ہے تاکہ محال
لازم نہ آئے اور شاہ عبد العزیز دہلوی نے اس دلیل کو عصمت نبی کے لیے اس طرح بیان کیا ہے کہ اگر پیغمبرون سے عمداً گناہ
صادر ہون تو چونکہ اُمت مامور ہے اُنکے اتباع کے ساتھ موافق آیہ اولی کے جو مذکور ہوا قل ان کنتم الخ اور خود یہ گناہون سے
آدمیون کو باز رکھتے ہین تو تناقض دعوت قولی او فعلی مین لازم آتا ہے بالجملہ شاہ صاحب نے اس دلیل کو
عمداً گناہ کے صادر ہونے کے ساتھ تخصیص کیا ہے تاکہ منافی مطلب اہل سنت کے جو گناہان کبیرہ کا نبی سے سہواً صادر ہونا
تجویز کرتے ہین لازم نہ آئے لیکن جب خود اُنھون نے گناہان صغیرہ کا صادر ہونا سہواً تجویز کیا تو اب حجت اُنکے گناہان
کبیرہ کے نہ صادر ہونے پر اگرچہ سہواً کیون نہو ناتمام ہوگی اور واقع مین یہ ہے کہ دلیل عصمت عام ہے اور تخصیص اسکی
بیجا ہے جیسا کہ مقدمات دلیل کے اُسپر خود شاہد ہین تیسری یہ کہ اگر گناہ پیغمبرون سے صادر ہون تو نبی کو زجر و منع
کرنا بھی گناہ سے اُمت پر واجب ہو کیونکہ دلیلین امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی عام ہین جس سے منکر صادر ہوا ہے
زجر و منع کرنا واجب ہوگا اور وہ بدون ایذا رسانی کے ممکن نہین ہے اور پیغمبر کو زجر کرنا اور اذیت کا پہونچانا
باجماع اُمت حرام ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ
یعنے جو اشخاص کہ اذیت دیتے ہین خدا کو اور اُسکے پیغمبر کو حق تعالیٰ لعنت کرتا ہے اُنپر دنیا اور آخرت مین اور شارح قوشجی نے

پہلے چند مفاسد عصمت نہونے پر نبی کے لیے بیان کیے مین ایک یہ کہ اگر پیغمبر سے گناہ سرزد ہون تو اس تقدیر مین
گواہی اُنکی مقبول نہو گی کیونکہ فاسق کی گواہی لائق قبول نہین ہے اور جبکہ گواہی اُنکی امور خسیسہ دنیاوی مین
قبول کے لائق نہوئی تو امور جلیلہ آخرت مین کب لائق سننے کے ہوگی دوسرے جب اُنمین عصمت نہوئی اور
گنہگار ہوے تو مستحق عذاب و ملامت کے ہونگے کیونکہ خدا کے اس قول کے نیچے داخل ہونگے جو فرمایا ہے
وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ یعنے جو شخص کہ نافرمانی خدا اور رسول کی کرے گا اُسکے لیے آتش جہنم
آمادہ ہے اور فرمایا اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِينَ آگاہ ہو کہ خدا کی لعنت واسطے ظلم کرنے والون کے ہے اور قول اُسکا
لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ یعنے کیون وہ بات کہتے ہو جسے خود نہین کرتے اور قول اُسکا اَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ
أَنْفُسَكُمْ یعنے آیا حکم کرتے ہو آدمیون کو نیکی کرنے سے اور اپنے واسطے اُسے بھولاتے ہو لیکن یہ سب باتین اجماع
نبی کے واسطے ثابت نہین منتفی ہین اور سبب پر ہے لائق تنفر کے ہین تیسرے یہ کہ گنہگار صلاحیت مرتبہ نبوت
تک پہونچنے کی نہین رکھتا موافق قول خدا کے لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ چوتھے یہ کہ بندگان مخلصین سے نبی ہوگا
اسلیے کہ جسے شیطان اغوا کرے وہ مخلص نہین ہے غیر مخلص ہے بسبب اسکے کہ حق تعالی نے اُنکی حکایت فرمائی کہ کہا اُسنے
لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ یعنے مین سب بنی آدم کو اغوا کرونگا مگر اُنکو جو تیرے بندگان
مخلص ہین پانچوین یہ کہ اگر گنہگار ہو تو جلدی کرنے والا طرف نیکی کے نہو اور نہ برگزیدون مین شمار کیا گیا ہو لیکن لازم
اُس سے نہین پایا جاتا کیونکہ حق تعالی بعض پیغمبرون کے حق مین فرماتا ہے کہ اِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ یعنے
بتحقیق کہ تھے وہ جلدی کرنے والے نیکیون مین اور قول اُسکا وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ یعنے تحقیق کہ
وہ نزدیک میرے برگزیدگان و نیکو کاران مین ہین اور بعد اسکے فاضل مذکور نے اسکے جواب دیے ہین اس طرح کہ یہ دلیلین
مطلق گناہ کے نفی پر خصوصا جبکہ گناہان صغیرہ سہوا صادر ہون دلالت نہین کرتین کیونکہ اس طرح گناہ کا صادر ہونا محل
اعتماد کو قول و فعل نبی کے نہین ہوتا اور معہذا اتباع نبی کی قبل بعثت واجب نہین ہے اور بعد بعثت بھی واجب
نہین ہے مگر اُن امور مین جو متعلق بشریعت و تبلیغ احکام ہون اور جو کچھ اُنسے سہوا سرزد ہو اُس سے انکار جائز نہین ہے
اور گواہی نبی کی گناہ کرنے سے اُسوقت لائق رد کرنے کے ہوگی جبکہ وہ گناہ کبیرہ ہو یا صغیرہ پر اصرار ہو اور اُس سے توبہ نکرے
اور زجر و منع اور استحقاق ملامت کا اور عذاب و لعن کا نہین ہوتا مگر جب عمدا گناہ کرے اور توبہ نکرے اور باتباع پیغمبر
نہی کرنے سے منکر کے متاذی نہین ہوتا بلکہ مسرور ہوتا ہے اور کہا ہے اُسنے کہ بالجملہ دلالت کرنا وجوہ مذکورہ کا اوپر نفی کبیرہ کے
سہوا اور اُس صغیرہ کے جو لائق نفرت نہو اور اُسے عمدا نبی واقع کرے محل نظر ہے فقط اور ظاہر ہے کہ اس کلام سے یہ امر
بخوبی واضح ہوا کہ اُنکے محققین دلیل نقض غرض بعثت کو مختص کرتے ہین اُن معاصی سے جو بعثت کے بعد نبی سے سرزد
ہون اور وہ بھی مخصوص ہین اُس حالت کے ساتھ کہ جب کبائر کو عمدا کرے یا کرکے توبہ نکرے یا اُن صغائر مین جو منفر

ہوں اور انھیں عمداً کیا ہو پس بعثت کے پیشتر جو کچھ ہوا ہو وہ ہوا اور بعد نبی ہونے کے کبیرہ عمداً انسے صادر نہیں ہوتا
بنا بر قول جمہور حضرات اہل سنت کے اگرچہ قاضی ابو بکر نے انکے طائفہ سے کفر و کذب کو بھی تبلیغ رسالت میں تجویز
کیا ہے اور اشاعرہ اصلا دلیل نقض غرض سے جو عقلی ہے کام نہیں رکھتے جیسا کہ شارح مواقف نے کہا ہے لیکن کبائر کا
انبیا سے صادر ہونا عمداً بعثت کے بعد پس جمہور محققین نے اسے منع فرمایا ہے مگر فرقہ حشویہ اب کلام نہیں ہے کہ آیا یہ
عدم جواز صدور گناہ کا عقلی ہے یا شرعی معتزلہ پہلے کے یعنے عقلی ہونے عدم جواز کے قائل ہوے ہیں اور اشاعرہ
دوسرے کے یعنے وہ کہتے ہیں کہ عدم جواز شرعی ہے لیکن صادر ہونا کبائر کا نبی سے سہواً یا بنا بر خطا کرنے کے
تاویل میں پس اکثر علما اسے تجویز کرتے ہیں اور مختار اسکے خلاف ہے یعنے بعد بعثت کے گناہ صادر نہیں ہوتا فقط
اور ان بیانات سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ حضرات اہل سنت کو عموماً اور فرقہ اشاعرہ کو خاصۃً کہ مذہب و مختار
شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی کا ہے وہی ہے ادعاے عصمت مطلق کا پیغمبروں کی اور ادعاے نقض غرض بعثت مطلقاً
زیبا نہیں ہے اور جو شخص کہ اُن حضرات سے بعد تصریحات مذکورہ کے ایسا ادعا کرے وہ خلاف اُن تصریحات کے
ہوگا اور عقل سے احتجاج اُنکے مذہب کے موافق درست نہ آئیگا اور جب حضرات اشاعرہ عصمت جزئیہ میں جسکی مراد
یہ ہے کہ نبی سے بعد بعثت کے گناہ عمداً نہیں ہوتا اور اُسکا ادعا رکھتے ہیں دلیل سمعی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس
رجوع میں دور کے لازم آنے کا اندیشہ جو ظاہر ہے نہیں کرتے تو اگر فرقہ امامیہ بعد اثبات عصمت فی الجملہ کے بطور عقل
اگرچہ بیچ اُن چیزوں کے ہو جو متعلق بہ تبلیغ احکام ہیں تکمیل و تتمیم دعوی عصمت مطلقہ کی رسول پروردگار کے لیے
دور کے لازم آنے کے خوف سے احتراز کرتے ہوے ایسے کریں تو کچھ استغراب کا محل ہوگا اور بعض ادلہ عقلیہ اگر تام ہوں
تو وہ فرقہ امامیہ کے ثبوت مرام میں قادح نہیں بلکہ فرقہ حشویہ کے دفع اقوال میں کام آئینگی پس باجماع علماے فرقہ
حقہ بلکہ باجماع آل رسول کہ وہ ثقلین میں سے ایک ہیں اور تمسک اُنکے ساتھ موافق نص متفق علیہ بین الفریقین واجب ہے
اور وہی محجت بھی چاہیے کہ دعوی عصمت مطلقہ بے چون و چرا مقبول ہو اور یہ کیا ضرور ہے کہ غرض بعثت سے محض
تبلیغ احکام ہو بلکہ جیسا کہ جناب سید سند نے حدیقہ سلطانیہ میں فرمایا ہے اُسے سمجھنا اور جاننا چاہیے کہ غرض بعثت سے
تبلیغ احکام ساتھ ظاہر ہونے عظمت و بزرگی اور رفعت کلام انبیا علیہم السلام کے جملہ مخلوقات کی نظر میں تحصیل
انقیاد تام کے لیے اور تا کہ سب تاسی اور پیروی اہل عصمت علیہم السلام کی اقوال و افعال میں کریں ہوا اور یہ ایسی بات ہے
کہ بلا تامل ذہن سلیم اُسے قبول کرتا ہے اور لطف تام جناب باریتعالی کا یہ ہے کہ ہماری ہدایت کو ایک رہنما ایسا بھیجے جو
احکام الہی ہم تک پہونچاے اور اُسکی تعمیل و امتثال امر بجا لاکر قولاً و فعلاً ہمیں دکھاے کہ ہم اُسے کر سکیں الا فقط تبلیغ احکام
تو اس طرح بھی ممکن تھا کہ فرشتہ پکار کر کہہ دیتا یا لکھے ہوے احکام آسمان سے گرتے کہ اہل زبان اُسے سمجھ سکتے لیکن سہولت
اُنمیں کیونکر ممکن ہوتی جیسا کہ ارشاد ہدایت بنیاد صلّوا کما اُصلّی ہے یعنے نماز اُس طرح پڑھو جیسا کہ میں پڑھتا ہوں

فائدہ حاصل ہوا اور یہ اغراض حاصل نہین ہو سکتے مگر جبکہ نبی سے مطلق گناہ صادر ہونے کی نفی کیجائے قبل نبی
ہونے کے اور بعد نبی و مبعوث ہونے کے اور عمداً ہو یا سہواً متعلق باحکام شریعت ہو یا نہو کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ
گناہ کرنے سے اعتماد جاتا ہے پھر جسطرح نبی سے گناہ سرزد ہوگا اسکے اعتماد کو زائل کرے گا اور پھر انقیاد تام و متابعت
کی لیاقت باقی نرہیگی اسے شاہ صاحب نے بھی اوائے عصمت خبریہ کے اثبات مین کہا ہے کہ پانچوین یہ ہے کہ اگر گناہ کرنا
انبیا کا امت پر ظاہر ہو تو انکی اطاعت سے استنکاف کرینگے اور انبیا نظر امت سے گر جاینگے بلکہ پھر تصدیق نہ کرینگے
اور تکذیب کرینگے اور کہینگے کہ اگر یہ اپنی خبر دینے و مواعید مین صادق ہوتے تو خود مرتکب ایسے کامون کے نہوتے
انتہی کلامہ پس بنظر تامل دیکھنا چاہیے کہ آیا اس کلام سے عموم عصمت کا سمجھا جاتا ہے یا نہین اور اگر ایسا نہو تو
کسطرح صغائر متنفرہ مین حجت انکی تمام ہو گی اور یہ خوب ظاہر ہے کہ احتمال جھوٹ بولنے کا خصوصاً ان امور مین
جو متعلق تبلیغ ہین اگرچہ یہ صدور سہواً کیون نہو وثوق و اعتماد کو برباد دیتا ہے اور اسی طرح کفر و معاصی کا صادر ہونا
قبل نبوت کے بھی ہے اسی جگہ سے ہے کہ جب حضرت ابراہیم خلیل نے پروردگار جلیل سے عہد امامت کو اپنی ذریت کے
واسطے طلب کیا بقولہ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِینَ اِمَامًا تو یہ عرض بدرگاہ باری مقبول ہوئی اور جب اسکے بعد عرض کیا
وَمِنْ ذُرِّیَّتِی اسکے بعد بخطاب بر جواب لَا یَنَالُ عَہْدِی الظَّالِمِینَ سے ممتاز ہوئے اور اس سے ہویدا ہے کہ تعلق
حکم کی وصف پر مشعر علیت ہونے کی اسکے ہے پس ظلم علت نہ پہنچنے کے اس کرامت تک ہو گا اور علت معلول پر
متقدم ہوتی ہے پس ظلم سابق مانع حصول کرامت لاحق سے ہو گا اور چونکہ ظلم عام ہے کفر و فسق سے اسلیے کہ کافر و
فاسق دونون اپنے نفس پر ظالم ہین پس عقل و نقل دونون پیغمبرون کی برات پر معاصی سے باہم دلالت کرتے ہین اب اور
کوئی شبہہ اسمین نہین ہے کہ عموماً انبیا معاصی سے مبرا ہین جیسا کہ نفی تعمد ظاہر کریمہ سے بخوبی واضح ہوئی کہ صدور
معاصی کا انبیا سے عمداً نہ قبل نبوت نہ بعد بعثت ہو سکتا ہے والا بالضرور ظالم ہون اب رہا نسیان سے بھی گناہ کا
نہ صادر ہونا پس یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر سہواً معصیت انبیا سے سرزد ہو تو امان نہین باقی رہتی اور اطمینان
کسی طرح نہین حاصل ہوتا بلکہ ہر قول و فعل مین نکلے امت کو یہ ممکن ہے کہ کہین یہ بات سہواً شاید ہی ہو اور اس صورت مین
کسی حکم پر اطمینان نہین ہو سکتا اور وہ منافی تصدیق ہے علاوہ اسکے حق تعالی نے انبیا کو تمامی خلق سے برگزیدہ
فرمایا ہے اور یقینی انکی شان رفیع اس سے برتر ہے کہ کسی قسم سے معصیت سہواً بھی ان سے صادر ہو کیونکہ کفر و معصیت سابق بھی
استحقاق الطاف ربانی کی رفع ہو گی اور یہ بات ایسی ہے کہ جسے عقل سلیم فوراً قبول کرتی ہے اور نزاع کے قابل نہی
لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب امر خلافت مین اختلاف ہوا اور امامیہ نے عصمت اپنے خلفا کی مثل انبیا اور کفر سابق اور
صدور معاصی خلفائے حضرات اہل سنت کا انکی کتابون سے ثابت کر کے فضیلت شیخین و انکے استحقاق خلافت سے
انکار کیا تو ان حضرت نے بھی صلاح خلافت کو اپنے خلفا کی اسمین منحصر پایا کہ پہلے عصمت انبیا کو باطل کرنا چاہیے اور

جب انبیا سے صدور معاصی کا ثابت ہو جاے اور مخل انکی پیغمبری کے نہو تو جو الزامات فرقہ امامیہ کے نسبت خلفا
وارد ہوتے ہین وہ برطرف ہو جائینگے اسلیے اِس مسئلہ مین بہت اُس طرف سے کوشش ہوئی والا حقیقت مین
یہ امر طول دینے کے لائق نہ تھا بلکہ اگر فی الواقع صدور معاصی کا اُنسے ممکن ہوتا جب بھی اُسے ظاہر کرنا اور کتب
اعتقادات مین لائق ذکر کرنے کے نہ تھا کیونکہ حاضرین خدمت معجزات کو بھی دیکھکر یقین نبوت حاصل کرتے تھے
اور وہ سبب انکی تصدیق کا ہوتا تھا اور زمان غیبت نبی مین کہ کوئی معجزہ اب ظاہر نہین ہو سکتا فقط کلام نبی
منقول ہو ایسے حال مین انکی ایسی سیرت کا یقین دلانا اور ذکر کرنا جو تصدیق مین شبہہ پیدا کرے لوگون کے
اعتقاد کا خراب کرنا ہی اور دین خدا مین سستی پیدا کرنا ہی تعجب کی بات ہی کہ علماے امت کے بھی حالات کو
جو تذکرون مین اُنکے بعد لکھتے ہین ایسے فضائل لکھتے ہین اور ایسے امور لکھتے ہین جس سے انکی رفعت شان اور قدس
و ورع اور صداقت ظاہر ہو تاکہ لوگ اُنسے حسن ظن پیدا کرین اور انکی کتابون پر عمل کرین نبی کے لیے جو صاحب
شریعت ہی ایسا امر پیدا کیا جاے جو مخل اُسکے تصدیق کا ہو اور خلائق کو اُنکے ساتھ حسن ظن رکھنے سے مانع ہو اور جیسا
ہو دا اپنے نبی کے ساتھ اعتقاد رکھتے ہین وہ اعتقاد سب کو سکھایا جاے اور اُسے یقین کرایا جاے حالانکہ وہ گنہ
صحیح نہو اور کتاب اللہ کی خلاف ہو مگر یہ بات راقم رسالہ کے نزدیک محض نزاع سے اختیار کی گئی اور کچھ لحاظ
اُنہین اپنے طریقہ مختار کا بھی نہ رہا جیسا کہ شارح مواقف نے کہا ہی کہ حاصل اُسکا یہ ہی کہ لیکن قبل نبوت پس اکثر اصحاب
ہمارے اور ایک جماعت معتزلہ سے اسکے قائل ہوے ہین کہ انبیا سے گناہ کبیرہ کا صادر ہونا جائز ہی اسلیے کہ معجزہ اِس
بات پر دلالت نہین کرتا کہ بعثت کے پیشتر بھی انبیا سے کبائر کا صادر ہونا ممتنع ہو اور عقل بھی ایسے ممتنع نہین
جانتی اور ادلہ سمعیہ بھی دلالت ایسی امر پر کرتے ہین فقط انتہی کلامہ اب محل غور ہی کہ شارح مواقف اشعری المذہب
ہین اور اشاعرہ قاطبۃً عقل کو امور دین مین دخیل نہین جانتے لیکن یہان اسکا بھی لحاظ نہوا اور ابطال عصمت
کے لیے عقل ناقص کو بیجا امر نبی مین دخل دیا اور جو مطلب ادلہ سمعیہ کا تھا اُسکے بھی سمجھنے کی طرف توجہ نہ کی سبحان اللہ
کیا حضرات اشاعرہ کے نزدیک اگر عقلاً صدور معصیت نبی سے قبل بعثت ممتنع نہین ہی تو آیا یہ جائز ہی کہ اکثر یا تمام
انبیا مدت ہاے مدید بانواع فسوق و فجور متصف ہون مثل اسکے کہ زنا امہات و بنات کے ساتھ یا لواطہ آبا و ابنا کے
ساتھ اپنے کرتے ہون یا خون ناحق زمین پر گراتے ہون اور مسکرات کو پیتے ہون اور بعد اُسکے مرتبہ نبوت و منصب
جلیل بعثت سے فائز ہون اور جبرئیل اُنپر نازل ہون اور پھر مرتبہ مین وہ ملائکہ مقربین سے جنھون نے چشم زدن
بھی معصیت الہی نہین کی افضل ہو جائین تو اگر یہ تجویز کرین تو حال اس تجویز کا پیش عقلا خود ظاہر ہوگا اور اگر تجویز
نکرین تو امتناع صدور کبائر کا قبل بعثت بھی واجب ہوگا علاوہ اسکے عصمت ملائکہ کی بشہادت کریمہ لا یعصون اللہ
ما امرہم بخوبی ثابت ہی اور انبیا کا افضل ہونا بھی ملائکہ سے ظاہر ہی پس چاہیے کہ بطریق اولی معصوم ہون و الا

کس طرح ممکن ہوگا کہ عاصی معصوم سے افضل ہوجاے دوسری وجہ یہ ہی کہ عصمت فقط ترک معصیت نہین ہی
بلکہ وہ عبارت ہی طینت کے پاک ہونے سے اور کمال فطنت اور مزید معرفت سے ساتھ بزرگی پروردگار کے اور
اسکے ساتھ موید ہونا اسکے صاحب کا ہر وقت الطاف خفیہ بانیہ سے تہدید و تائید تاکہ ہر وقت وہ شخص مراقب
اطاعت پروردگار کا اپنے رہے اور امر و نہی سے تجاوز نکرے پس واقع مین وہ حالت مثل ملکۂ راسخہ کے صاحب
عصمت مین ہوتی ہی کہ اول فطرت سے آخر عمر تک وہ اس سے جدا نہین ہوسکتی پس اس صورت مین بتفرقہ
معصیت کا کہ یہ صادر نہین ہوسکتا اور وہ صادر ہوسکتا ہی اور اسی طرح سہو و غفلت کی راہ سے مظنہ گناہ کے
سرزد ہونے کا انسے بیکار ہی کیونکہ جو خدا کو آٹھ پہر بچشم یقین دیکھتے ہین وہ کبھی چشم زدن نہ اسکی نافرمانی کرتے
ہین نہ اس سے غافل ہوتے ہین اور جب پیغمبر کو سن طفولیت سے عقل کامل حاصل ہوئی اور ہر وقت عظمت
الٰہی کا مشاہدہ انکی نظر مین ہوتا ہی اور ہر آن محبت خدا اور اطاعت الٰہی کا انھین شوق ہوا تو اس حالت کے
ساتھ معصیت انسے کیونکر صادر ہوسکتی ہی واضح ہو کہ یہ دلیل عصمت انبیا کی بطور برہان لمی ہی جو مادہ اشکال کو
قطع کرتی ہی لیکن تعجب ہی کہ حضرات اشاعرہ اسپر خیال نہین فرماتے اور گویا زمام حفظ نبی کی معاصی سے اپنے
دست اختیار مین رکھتے ہین جس معصیت کو چاہتے ہین اسکا صدور انسے جائز کردیتے ہین جسے چاہتے ہین
بری کرتے ہین اور سفراے الٰہی اور مقربان صمدی کو نافرمانی خدا مین متصف بسہو و نسیان ہونا ایسا
تجویز کرتے ہین کہ جس سے احاد افراد انسان سے انکی مشابہت تام لازم آتی ہی اور اسمین انکے اقوال و فعال سے
یقینی امان مرتفع ہوتی ہی کیونکہ جسنے عظمت خدا کو نظر سے گرایا اگرچہ بسہو و غفلت کیون نہو پھر اس سے کچھ دور
نہین ہی جو چاہے وہ کرے اور جو چاہے اس سے واقع ہو اور اسکے عیب و عار ہونے مین کوئی شبہ نہین ہی لیکن
اس مقام پر یہ پہونچتا ہی کہ ان حضرات کی طرف سے کہا جاے کہ یہ معنی عصمت کے ہمارے نزدیک مسلم نہین ہین
ہم اتنا جانتے ہین کہ خدا پر واجب ہی کہ جب نبی تبلیغ احکام مین مخالفت چاہے تو حق تعالیٰ اس سے مانع آئے پس
خدا کا مانع آنا باعث اسکا ہوتا ہی کہ منافی تبلیغ کو وہ ترک کرتا ہی اور غیر تبلیغ مین چونکہ حق تعالیٰ کو منع کرنے کی
ضرورت نہین ہی تو خدا مانع نہین ہوتا اور نبی سے گناہ سرزد ہوتا ہی تو ہم اسکے جواب مین کہینگے کہ حق تعالیٰ حکیم ہی
نبوت کے لیے برگزیدہ نہین کرتا مگر ایسے اشخاص کو جو سزاوار اسکے ہون اور ممانعت معاصی سے بقہر و غلبہ نہین
فرماتا و الا جبر لازم آئے پس نفی تعلق عصمت کا حسن سیرت اور طینت پاک اور کیفیت راسخہ کے ساتھ ہوگا نہ یہ
ہر کس و ناکس کو درجہ بلند پیغمبری کے لیے اختیار فرماے اور وقت خاص مین کہ تبلیغ احکام ہی حیلولہ معصیت سے
واقع کرے اور دوسرے وقت مین اس حیلولیت کو واقع نکرے اور یہ معنی متتبع نصوص پر پوشیدہ نہین اور اسمین کسیکو
گنجایش نہین ہی کہ انکار کرے اور تعجب کی بات زیادہ یہ ہی کہ اولیاء اللہ کے واسطے مراقبہ عظمت الٰہی اور درجات عالیہ

معرفت کے کہ جس سے سوا متابعت اور محبت محبوب کے اور کوئی بات نظر مین آ سے ثابت کرتے ہین اور کہتے ہین کہ
فلان ولی کسی وقت فکر و ذکر الٰہی سے خالی نہین رہتا اور انبیا مین اِسکی رعایت نہین کرتے بلکہ غفلت و ذہول
اُنکا عظمت الٰہی سے ثابت کرتے ہین یہان تک کہ صدور معصیت کو اُنسے تجویز کرتے ہین ماھذا الاشئ عجاب والحمد
لله ظاهراً و باطناً اب اِس جگہ سے ظاہر و واضح ہوتا ہی کہ جو فاضل توشجی نے کہا تھا کہ یہ دلیلین دلالت نفی
مطلق گناہ پر خصوصاً صغیرہ کہ سہواً صادر ہون نہین کرتین کیونکہ وہ مخل وثوق و اعتماد کو نہین کلام ظاہری ہی کیونکہ
فاضل مذکور نے غرض خدا کو بعثت انبیا سے منحصر وثوق عرفی مین جو عادل کے مرتبہ مین ہی پہچانا ہی اور یہ نہین
جانا کہ اگر اِسی قدر خدا کو نبی سے مطلوب ہوتا تو فرق انبیا اور غیر انبیا مین حاصل نہوتا اور ہر عادل بعثت کی صلاحیت
رکھتا حالانکہ خود بھی نبی مین ایسی چند باتون کا اعتبار کیا ہی جیسے غیر پیغمبر مین معتبر نہین جانتے اگرچہ وہ عادل ہو
پس معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی غرض انبیا کے محفوظ رکھنے مین معاصی سے عمدہ امر ہی اور مقابل اُسکے معصیت کا
صادر ہونا عمداً اور سہواً جائز نہوگا اور جو فاضل مذکور نے کہا ہی کہ محض متابعت قبل بعثت کے واجب نہین ہی
اِسے ہم تسلیم کرتے ہین لیکن گناہ کا سرزد ہونا انبیا سے قبل بعثت نہین مانتے بلکہ دو وجہ سے اُسے مخل جانتے ہین ایک
یہ کہ اِس سے جو بعد بعثت متابعت خلق کے مقصود ہی اُسمین اختلال راہ پاتا ہی کیونکہ پیغمبر نظر سے گرجاتے ہین کیونکہ
لوگ کہینگے کہ یہ وہی ہی کہ جسنے مدت تک گمرہی اور معصیت مین عمر اپنی بسر کی ہی اب ہم اُسکے کہنے پر اعتماد نہین کرتے
اور اُس سے متوحش اور متنفر ہونگے پس مراد انقیاد بہم نہ پہونچے گی دوسرے یہ کہ ہر فاسق و گنہگار لائق حفظ و حراست و
صالح درجۂ جلیلۂ بعثت کے نہین ہوتا پس جس نے کہ ہمیشہ کفر مین یا معصیت مین بسر کی تو وہ شخص کسطرح مورد الطاف
سبحانیہ اور عنایات ربانیہ ہو سکتا ہی اور جو فاضل مذکور نے کہا ہی کہ بعد بعثت کے بھی واجب نہین ہی مگر اُن اُمور
مین جو شریعت اور تبلیغ احکام کے ساتھ متعلق ہین فقط یہ بات ایسی ہی کہ جس سے یہ جائز ہوتا ہی کہ کذب نبی سے
اُن اُمور مین جو متعلق بہ تبلیغ احکام نہین ہین اور ارتکاب کبائر سہویہ کا جو تعلق تبلیغ احکام سے نہ رکھتے ہون عمداً روا
ہو اور گویا بنا بر اسی مذہب کے نسبت تین کذب کے حضرت خلیل رب جلیل کی طرف دی گئی اور ایسی روایات کی
تصحیح کی گئی ہی اور اِس صورت مین زحمت تاویل عبث ہی نبی کے لیے تفرقہ غیر نبی سے اِسیقدر رہا کہ تبلیغ مین اُنہین خدا
مخالفت نہین کرنے دیتا باقی جملہ اُمور مین کافہ رعایا سے مشابہ ہین اور سب کچھ اُنسے سرزد ہوتا ہی لیکن حق یہ ہی کہ
صدور معاصی موبقہ کا جس شخص سے کہ ہو دلالت کرتا ہی اِس بات پر کہ اُسے کچھ مبالات اور خوف مخالفت الٰہی مین
نہین ہی اور ارتکاب مناہی اور عدم امتثال اوامر الٰہی اُسکے نزدیک کچھ حقیقت اور وقعت نہین رکھتا اور اُسے اِسکا
امن نہین ہی کہ حکم کرنے والے کا اور نہی کرنے والے کا کسی وقت اور کسی حال مین خوف کرے گا اور جو شخص کہ
ایسا ہو وہ لائق اعتماد کے نہین ہی اور اُسکے حکم کی بزرگی سب کی نظر سے ساقط ہی اور کیونکر اطمینان حاصل ہو کہ

جو شخص کہ غیر احکام الہی مین جرات و جسارت مخالفت خدا پر کرتا ہو وہ شخص نفس احکام مین مخالفت پر اقدام نکریگا
اور اپنے فائدے اور خواہش کے موافق نہ کہے گا اور جو فاضل مذکور نے کہا ہی کہ جو کچھ انبیا سے سہواً صادر ہو جائے اُسکے
انکار روا نہین ہی فقط یہ بھی عجب بات ہی کیونکہ جب یہ مسلم ہوا تو پھر صدور کبائر کا بھی سہواً اور سہو تبلیغ مین بھی روا ہوا اور
اُن دونون سے انکار فاضل مذکور کا کوئی معنی نہین رکھتا بالجملہ سبب عدم تجویز عمد کا اور عدم تجویز سہو کا اور دلیلین ہر
واحد کی ضرور نہین ہی کہ متحد ہون اور اگر بعض دلیلین دلالت کرنے مین استحالہ عمد پر اختصاص رکھتی ہون اور بعض
دوسرے استحالہ سہو کے ساتھ مختص ہون تو کوئی عیب نہین ہی پس اگر دلیل انکار سے منکر پر سہو کی نفی ثابت نہو تو ہمکو
اُس سے کوئی ضرر نہین ہی کیونکہ یہ دلیل ابطال قول حشویہ کے لیے اور جو آویگی اشال مین کام آئیگی اور جو استحالہ سہو کے
ساتھ مختص ہون وہ جواب مین اشاعرہ اور قاضی کے کہے جائینگے حاصل کلام یہ ہو کہ سہو تبلیغ احکام مین صریحاً
متناقض غرض بعثت ہی اور سہو اُسکی غیر مین قبایح سے ہی باعث رفع امان اور ارتفاع اطمینان ہی پس وہ بھی ناظر تعبیر کے
نزدیک منتہی متناقضہ غرض کے ساتھ ہوگا اور اسی طرح جو کچھ دلیل رد شہادت و لعن طعن مین کہا ہی کہ یہ اُس صورت
مین ہی کہ گناہ کبیرہ کیا ہو یا صغیرہ پر اصرار کیا ہو اور توبہ نہ کی ہو فقط کیونکہ پہلے جس سے گناہ کبیرہ واقع ہوتا ہی صغیرہ پر
اصرار کرتا ہی بمجرد اُسکے پایہ قبول شہادت سے گر جاتا ہی جبتک کہ توبہ کو نوبت پہونچے یا نہ پہونچے کیونکہ درصورت ترک
توبہ مفاسد مذکورہ کا لازم آنا واضح ہی و در صورت توبہ کے عمل مین لانے کے تدارک محل نظر ہی کیونکہ عدالت
عند التحقیق موقوف رسوخ طاعت و بلکہ ارتفاع معصیت پر ہی اور وہ نہین حاصل ہوتا مگر بامتداد زمان پس
اُسوقت چاہیے کہ العیاذ باللہ پیغمبر غیر مقبول الشہادت اور مورد طعن و لعن کا رہے علاوہ اسکے جو شخص کہ معصیت کبیرہ
یا اصرار صغیرہ پر جسارت کرے اُسکی رجوع توبہ کی طرف کہان سے ثابت ہو سکتی ہی اور اگر کہین کہ حفظ الہی گناہ
کرنے سے باز رکھتا ہی تو حق تعالی اول امر سے قادر ہی کہ حفظ فرمائے اور پیغمبر سے گناہ ہونے دے تاکہ انسان باطمینان
خاطر اُسکے اقتدا کرین نہ یہ کہ بعد خرابی و حصول تنفر خلائق فکر تدارک مافات کے لیے توفیق توبہ کے واسطے دے
اور یہ دلیل اگر بالفرض عام نہو تو دفع کرنے کو قول حشویہ کے اور جو اُنکے اشال ہون کافی ہوتی ہی بالجملہ دلیل
عصمت انبیا کی کئی وجہ سے ہوتی ہی ایک ابطال قول اشاعرہ کے واسطے ہی اور وہ عموم نفی چاہتی ہی دوسری
وہ ہی جسے مقصود ابطال قول حضرات حشویہ اہل سنت ہی اور اس قسم مین ادلہ عموم کی نفی درکار نہین ہی اور حق یہ ہی
کہ ایسا ہی حضرات اشاعرہ کو بھی چاہیے کہ وہ بھی ہمارے ساتھ ادلہ مین موافقت کرین جیسا کہ ایک جماعت نے
اُن مین سے جو منصف ہین داد انصاف دی ہی گو اُنکے اصول کے موافق اُسکا تمام ہونا دشوار ہی نہ یہ کہ تجویز صدور
کبیرہ اور اصرار صغیرہ پر بوسیلہ تجویز توبہ کوشش کرین جیسا کہ اُن حضرات نے کہ یہ جو تجویز کرتے ہین کہ انبیا سے ارتکاب
معاصی کا واقع ہوتا ہی کیا کیا جسارتین جو خلاف مرتبہ مقربان و سفیران الہی مین کی ہین اور کیونکہ یہ نکرتے جب قاضی

انکے یہ کہین کہ واجب نہین ہے عصمت انبیا کی نہ عقلاً نہ نقلاً اِسلیے کہ استحالہ وقوع معصیت کا نہ بضرورت عقل اور نہ
بنظر عقل ظاہر ہوتا ہے اور نہ وہ منافی مدلول معجزہ ہے اِسلیے کہ معجزے کا مدلول صدق لہجہ کا ہوتا ہے اُس خبر مین جسے
خدا کی طرف سے دے عمداً نہ سہواً اور تنفیر کے معنی باطل ہین پس تحقیق کہ ہم تجویز کرتے ہین کہ حق تعالی کافر کو
پیغمبر کرکے مؤید بمعجزات فرمائے انتہی کلامہ سبحان اللہ یہ تجویز کہ حق تعالی کافر کو مؤید بمعجزات کرکے جب وہ
صادق اللہجہ ہو پیغمبری پر بھیجے لائق غور ہے کہ جب کفر ذاتی پیغمبر پر روا ہوا تو اور کبائر مثل زنا بمحرمات و شرب
مسکرات مین بھی کیا قباحت ہوگی کہ یہ سب صدق لہجہ کو ضرر نہین پہونچاتے اِسلیے منکرین عصمت نے کیا کیا امور
قبیح کو بہ نسبت انبیا ثابت نہین کیا ہے چنانچہ تفسیر آیہ لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا مین کہا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے
بند زیر جامہ زلیخا کو کھولا اور اُس جگہ زلیخا کے بیٹھے کہ جہان مرد وقت مجامعت بارادۂ ایلاج عورت کے پاس
بیٹھتے ہین و برہان رب کی تفسیر مین کہتے ہین کہ ایک آواز آئی کہ خبردار پیرامون مباشرت زلیخا نہونا اور وہ متنبہ
نہوئی اور اُسی طرح اپنے قصد پر اصرار کرتی رہی یہان تک کہ دوبارہ پھر آواز آئی اور مفید نہوئی پھر سہ بارہ
بہ تبدیل عبارت آواز آئی اَعْرِضْ عَنْهَا یعنے دوری کر اُس سے اُسپر بھی انکار سوخ ویسا ہی رہا تا اینکہ حضرت
یعقوب کو دیکھا کہ برابر اُن حضرت کے آئے اِس طرح کہ انگشت ملامت دندان ممانعت مین رکھے تھے اور
پھر آواز آئی کہ ای یوسف نہو جا مثل اُس مرغ کے جو پر رکھتا تھا کہ اُس سے اُڑتا تھا ناگاہ ارادہ زنا کا کیا اور
جب اِس کام کے ساتھ اقدام کیا تو پر اُسکے گرے اور اُڑنے سے باز رہا اور بعضے کہتے ہین کہ ایک ہاتھ پیدا
ہوا حضرت یوسف و زلیخا کے بیچ مین کہ اُسپر لکھا تھا فَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ لیکن باوجود اسکے بھی اِس
ارادے سے باز نہ آئے یہان تک کہ پھر اُس ہاتھ پر لکھا دیکھا کہ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا
یعنے نزدیکی نکرو ساتھ زنا کاری کے کہ زنا بہت برا فاحشہ قبیح ہے اور اقدام ساتھ اُسکے بہت بری راہ ہے پھر
فائدہ نہوا پھر اُس ہاتھ مین لکھا دیکھا کہ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ یعنے ڈرو اور خوف کرو اُس روز سے کہ
جسدن بازگشت تمھاری خدا کی طرف ہوگی اُسپر بھی کچھ اثر مترتب نہوا یہان تک کہ خطاب الٰہی حضرت جبرئیل
کو پہونچا کہ جلد لے میرے بندہ کو پیشتر اِس سے کہ اُس سے کوئی خطا سرزد ہو پس جبرئیل بحکم رب جلیل اُنپر نازل
ہوے اور کہا کہ ای یوسف آیا مباشرت عمل سفہا کی ہوگی حالانکہ نام تمھارا دیوان انبیا اور ارباب وحی مین لکھا ہے
فقط اب اِن اقوال کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسقدر بےباکی اور بداعتقادی قبائح و معاصی کے صادر ہونے مین
بہ نسبت رسولان خدا کے ہے کہ کیسی کیسی تنبیہ اور سرزنش اور ملامت ہائے بزرگ حق تعالی نے فرمائی اور کسی طرح
باز نہ آئے یہان تک کہ حضرت جبرئیل نے اگر باز رکھا حالانکہ اگر حریص ترین شخص زنا کاری مین اور دلیر ترین کام کا
بہت تھوڑا امر بھی اُس سے جیسے حضرت یوسف کے مشاہدہ کی طرف منسوب کرتے ہین دیکھے تو کبھی ممکن نہین ہے

کہ اُسکی قوت و رغبت باقی رہے اور خوف خدا اُسوقت غالب نہ آئے لیکن یہ اُنکے اعتقاد مین نبی کے لیے کچھ موثر نہوا اِسیلیے
بعض فضلا و مفسرین نے اِنکے مثل صاحب کشاف و فخر الدین رازی نے اِن اقوال سے اِنکار کیا اور اِس جگہ او
انصاف دی ہی وَمَنْ شَاءَ فَلْيَرْجِعْ اِلَى التَّفْسِيْرَيْنِ اور حق تعالی نے جیسا برات نبی مخلص کے لیے اپنی زلیخا کے چچا کے
بیٹے کو جو شیر خوار تھا گواہی دینے کو عفت حضرت یوسف کے لیے گویائی عطا فرمائی تھی اور اُسنے گواہی دی تھی
اُسی طرح اِن دونون مفسرون سے بھی کلمہ حق کہوا دیا تاکہ دعوی عصمت انبیا جسکے فرقہ امامیہ اثنا عشریہ مدعی ہین
قوی اور بینہ کے ساتھ ہو لیکن راقم رسالہ کو بہت تعجب ہی کہ جب یہ حضرات بہ نسبت انبیا کے صدور معاصی کو تجویز
کرتے ہین خواہ عموماً یا قبل بعثت تو ان اقوال کو نسبت حضرت یوسف علیہ السلام کے کیون ذکر کیا حالانکہ اِس سے
زیادہ اُنکے اعتقاد کے ابطال اور اثبات دعوی عصمت کو کیا معین ہو سکتا ہی کیونکہ جب قبل نبی ہونے کے بھی
موافق اُنکے بیان کے حق تعالی نے حضرت یوسف کو مرتکب زنا کا نہونے دیا تو اب اِسے کیسا صاف جانا گیا
کہ جس طرح خدا نے زنا حضرت یوسف سے نہونے دیا اِسی طرح جمیع معاصی کا صادر ہونا انبیا سے کسی طرح ممکن نہین ہی
نہ قبل بعثت نہ بعد بعثت بلکہ خدا اپنے پیغمبرون کو ہمیشہ بچاتا ہی اس سے کہ اُنسے معاصی اور افعال مثل سفہا اور
نافرمانون کے صادر ہون اور یہ تخصیص اِسی کی نہین ہی کہ بحفظ خدا کی طرف سے بعد بعثت تبلیغ احکام مین فقط ہوتا ہی
کیونکہ زنا کو کچھ دخل صدق لہجہ اور تبلیغ مین نہ تھا مگر خدا نے نہونے دیا اِسی طرح سب پیغمبرون کو جمیع معاصی سے
بچایا ہوگا تاکہ اُنکی برگزیدگی مین نقصان نہ آنے پاے اور خلق کو اُنکے اقوال و افعال پر اطمینان ہو اور بصدق دل
اُنکی اطاعت کرین تو غرض بعثت حاصل ہو اور اِس بیان سے عصمت انبیا کی باقرار منکرین عصمت ثابت و ظاہر
ہوئی وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ظَاهِرًا وَّبَاطِنًا وَّاَوَّلًا وَّآخِرًا بالجملہ چونکہ ذکر تفسیر آیہ وافی ہدایہ لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا اِس مقام پر
موافق تفسیر حضرات اہل سنت بضرورت مقام ہوا لہذا ضرور ہوا کہ تفسیر حقیقی اِسکی جو موافق نص صریح امامیہ ہی
لکھی جاے اور وہ یہ ہی کہ قَالَ الْمَامُوْنُ لِلرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَّاٰى بُرْهَانَ رَبِّهٖ فَقَالَ عَلَيْهِ
السَّلَامُ لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَلَوْلَا اَنْ رَّاٰى بُرْهَانَ رَبِّهٖ لَهَمَّ بِهَا كَمَا هَمَّتْ بِهٖ لٰكِنَّهٗ كَانَ مَعْصُوْمًا وَالْمَعْصُوْمُ لَا يَهُمُّ بِذَنْبٍ وَلَا يَاْتِيْهِ
فَقَالَ الْمَامُوْنُ لِلّٰهِ دَرُّكَ يَا اَبَا الْحَسَنِ اِس تفسیر سے معلوم ہوتا ہی کہ آیہ کریمہ قضیہ شرطیہ ہی اور محصل اُسکا قیاس استثنائی
کی طرف رجوع کرتا ہی اور خلاصہ معنی اُسکے جیسا کہ ابن خاتون علیہ الرحمہ نے لکھا ہی یہ ہی کہ مامون نے اپنے سوالات کی
ذیل مین حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ مجھے خبردار فرمائیے قول خدا تعالی سے جو زلیخا اور یوسف کے حال کی
خبر دینے مین فرماتا ہی وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ الخ اور اُٹھا دیجیے میرے دل سے اِس اشکال کو کہ کس طرح ہو سکتا ہی کہ یوسف
صدیق باوجود مرتبہ نبوت و بزرگی و عصمت قصد مخالطت کا زلیخا کے ساتھ کرین اور عزم اُسکے ساتھ مباشرت کا
یوسف علیہ السلام سے واقع ہو حالانکہ یہ فعل اُن حضرت پر جائز نہ تھا امام علیہ السلام نے تفسیر آیہ مذکورہ کی اِس

وجہ سے فرمائی کہ وہ اشکال اُس ضمن تفسیر مین برطرف ہو جاے یعنے فرمایا کہ معنی آیہ کے یہ ہین کہ زلیخا نے قصد کیا
مخالطت اور صحبت کا حضرت یوسف علیہ السلام کی اور اگر ایسا نہوتا کہ یوسف علیہ السلام نے مشاہدہ برہان پروردگار
اپنے کا کیا ہوتا جو عبارت ہی نور عظمت و لمعہ عصمت اور نبوت سے اور پاک ہونا اُنکی امان عفت کا آلایش معاصی
سے تو یہ بھی قصد مخالطت زلیخا کا اُسی طرح کرتے کہ جیسا اُسنے کیا تھا ولیکن یوسف علیہ السلام مرتبۂ عصمت سے
فائز تھے اور معصوم علیہ السلام معصیت کے ساتھ قصد واقع نہین کرتا اور گناہ عمل مین نہین لاتا مامون نے
کہا کہ جزاے خیر دے خدا تمھین ای ابوالحسن انتہی اور جب یہ معلوم ہوچکا تو جاننا چاہیے کہ جو کچھ جناب آدم
ابوالبشر اور دیگر انبیا سے بعض اُمور ہوے ہین آیے کہ قرآن مجید مین اُسے تعبیر معصیت اور ظلم فرمایا ہے یا کوئی عتاب
اُسکے مقابل مین وارد ہوا ہی کہ اہل سنت اُسے معنی حقیقی معصیت اور زلت قدم پر حمل کرتے ہین اعتقاد علماے
امامیہ کا بہ نسبت اُسکے یہ ہی کہ تعبیرات مبنی ہین مجاز و استعارہ پر اور محمول ترک اولی پر ہین جیسا کہ اکثر علما نے تصریح
فرمائے ہین اور مولانا محمد باقر مجلسی نے کتاب ثالث بحار مین اور حق الیقین مین اسے ذکر کیا ہی کہ بعض آیات
کہ نو آیات و اخبار کہ موہم صدور معصیت کے انبیا علیہم السلام سے ہین یہ تاویل کیے جاتے ہین ساتھ ارتکاب
مکروہ اور ترک اولی کے لیکن چونکہ نسبت اُنکے مرتبہ بزرگ کے یہ بھی عظیم ہی اسلیے تعبیر اُس سے بمعصیت کیا گیا ہی
انتہی کلامہ اعلی اللہ مقامہ ولیکن جو مضمون کہ روایت عیون اخبار الرضا علیہ السلام مین وارد ہی جبکہ مامون
رشید نے اُن حضرت سے پوچھا آیا تم قائل نہین ہو اس بات کے کہ پیغمبر معصوم ہین حضرت نے فرمایا کہ ہان ہم
اسکے قائل ہین اُسوقت کہا اُسنے کہ کیا معنی ہین قول خدا کے وعصی آدم ربہ فغوی حضرت نے فرمایا کہ حق تعالی نے
فرمایا یا آدم اسکن الخ یعنے اے آدم تم اور زوجہ تمھاری بہشت مین رہو اور کھاؤ بہشت کشادہ سے جس جگہ کہ چاہو
اور نزدیک اس درخت کے نہ جاؤ اور اُنکے لیے اشارہ فرمایا درخت گندم کے لیے پس اگر کھاؤ گے تو ستمگارون سے
ہو گے اور کہا تھا اُنسے کہ نہ کھانا اس درخت سے یہ نہین فرمایا تھا کہ نہ کھانا اُس سے جو جنس سے اس درخت
کی ہو اور یہ نزدیک اُس درخت کے نہین گیے بلکہ اُس درخت کی جنس سے جو اُسکے غیر تھا کھایا تھا جبکہ شیطان نے
اُنھین وسوسہ دلایا اور کہا کہ خدا نے منع کیا ہی اس درخت کو اور درختون سے اور اگر اس سے کھاؤ گے تو صاحب
ملک ہو گے اور ہمیشہ بہشت مین رہو گے اور خدا کی قسم کھا کر کہا کہ مین تمھارا خیر خواہ ہون اور اُنھون نے اس سے پہلے
یہ نہ دیکھا تھا کہ کوئی جھوٹ قسم خدا کی کھاے یہ فریب مین اُسکے آگئے اور خدا کی قسم کھانے پر اعتماد کرکے کھا لیا
اور یہ امر آدم سے قبل پیغمبر ہونے کے صادر ہوا تھا اور ایسا نہ تھا کہ جس سے مستحق دخول آتش جہنم کے ہوتے بلکہ
اُن گناہان صغیرہ سے تھا کہ جو بخشیدہ ہین اور قبل نزول وحی ہی کا صدور انبیا پر جائز ہی پس جسوقت کہ خدا نے
اُنھین برگزیدہ فرمایا اور پیغمبر کیا تو معصوم تھے کوئی گناہ چھوٹا یا بڑا اُنسے صادر نہین ہوا تھا اور نہ ہوتا تھا حق تعالی نے

نے فرمایا کہ نافرمانی کی آدم نے اپنے پروردگار کی پس گمراہ ہوا پھر برگزیدہ کیا خدا نے انکو بعد توبہ و انابت کے اور ہدایت
پائی انتہا پس یہ تاویل جو اس روایت مین مذکور ہوئی مذہب مخالفین سے بہت چسپیدہ ہی اور کلام مفصل
اس جگہ یہ ہی کہ ایسی آیات مین شیعہ تنہا محتاج تاویل کے نہین بلکہ حضرات اہل سنت بھی سوائے فرقہ حشویہ کے
تاویل کی طرف حاجت رکھتے ہین اور بعض تاویلات انکے ساتھ مخصوص ہین اور بعض مشترک درمیان فریقین کے
ہین اور جو کچھ کہ جناب امام رضا علیہ السلام نے جواب مامون رشید مین فرمایا مشتمل ہی اوپر رد اقوال حشویہ کے
اور خالی مماشاۃ و تقیہ سے نہین کیونکہ مطابق تاویل سے انکے محققین کے ہی قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر مین کہا ہی
کہ حشویہ نے ان آیات قرآن سے وَقُلْنَا یَا آدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّةَ وَکُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ
الشَّجَرَةَ فَتَکُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا استدلال و تمسک کیا ہی اس امر پر کہ انبیا معصوم نہین ہوتے بچند وجہ
اول یہ کہ آدم علیہ السلام بنص قرآن منہی عنہ کو عمل مین لائے اور مرتکب منہی عنہ کا گنہگار ہی دوسرے یہ کہ حق تعالی
نے انہین بلفظ ظالم یاد فرمایا اور ظالم ملعون ہی جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہی اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ تیسرے
یہ کہ حق تعالی نے عصیان و غوایت کی نسبت انکی طرف کی ہی چوتھے یہ کہ توبہ کو انہین سمجھایا اور وہ عبارت
ہی رجوع کرنا گناہ سے اور نادم ہونا اسپر پانچوین یہ کہ اعتراف کیا حضرت آدم نے کہ اگر حق تعالی انہین نہ بخشے تو
زیان کار ہونگے اور خاسر نہین ہوتا مگر صاحب کبیرہ چھٹے یہ کہ جلا ہی ہوا انپر وبال سے وہ کچھ جو جاری ہوا
اور اگر گناہ نکرتے تو اسکے مستحق ہوتے اور بعد اسکے خود صاحب تفسیر مذکور نے اسکے جواب مین کہا ہی کہ چند وجوہ سے
اسکا جواب ممکن ہی پہلے یہ کہ اسوقت آدم علیہ السلام پیغمبر نہ تھے اور جو کوئی کہ ادعا نبوت کا انکی بہشت مین کرے
تو اسکی دلیل و بیان کا مطالبہ اس سے کیا جائیگا انتہی اب اسی مقام سے ظاہر ہوتا ہی کہ کلام جناب امام
رضا علیہ السلام کا اسی وجہ کے ساتھ ناظر ہی اور یہ اصول امامیہ کے موافق راست نہین آتا پس یا محمول
تقیہ پر اور مماشاۃ کے ساتھ اکثر اہل سنت کے ہوگا اور یا محمول ہوگا اس امر پر کہ بعض مکروہات کا بھی
بعد نبوت کے سرزد ہونا نبی سے جائز نہین ہی نہ پیشتر بعثت سے کیونکہ حضرت کے اس قول کو جو فرمایا کہ
بلکہ چھوٹے گناہون سے جو بخشیدہ تھے حمل کرنا ترک اولی اور فعل مکروہ پر کوئی استبعاد نہین رکھتا کیونکہ
وہ مکروہ جو منہی عنہ ہوا اور محل مواخذہ ہو تو موافق سننے والون کی فہم کے بر وجہ تشبیہ و استعارہ ایسی عبارت
کے ساتھ جو مذکور ہوئی تعبیر کر سکتے ہین جیسا کہ جناب آخوند مجلسی علیہ الرحمہ نے بعد ذکر کرنے اس حدیث کے
حیات القلوب مین فرمایا ہی کہ محصل اسکا یہ ہی کہ بعد اسکے کہ اس حدیث مین وارد ہوا ہی کہ یہ گناہ صغیرہ تھا اور
پیغمبر ہونے کے پہلے صادر ہوا ہی اور نہی انواع شجرہ سے معلوم نہ تھی یہ سب ظاہرا موافق مذہب مخالفین کے ہی
اور موافق شیعون کے اصول کے نہین اور ممکن ہی کہ بر وجہ تقیہ مذکور ہوا ہی یا بر سبیل تنزل ہو یا مراد صغیرہ سے

فعل مکروہ ہوا اور یہ قسم مکروہ کا بعد پیغمبر ہونے کے اُنپر جائز نہوا اور مرتکب ہونا اِس قسم مکروہ سے بتسویل شیطان ہوا ہو کہ پیغمبر سے باوجود قائم ہونے قرینہ کے اس بات پر کہ مراد نوع اُس درخت کی تھی باحتمال اِسکے کہ شاید نہی مخصوص اُس درخت سے تھی مرتکب اُس مکروہ کے ہوئے اور بسط کلام اِس مقام پر بحار الانوار مین ہی جو چاہے اُس سے رجوع کرے انتہی کلامہ اعلی اللہ مقامہ لیکن پوشیدہ نہ رہے کہ تاویل آخیر اِس کلام کی بھی خطاے اجتہادی بلکہ اُس سے بھی کم کی طرف رجوع کرتی ہو اور اصول امامیہ کے ساتھ مطابقت نہین رکھتی انشاء اللہ تعالیٰ ایسی توجیہ اِس روایت کی جو صاف ہو کہ ورقون سے مذکور ہوگی دوسرا جواب از جانب تفسیر یہ ہو کہ یہ عمل حضرت آدم سے بسبب نسیان کے عمل مین آیا تھا موافق قولہ تعالیٰ فنسی ولم نجد لہ عزما لیکن اِس تقدیر مین عتاب باعتبار اِسکے ہوگا کہ اسباب نسیان سے اپنا تحفظ کیون نکیا اور شاید کہ نسیان اگرچہ اُمت سے مرفوع تھا لیکن انبیا سے مرفوع نہو جیسا کہ اُن حضرت علیہ السلام نے فرمایا ہو اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً الْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْاَوْلِیَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ یا جاری ہوا اُنپر جو کچھ کہ جاری ہوا جس طرح کہ مقدر تھا نہ مواخذہ کی راہ سے مثل اِسکے کہ کوئی کسی زہر کو کھاے پس اُسکی اذیت و رنکایت مین مبتلا ہوا اور اِس معنی پر بھی حمل کرنے کو کوئی نہین کہہ سکتا کہ منافی ہو کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہو مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ تِلْكَ الشَّجَرَةِ پس شیطان خود نہی کا یاد دہ ہوا تھا اب کیا معنی کہ نسیان ہوا بسبب اِسکے کہ اِس کلام سے یہ نہین سمجھا جاتا کہ اُسی وقت کہ شیطان نے اُنکے دل مین وسوسہ ڈالا مرتکب اِس عمل کے ہوے پس شاید ایسا ہوا ہو کہ میل خاطر حضرت آدم کو اُسوقت بسبب وسوسہ کے پیدا ہوئی ہو اور بنابر حلم الٰہی کے جسارت اُسپر نکی ہو یہان تک کہ خدا کے منع فرمانے کو بھولے اور میل طبع باعث بجالانے اُس وسوسہ کا ہوئی ہو تیسرے یہ کہ اقدام حضرت آدم کا اِس امر پر بسبب خطاے اجتہادی کے ہو فقط اور پوشیدہ نہ رہے کہ یہ دونون وجہین جو شارح بیضاوی نے جواب مین کہین ہین بنابر اصول شیعہ کے درست نہین آتین اگرچہ کلام جناب امام رضا علیہ السلام مشعر بعض کا اُسکے ہوتا ہی کیونکہ پہلے لکھا جا چکا ہی کہ حضرت نے یہ کلام بطور مماشاۃ اہل سنت کے ساتھ فرمایا ہی اور چونکہ حشویہ کا قول اخش اوساط اہل سنت مین بھی معروف بہ بطلان تھا اِسلیے حضرت نے اُسکے جواب کو موافق قول اہل سنت فرمایا بعض اخبار مین وارد ہی کہ اِنَّ التَّقِیَّةَ عَلٰی مَا تَحَکَّمُ اِلَیْهِ اَمْثَلُ اور یہ خبر مصدق ہی اُس چیز کی جسکا اِس خبر مین ہم دعوی کرتے ہین اور لفظ نسیان جو آیہ قرآن مین فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ الخ وارد ہی اُسکے معنی شیعون مین ترک کے ہین نہ نسیان حقیقی جیسا کہ مولانا مجلسی علیہ الرحمہ نے اُسکی تصریح کی ہی چوتھا جواب صاحب تفسیر کا یہ ہو کہ نہی الٰہی اِس جگہ پر تنزیہ کے لیے ہوا اور ظالم انہین کہا مگر اِسلیے کہ اپنے نفس پر ظلم کیا اور جو ثواب اپنے نصیب مین تھا اُسے ضایع کیا بسبب اِسکے کہ ترک اولی عمل مین لاے اور غوایت کے معنی اِس صورت مین یہ ہونگے کہ جو کچھ شجرہ کے کھانے سے ارادہ کیا تھا کہ بہشت مین ہمیشہ رہین

اُس سے محروم رہے یا اُن منفعتون سے جسکے لیے حکم ہوا تھا یا اُس رشد و بزرگی سے محروم رہے ہے کہ قریب مین اپنے
دشمن کے خود آ گئے یا زلت و لغزش اُنکی صغیرہ تھی کہ ایسے معصیت مین ہم شمار نہین کر سکتے اور قرآن مجید مین
جو اُس سے تعبیر معصیت و غوایت واقع ہوئی ہی اُسکی منفعت تعظیم زلت ہی اور زیادہ سرزنش اُنکی اولاد اور اُمت
کی ہی اور توبہ کا حکم اُنھین نہین ہوا مگر اسلیے کہ ترک اولی کا تدارک کرین ورجاری نہین ہوا اُنپر جو کچھ کہ جاری ہوا
مگر عتاب کی راہ سے انتہیٰ ملخصاً کلام بیضاوی اور واضح ہو کہ یہ وجہ مشترک فریقین مین ہی سوا اسکے کہ زلت
بمعنی معصیت صغیرہ فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک اس عمل کو نہین کہہ سکتے اُنکے نزدیک قول ترک اولی ہی
اور حمل کرنا معصیت کا ترک اولی پر اور حمل کرنا نہی کا تنزیہ پر وہ جواب سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کا ہی جسنے اپنی
کتاب مسمی بہ تنزیہ الانبیاء مین بہت بسط و تفصیل کے ساتھ لکھا ہی اور خلاصہ اُنکی تقریر کا یہ ہی کہ شریعت مین نہی
دو طرح وارد ہوتی ہی ایک بطور تحریم دوسرے تنزیہ کے واسطے اور یہان مراد دوسری قسم ہی بالجملہ اس بیان سے
یہ ثابت ہوا کہ ان آیات مین محققین فریقین نے تاویل کی ہی جیسا کہ آیات قرآنی مین جو مستلزم اپنے معنی ظاہری
تشبیہ خالق کو مخلوقات کے ساتھ مین تاویل کیجاتی ہی اور جیسا وہ اپنے معنی ظاہری پر مراد نہین ہو سکتی ہی طرح
یہ آیات بھی معنی ظاہری کے موافق لائق استدلال و تمسک کے نہین ہین جیسا کہ ضابطہ ہی کہ جب نقلیات مخالف
ادلہ قطعیہ ہون تو اُنکی تاویل ضرور ہوتی ہی اور اسی لیے جناب آخوند مجلسی علیہ الرحمہ نے حیات القلوب مین فرمایا ہی
جو پہلے بدلائل عقلیہ و نقلیہ اجماع فرقہ امامیہ معلوم ہو چکا ہی کہ انبیا سب بعثت سے پہلے بھی اور بعد نبوت بھی جملہ
گناہان کبیرہ و صغیرہ سے معصوم ہین پس وہ آیات و اخبار جو موہم گناہون کے صادر ہونے کے انبیا سے ہین وہ
تاویل کیے جائینگے ساتھ ترک مستحب اور فعل مکروہ کے کیونکہ معصیت نافرمانی ہی اور نافرمانی ترک مستحب و فعل
مکروہ مین بھی آسکتی ہی اور غوایت گمرہی ہی یا محرومی ہی اور جو کوئی اُس فعل کو جسکا کرنا اُسکے لیے بہتر ہی ترک کرے تو
اُسنے اپنے فائدے کو گم کیا اور اُس فائدہ سے محروم رہا اور ظلم کے معنی رکھنا کسی چیز کا اُسکے غیر مقام پر اور راہ سے
عدول کرنے کے بھی معنی پر آیا ہی اور معنی کم کرنے کسی چیز کے بھی آیا ہی اور ستم کرنے کے بھی معنون مین آتا ہی اور فعل
مکروہ اور ترک مستحب مین یہ بات صادق ہی کہ فعل کو غیر محل مناسب مین اپنے قرار دیا اور راہ بندگی کامل سے
اپنے پروردگار کی عدول کیا کہ اپنے تئین ثواب سے محروم رکھا اور جیسا کہ نہی حرام سے ہوتی ہی اُسی طرح مکروہ سے
ہوتی ہی اور جیسا حکم واجب کے لیے ہوتا ہی ویسا ہی مستحب کے ساتھ ہوتا ہی لیکن توبہ پس وہ تدارک کے واسطے
اُس منفعت کے ہی جو اُس سے فوت ہوئی ہی اور فعل مکروہ اور ترک مستحب دونون مین ہوتا ہی بلکہ وہ ایک قسم تذلل کی خدا
کے سامنے ہو کہ اُسکے باعث سے حق تعالیٰ کو لطف کے ساتھ متوجہ کراتے ہین گو اُنمین گناہ نہو جیسا کہ احادیث عامہ
و خاصہ مین وارد ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ ہر روز ستر بار استغفار فرماتے تھے بے اسکے کہ کوئی گناہ سرزد ہوا ہو

اور بر تقدیر یکہ بعضے ان کلمات سے حقیقت مین ارتکاب گناہ کے معنی ہون تو یہان محمول معنی مجازی پر ہونگے
کیونکہ یہ امر اکثری ہی کہ ایک لفظ کو قرینۂ ضعف کے باعث سے معنی مجازی پر حمل کرتے ہین نہ یہ کہ جہان عقلی ادلہ
قطعیہ بہت سی قائم ہون پھر وہان معنی مجازی پر کیونکر نہ حمل کیا جاے اور وجہ تعبیر الٰہی کی ان عبارات کے
ساتھ یہ ہی کہ جیسا کہ اُنکے درجے بلند ہین اور کمالات اُنکے زیادہ ہین اور فہم اُنکے بڑھے ہوے ہین اسلیے مکروہات بلکہ
وہ اُمور جو مباح ہین یا متوجہ ہونا اُنکا طرف غیر خدا کے بہت بزرگ ہی اسلیے حق تعالیٰ نے ان عبارات کو اُنکے عمل پر
اطلاق فرمایا اور خود بھی وہ مقام تذلل اور تضرع مین ایسی عبارتین استعمال کرتے ہین بلکہ ممکن ہی کہ جسوقت وہ متوجہ
بعض عبادات کی طرف ہوتے ہون جو از قسم معاشرت یا ہدایت خلق وغیرہ ہون اور بعد اسکے پھر اپنے محل قرب تک
پہونچین جسکا نام لِی مَعَ اللّٰہِ ہی اور اُسکے معنی یہ ہین کہ خاص میرے لیے خدا کے ساتھ وقت ہی تو عبادت اول کو
اس مرتبہ قرب کے پہلو مین حقیر سمجھتے ہون اور خود خطا و گناہ تقصیر کی طرف اپنے تئین منسوب کرتے ہون جیسا کہ
کہا گیا ہی کہ حَسَنَاتُ الاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ المُقَرَّبِینَ اور بھی جسقدر کہ عظمت و جلال الٰہی بندے کی نظر مین زیادہ ظاہر
ہوگا عجز و ضعف اپنا اور اپنے عمل کا زیادہ معلوم ہوتا ہی اور جسقدر کہ عبادت زیادہ کرتا ہی اعتراف تقصیر کے ساتھ
زیادہ ہوتا ہی اور جانتا ہی کہ اعمال ممکنات کے قابل درگاہ واجب بالذات کے نہین ہین اور کسی نعمت کی برابری
نعمتون کی اسکی نہین ہو سکتی اور بھی جبکہ دیدۂ بصیرت سے دیکھتے ہین اور جانتے ہین کہ طاعات اور صفات حسنہ
اور ترک معاصی اُنکے توفیق اور عصمت پروردگار سے ہین اور بدون اسکی عصمت کے ممکن ہی کہ ہر گناہ صادر ہون
پس اگر کہین کہ مین ہون وہ کہ گناہ کیا مین ہون وہ کہ خطا کی تو ممکن ہی کہ مراد اُس سے یہ ہو کہ مین وہ ہون کہ سب
مجھسے صادر ہو سکتے ہین اگر تیری توفیق و عصمت نہو اور ان مراتب کی نظیر تفکر کرنے سے بادشاہون کے حال مین
اور امرا و خدمہ و رعایا کے حال مین ظاہر ہوتی ہی کیونکہ بادشاہ رعایا و ملازمین سے بقدر اُنکے قرب و منزلت کے
اور اُنکی معرفت کے بادشاہ کی بزرگی کے ساتھ اُنسے خدمت لیتے ہین اور اسی کی نسبت سے اُنسے مواخذہ
کرتے ہین یہان تک اگر چشم زدن بھی بادشاہ کے سوا اور کی طرف متوجہ ہوا ہی تو اُسے معرض تنبیہات و تادیبات مین
ڈالتے ہین تا پھر ایسا اُس سے ظہور مین نہ آے اور یہ بھی ظاہر ہی کہ بادشاہ کسی مقرب کو اپنی کسی خدمت پر مامور
فرما کر بھیجے اور وہ جب پھر آے تو بادشاہ کے آگے روے اور معذرت کرے اور جو بحکم بادشاہ دور ہوا اور حرمان ہی اسکو بھی
اپنی طرف منسوب کر کے اپنے تئین مقصر کہتا ہی بالجملہ ترک اولیٰ کو بعبارت ظاہر یا مشعر بوقوع معصیت تعبیر کرنا علماے
امامیہ کے نزدیک ویسا ہی جو جناب آخوند علیہ الرحمہ نے لکھا ہی مگر اُسکے سوا ایک وجہ اور بھی ہی جو پوشیدہ ہی اور وہ یہ ہی کہ
اسطرح خطاب عتاب جو حق تعالیٰ نے فرمایا ہی دلالت اس امر پر کرتا ہی کہ خالق بزرگ ہی اور سب بندے بندگی
مین اور محکوم ہونے مین اوامر و نواہی کے برابر ہین اگرچہ پیغمبر کیون نہو تا کہ مردم یہ گمان نکرین کہ زمرۂ پیغمبرون کا خود خدا ہی

یا خالق مدبر و عالم ہی اور اسلیے کہ وہ حضرات ہمیشہ خضوع و خشوع و انابت و رجوع مین خدا کی طرف کوشش کرین
اور اپنی طاعت پر وثوق و اعتماد نکرین اور جانین کہ طاعت جو حق طاعت ہی وہ بندون سے ادا نہین ہو سکتی اور
یہ جاننا سبب انکی عصمت کا ہو گا لغزش سے قول و فعل مین اور بھی متقربین کو سرزنش کرنا ترک اوامر مستحبہ اور
احکام منزہیہ مین بھی از قبیل الطاف خفیہ ہی انکی عفت کے لیے معاصی حقیقہ سے جیسا کہ کہا ہی مَنْ تَرَكَ الشُّبُهَاتِ
نَجَا عَنِ الْمُحَرَّمَاتِ اور انکی سرزنش کو اُمت کی زجر کے لیے بہت دخل ہی تاکہ یہ جانین کہ جب انبیا اُس تقرب کے ساتھ
جو خدا کی درگاہ مین رکھتے تھے ذرا سی بات مین ایک حکم خفیف کی مخالفت سے مواخذ اور مخاطب بعتاب ہوے
تو ہم گنہگارون کا کیا حال ہو گا اور جو دعا مین وارد ہی کہ اَنْتَ اَهْلُ اَنْ لَا يُقْدِرَكَ الصِّدِّيقُوْنَ سے ہمیشہ اپنی
آنکھون کے سامنے رکھکر امتثال امر و نواہی مین کوشش کرین اور در توبہ و انابت سے سامنے خالق کے حاضر ہون
اور بھی آیات متشابہات سے خواہ وہ موہم تشبیہ خالق کے حق مین ہون یا موہم صدور معصیت کی انبیا سے ہون
غرض خدا کی آزمایش اور ابتلا مخلوقات کی ہی کہ آیا یہ بمقتضاے دلیل عقل و نصوص محکمہ متشابہات کو معانی صحیحہ پر
حمل کرتے ہین اور اعتقاد صحیح پر ثابت قدم رہتے ہین یا موافق اقتضاے زیغ قلبی ادلہ عقلیہ و قطعیہ کو پس پشت
ڈالکر معانی غیر صحیحہ پر رغبت کرینگے اور اسی معرکہ مرد آزما مین کور باطنون کے دل باطل کی طرف مائل ہو گئے اور معانی
فاسدہ ان آیات و روایات کے لیے قرار دیکر بے راہ چلنے لگے اور جب اسے جان چکے تو اب وہ توجیہ جسکا وعدہ
کر آیا ہون آیہ مذکورہ کی لکھتا ہون اور کہتا ہون کہ اسمین اختلاف ہوا ہی کہ وہ درخت جسے حضرت آدم و حوا کو حق تعالے
نے نہی فرمائی تھی اور انسے اسکی نسبت ترک اولی ظہور مین آیا کیسا درخت تھا اور درخت کس چیز کا تھا چنانچہ جو تفسیر
جناب امام حسن عسکری کی طرف منسوب ہی اسمین وارد ہی کہ وہ درخت شجرہ علم محمد و آل محمد ہی کہ حق تعالی نے اس درخت
کی تخصیص انکے ساتھ فرمائی ہی اور وہ ایسا درخت ہی کہ درختان بہشت مین ممتاز ہی اس طرح سے کہ جتنے اور درخت ہین یا
انسے ایک ایک قسم کا ثمر حاصل ہوتا ہی اور یہ درخت ایسا ہی کہ اس ایک سے گندم و انگور و انجیر و عناب اور سب میوے
اور فواکہ اور کھانے حاصل ہوتے ہین اسی جہت سے روایات اُس درخت کے بیان حال مین مختلف وارد ہوئی ہین
اور وہ ایسا درخت ہی کہ جو کوئی بحکم خدا اُسکے کھانے کے لیے الہام فرمایا جاتا ہی وہ بے پڑھے ہوے علم اولین و آخرین سے
فائز ہو جاتا ہی اور جو بغیر اجازت الٰہی اُسے کھاتا ہی اپنے مطلب سے محروم رہتا ہی اور نافرمان خدا ہوتا ہی اور پھر
اختلاف اسمین ہوا ہی کہ وہ بہشت کہ جس سے آدم و حوا باہر نکل کر زمین پر آئے آیا یہ وہ بہشت ہی کہ جو آسمان پر ہی اور
مومنین آخرت مین اسمین داخل ہونگے یا اسکے سوا ہی چنانچہ ملا محسن کاشانی نے تفسیر صافی مین علی ابن ابراہیم قمی و
علل الشرایع و کافی سے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ وہ بہشت دنیا کے بہشتون سے تھا
جسمین آفتاب و ماہتاب طالع ہوتے ہین اور اگر حضرت آدم جنت الخلد مین ہوتے تو ہرگز اُس سے باہر نہ آتے اور

روایتون مین اس مضمون سے بھی زیادہ کہ شیطان آسمان مین داخل نہوتا تھا اور جناب مولانا ے مجلسی نے کتاب
حیات القلوب مین لکھا ہی کہ اکثر مفسرین کا اعتقاد یہ ہی کہ وہ بہشت وہی بہشت تھا کہ خلد آخرت ہی اور مومنین ایمان
و عمل کی جزا مین داخل ہونگے اور فرمایا ہی کہ یہ قول نادر ہی کہ وہ ایک باغ تھا باغہاے آسمان سے جو بہشت خلد کے
سوا تھا اور ایک جماعت نے کہا ہی کہ وہ باغ تھا باغہاے زمین سے جیسا کہ بعض احادیث مین وارد ہوا ہی
اور استدلال کیا ہی اُس جماعت نے اِس قول کی صحت پر اُس بات کے ساتھ کہ جو کوئی بہشت خلد مین داخل
ہوتا ہی باہر نہین آتا اور اسکے جواب مین کہا ہی کہ جو کچھ معلوم ہی یہ ہی کہ جو کوئی بعد مرنے کے اور محشور ہونے کے جزاے
عمل مین داخل ہوگا باہر نہ آئیگا لیکن اگر کوئی کسی اور تقریب سے داخل بہشت ہو وہ بھی باہر نہین آسکتا یہ معلوم
نہین ہوتا بلکہ اُسکا خلاف اخبار سے ثابت ہوتا ہی جیسا کہ شب معراج پیغمبر خدا کا بہشت مین تشریف لے جانا اور
پھر اُس سے باہر آنا اور فرشتون کا جانا اور آنا بکثرت روایات مین وارد ہی اور اِس حدیث کے معارض بہت سی
احادیث وارد ہین جنسے یہ نکلتا ہی کہ بہشت آدم و حوا کا بہشت جاوید تھا اور آسمان پر تھا اور ایسے امور مین توقف
کرنا اولی ہی انتہی کلامہ اعلی اللہ مقامہ اور جناب سید سند نے حدیقہ سلطانیہ مین فرمایا ہی کہ حدیث
معتبر مین حضرت صادق علیہ السلام سے مروی ہی کہ آدم علیہ السلام نے بارہ دانے کھاے تھے اور حوا نے چھ دانے
کھاے تھے سب اٹھارہ دانے تھے جو کھاے گئے اور دوسری روایت مین جو جناب امیر علیہ السلام سے منقول ہی
ظاہر ہوتا ہی کہ آدم نے دو دانے کھاے اور حوا نے ایک دانہ بالجملہ جس طرح ہوا اسی سبب سے میراث مرد کی دو حصہ
عورت کی میراث سے قرار پائی اور پھر اسمین بھی اختلاف ہوا ہی کہ شیطان کیونکر بہشت مین داخل ہوا اور کیونکر
وسوسہ آدم صفی اللہ کو دیا حالانکہ شیطان کو بہشت سے باہر نکال دیا تھا اور آدم اور حوا بہشت مین تھے چنانچہ
بعض نے کہا ہی کہ شیطان نے زمین سے بات کی اور آدم و حوا بہشت مین اُسے سمجھگئے اور بعض نے کہا ہی کہ غائبانہ
مراسلہ کیا اُنکے ساتھ اور بعض نے کہا کہ شیطان اُسوقت تک بہشت مین رہنے سے ممنوع تھا اُنکے پاس جانے سے
ممنوع نہ تھا اور بعض نے کہا ہی کہ جب شیطان نے چاہا کہ داخل بہشت ہو تو خازنان بہشت اُسے مانع آے پس
ہر حیوان کے پاس حیوانات بہشت سے جاکر التماس کیا لیکن کسی نے قبول نہ کیا یہان تک کہ سانپ کے پاس
آیا اور کہا کہ تجھسے متعہد ہوتا ہون کہ ضرر فرزندان آدم کو تجھسے منع کرون گا اگر مجھے بہشت مین پہونچادے پس
سانپ نے شیطان کو اپنے منھ مین دونون نیشون مین دباکر بہشت مین پہونچادیا اور اُسوقت سانپ کا بدن
پوشیدہ تھا اور چار ہاتھ پاؤن رکھتا تھا اور سب جانورون سے اچھی صورت رکھتا تھا اور اونٹ کی طرح بڑا تھا
پس خدا نے اُسے برہنہ فرمایا اور بعض روایات مین وارد ہی کہ اُسوقت شیطان جبکہ سانپ کے منھ کے اندر تھا تو حضرت
آدم یہ گمان کرتے تھے کہ سانپ اُنکے ساتھ باتین کرتا ہی یہ نہ جانتے تھے کہ اُسکے منھ مین شیطان چھپا ہوا کلام کرتا ہی

اُسوقت شیطان نے کہا کہ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخَالِدِيْنَ وَقَاسَمَهُمَا اِنِّىْ لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِيْنَ یعنے منع نہین کیا تمکو تمھارے پروردگار نے اِس درخت سے مگر اسلیے کہ تم دونون دو فرشتے ہوجاوٴگے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یعنے اگر کھاوٴگے اِس درخت سے تو غیب کو جانوگے اور قادر ہوجاوٴگے اُسپر کہ جسپر وہ قادر ہی کہ جسے خدا نے مخصوص گردانا ہی اپنی قدرت سے یا اُن شخاص سے ہوجاوٴگے جو ہمیشہ زندہ رہتے ہین اور ہرگز نہین مرتے اور قسم کھائی کہ مین تمھارے لیے بہتری چاہنے والا ہون پس حضرت آدم نے سانپ کی طرف رو کرکے کہا کہ ای سانپ یہ فریب شیطان کا ہی کیونکر ہوسکتا ہی کہ میرا پروردگار خیانت کرے حالانکہ وہ سب کریمون سے زیادہ کریم ہی اور کیونکر ہوسکتا ہی کہ مین اُس بات کا مرتکب ہون جسکے لیے میرے پروردگار نے منع فرمایا ہی جب تک کہ اُسکا حکم نہوے پس جب شیطان مایوس ہوا کہ آدم فریب مین نہ آئینگے مایوس ہوکر حوا کے پاس گیا اور فریب دیا اُنکو اور حوا نے کھایا اُس درخت سے اور ملائکہ نے منع نکیا اور علت اِس عدم منع کی یہ تھی کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہی کہ جسکو مین نے عقل و قدرت دی ہی اُسے اُسکے حال پر چھوڑ دو کہ عقل میری حجت ہی اُسپر پس حوا آدم کے پاس آئین اور کہا کہ آیا تم نہین جانتے کہ جو درخت ہمپر حرام ہوا تھا وہ مباح اور حلال ہوگیا کیونکہ مین نے اُسے کھایا اور ملائکہ نے مجھے منع نہین فرمایا اور مین نے اپنے حال مین کچھ تغیر نہین پایا پس اِس جہت سے ابلیس ملعون کا آسیب فریب حضرت آدم کو پہونچا فقط مخفی نہ رہے کہ اِس روایت کا محصل اُس طریقے پر کہ منافی عصمت کی نہووے ہی ہی کہ یہ منع اور نہی تنزیہ کے لیے تھی اور حضرت آدم علیہ السلام اِسکی بھی مخالفت پر جسارت نکرتے تھے لیکن یا بمقتضاے بشریت بعض جہتون سے خواہ بواسطہ اِسکے کہ حتماً منع نہین فرمایا تھا یا اِسلیے کہ شیطان نے وسوسہ دلایا اور اصرار کیا اور قسم کھائی خدا ے عز و جل کے نام سے یا مظنہ اِسکا تھا کہ نہی میرے لیے ایک درخت خاص سے فرمائی ہی نوع درخت سے منع نہین فرمایا یا اِس جہت سے کہ ملائکہ نے حوا کو منع نہین کیا اِس مخالفت مین واقع ہوئی اور منع حتمی کا خدا کی طرف سے نہونا ظاہر ہی کیونکہ خود ملائکہ سے فرمایا تھا کہ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً پس مصلحت خدا کی آدم علیہ السلام کے زمین پر پہونچنے سے متعلق تھی اور چونکہ نعیم بہشت سے آدم علیہ السلام کا بلا حجت نکالنا حق تعالےٰ کو پسند نہ تھا اِسلیے چاہا کہ کوئی آزمایش اِنکے لیے عمل مین آے اگر اُسکے بعد ثبات قدم اُنسے ظاہر ہو تو ہمیشہ اُنہین جنت مین رکھے اور اگر مراعات مراقبہ عظمت و امر الٰہی سے اگرچہ وہ مستحب کیون نہو پاوٴن اُنکا لغزش کھا جاے تو بعد اتمام حجت زمین نیاز پر اُنہین اُتارے اور اِس ضمن مین اہل زمین کی اصلاح فرماوے اور اپنے نبی برگزیدہ کے مدارج بسبب اُنکی انابت کے اور رجوع کرینگے طرف اُسکے جناب اقدس کے بڑہاوے اور اگرچہ ظاہر مین کچھ کمی مرتبہ سابق سے ظاہر ہوگی لیکن حقیقت مین اُنہیے قرب کے درجہ اعلیٰ تک پہونچاوے گا حاصل یہ ہی کہ ہر صورت مین مصالح پیش نظر تھے اور انواع منافع و حکمت کے حصول و ترتب کے لیے فرمایا جو کچھ کہ فرمایا اور چونکہ خداوند عالم جانتا تھا کہ

انجام کار اس آزمائش کا کیا ہوگا آبادی دنیا کا مدار اور ہدایت خلق کا انحصار حضرت آدمؑ کے زمین پر اترنے کے ساتھ
قرار دیا پس جو کچھ کہ چند دانون کے درخت مذکور سے کھانے پر مترتب ہوا محض عتاب نہ تھا بلکہ مصالح خفیہ جناب باری
اس بات مین ملحوظ تھے اور اس سبب سے ملائکہ سے فرمایا تھا اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً لیکن یہ بات کہ آدم علیہ السلام
جو محل شکایت و عتاب مین آئے جیسا کہ ظاہر آیات اسپر دلالت کرتا ہے از راہ معصیت نہ تھا بلکہ بسبب عدم مراقبہ
عظمت اوامر الٰہی تھا اسپر دلیل یہ ہے کہ روایت مامون رشید مین گذرا کہ اُن حضرت نے جس درخت سے کھایا وہ درخت
غیر اُسکے تھا جسکے لیے خدا نے منع فرمایا تھا کیونکہ منہی عنہ سے نہین کھایا بلکہ جو اُسکے مماثل تھا اُس سے کھایا تھا اور
قطع نظر اس سے کہ نہی الٰہی جو اُنسے متعلق ہوئی تھی وہ بطور استحباب و تنزیہ تھی صریح ممانعت اُس سے نہوئی تھی اور
قیاس کرنا شریعت مین مخطور ہے اسلیے اجتناب بھی اُن حضرت پر واجب نہ تھا لیکن بمفاد وَمَنْ تَرَكَ الشُّبُهَاتِ نَجَا
عَنِ الْمُحَرَّمَاتِ مراقبہ بزرگی حکم خدا اور محتمل ہونا اس بات کا کہ شاید دوسرے درخت سے بھی کھانے مین رضاے الٰہی نہو
یہ جانتا تھا کہ اُس سے احتراز و اجتناب فرماتے لیکن بسبب وسوسہ شیطانی کے اگرچہ وہ سبب بعید تھا جرات و جسارت
کھانے پر فرمائی اور ایسی جسارت ارباب صفوۃ کے واسطے بمفاد حَسَنَاتُ الْأَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِينَ مورث عتاب
رب الارباب کی ہوتی ہے چنانچہ یہ ضرور ہے کہ معاتب ہوے اور بعد اُسکے یہ توبہ و رجوع کرنے خدا کی طرف درجہ قبول
توبہ کو بوسیلہ اسماے مقدسہ ائمہ طاہرین علیہم السلام پہونچے چنانچہ ذکر توبہ آدم علیہ السلام مین منقول ہے کہ حق تعالی نے
وحی آدم علیہ السلام کی طرف بھیجی کہ اگر قبل صدور معصیت تو مجھسے سوال کرتا کہ تیرے پاؤن کو اس آزمائش مین
ثابت رکھوں اور تجھے تیرے دشمن کے مکر پر آگاہی کردون تو ہر آئینہ عطا کرتا لیکن جو کچھ میرے علم مین تھا وہ واقع ہوا
اب تجھے چاہیے کہ مجھسے بذریعہ محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام دعا کر تا تیری دعا کو قبول کرون پس اُسوقت
آدم علیہ السلام نے کہا کہ خداوندا بجاہ محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین و آل طیبین و طاہرین کے جو اُنکی اولاد سے ہونگے
تفضل کر مجھپر ساتھ قبول فرمانے میری توبہ کے اور بخشنے میری معصیت و لغزش اور پھیرنے کے مجھے اُس مرتبہ
کرامت پر جو پہلے مین رکھتا تھا پس حق تعالی نے فرمایا کہ تیری توبہ کو قبول کیا اور روے رضا و خوشنودی کو تیری
طرف لایا مین اور اپنی رحمتون کو اور نعمتون کو تیرے اوپر پھیرا اور جو مرتبہ کہ تو پہلے میرے مراتب کرامت سے رکھتا تھا
اُس سے زیادہ مراتب تک تجھے پہونچایا فقط - اب اِس بیان سے بخوبی ثابت ہوا کہ اصل ارادہ حق تعالی کا آدم علیہ السلام
کے پیدا کرنے سے زمین دنیا کا آباد کرنا تھا اور ہدایت فرمانا تھا اور بہشت مین لے جانا اسلیے تھا کہ اُنھین مدارج بہشت
و نعمات ابدی کو دکھاوے تا کہ اُنکا مشاہدہ اور اقرار و شہادت اُنکی اولاد کی تصدیق کو اور رغبت کو اعمال خیر کے کرنے مین
کافی و معین ہو اور باہر لانا زمین پر بہشت سے بذریعہ آزمائش خاص بنا بر مصالح و حکمتہاے بیشمار کے تھا کہ بعض
ظاہر ہین اور کچھ پوشیدہ خصوصاً اظہار علو مراتب محمد و آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین کہ اشرف و عمدہ مخلوقات الٰہی ہین

اور خاص انکے پیدا کرنے کے لیے سب آسمان و زمین اور جو کچھ انمین ہین پیدا ہوے اور نہی قرب شجرہ سے بطور استحباب تھی نہ بطور تحریم اور بطور اجمال تھی نہ بتصریح اور جو حضرت آدم علیہ السلام سے صادر ہوا وہ ہرگز از راہ معصیت نہ تھا بلکہ ترک اولی تھا اور وہ منافی عصمت نہین ہی فثبت المقصود لیکن جو کچھ روایات خیرہ مین وارد ہوا ہی اور اسکا موہم ہی کہ پہلے حضرت آدم کو توسل حضرات کے ساتھ گران گذرا بلکہ بعض روایات مین تعبیر بلفظ حسد واقع ہوئی ہی اور اُسے شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے بطور طعن شیعون پر ذکر بھی کیا ہی پس جواب اُسکا یہ ہی کہ اولا اخبار احاد مفید علم و بنائے اعتقاد نہین دوسرے ممکن یہ ہی کہ بفرض تسلیم مراد حسد سے غبطہ ہو اور وہ محل مواخذہ کا نہین ہی یا یہ کہ لفظ حسد یہان معنی حقیقی پر اپنے نہین ہی اور محض تخیل پر جبتک کہ آثار محاسدہ اُسپر مترتب نہون مواخذہ کرنے کی جگہ نہین ہی جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اپنے علم کی زیادتی کا خیال آیا تو اُس تخیل کے رفع فرمانے کو تاکہ بمرتبہ استکبار نہ پہونچ جاے مامور ہوے کہ حضرت خضر سے ہمنشینی اور استصحاب کرین پھر اگر حضرت آدم علیہ السلام کو بھی اپنی بزرگی کا خیال آیا اور اُسکی رخنہ بندی کے لیے قبل وقوع خدا کی طرف سے اُنکے حفظ کو یہ امر واقع ہوا ہو تو محل تعجب نہین ہی علاوہ اسکے جب یہ بذریعہ اخبار متواترہ ثابت ہی کہ حق تعالی نے عہد ولایت محمد و آل محمد کو سب سے لیا اور ایک فرشتہ کو کہ عہد اُسکا نام تھا بہشت مین خلق فرمایا کہ اُسنے حضرت آدم سے اس عہد کو لیا تھا اور اصل حجر اسود وہی ملک ہی کہ تا قیامت اولاد آدم پر شاہد عہد مقرر کیا گیا اور اسی لیے حج واجب ہوا کہ ایکبار اُسکے سامنے ہر مسلمان کو ضرور ہی کہ حاضر ہو کر اپنے عہد کا شاہد کرائے بالجملہ جب یہ ولایت حق تعالی کے نزدیک لائق اہتمام تھی تو اس سے بہتر تکمیل ولایت کے لیے کیا بات تھی کہ جب اُنکے ذریعہ ہمارے آدم علیہ السلام فائز المرام ہونگے تو کسقدر حسن ظن انکو اور اُنکی اولاد کو اُنکے ساتھ بہم پہونچیگا اور کیا محبت صادق اُنسے ہوگی جو خدا کو پسند ہی اور اُسکے لیے مامور فرمایا ہو لیکن جو قرآن مجید مین وارد ہوا ہی فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا اُسکی شان نزول مین بھی روایات عدیدہ حضرات اہل سنت نقل فرماتے ہین جس سے نسبت شرک العیاذ باللہ حضرت آدم کی طرف لازم آتی ہی جیسا کہ جناب آخوند مجلسی علیہ الرحمہ نے کتاب اربعین مین فرمایا ہی کہ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر مین کہا ہی کہ ابن عباس سے تفسیر آیہ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ مین مروی ہی کہ مراد اس نفس سے نفس آدم ہی اور وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا کے معنی یہ مین کہ حوا کو پہلو کی ہڈی سے حضرت آدم کی پیدا کیا بدون اسکے کہ حضرت آدم کو کچھ اذیت پہونچے فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ فَلَمَّا أَثْقَلَتْ دَعَوَا اللَّهَ لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ یعنے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت حوا کے ساتھ نزدیکی کی تو حاملہ ہوا اور ابتداے حمل مین سبکبار تھی اور بعد اُسکے زیادہ بار بہم پہونچا یا اُسوقت دونون نے دعا کی کہ خداوندا اگر فرزند صالح اور مستوی الخلقہ ہمکو عطا فرما تو ہم تیرے شکرگذارون مین ہونگے اور اسی روایت مین ابن عباس اس جملہ کی تفسیر مین

کہتے ہین کہ جب مان کے پیٹ مین بچے نے گرانی بہم پہونچائی تو شیطان حوّا کے پاس صورت انسانی مین آیا اور کہا کہ یہ بار جو تیرے پیٹ مین ہی کیا چیز ہی مین ڈرتا ہون کہ تیرے پیٹ مین کتا یا کوئی اور چارپایہ ہو اور مین نہین جانتا کہ یہ بار کس طرح تیرے پیٹ سے باہر آئیگا آیا تیرے پیٹ کو پھاڑ نکلے یا کوئی اور راہ دوسری ایسی بنائی جائیگی جس سے تیری ہلاکت ہو اُسوقت حوّا ڈرگئین اور حضرت آدم سے بیان کیا پس دونون بزرگوار اِس جہت سے مغموم و مہموم و متفکر ہوے اُسکے بعد پھر آیا اور کہا کہ اگر خداوند عالم سے دعا کرو کہ فرزند نیک صحیح الخلقۃ تمکو کرامت فرماے کہ مثل تمھارے اعضا و صورت مین ہو اور پیٹ سے باہر آنا اُسکا بسہولت ہو تو عبد الحارث اُسکا نام رکھو تو بہتر ہوگا اور شیطان کا نام آسمان پر ملائکہ مین بنام حارث مشہور تھا پس جب حق تعالی نے فرزند انھین عنایت فرمایا تو اُسکا نام عبد الحارث رکھا اور یہی معنی ہین قول حق سبحانہ تعالی کے فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ اور واقع مین یہ ہی کہ یہ تفسیر باطل ہی اور جو کچھ اِسکے موافق اخبار طریقۂ عامیہ سے بھی وارد ہوے ہین وہ بھی از روے تقیہ ہین تفسیر صحیح اِسکی وہ ہی جو جناب امام رضا علیہ السلام نے مامون رشید کے جواب مین فرمایا جبکہ اُسنے اِس آیہ کی تفسیر کو پوچھا اور وہ یہ ہی کہ حوّا پانچ سو بار حضرت آدم سے صاحب حمل ہوئین اور جنین اور ہر بار ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہوتی تھی اور حضرت آدم و حوّا نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اگر نسل صحیح و سالم انھین کرامت فرماے تو از جملہ شکر گذاران وہ ہون پس جب حق تعالی نے انھین نسل صحیح و سالم امراض اما ہات سے دونون صنفون سے یعنے بیٹا اور بیٹی کرامت فرمائی تو اُن دونون صنفون نے جو کچھ کہ خدا نے انھین عطا فرمایا تھا اُسمین اور شریک قرار دیے اور خدا کی شکر گذار نسل اپنے مان باپ کے نہوے اور حق تعالی برتر ہی اُس سے جو شرک لاتے تھین شرک لانے والے اور یہ تاویل بہت صحیح ہی اور اِس آیہ مین تاویل کرنے کے سوا کچھ چارہ نہین ہی کیونکہ باتفاق فریقین انبیا وقت نبوت کفر و شرک سے بری ہین اور ایک وجہ لطیف اور بھی بعضے مفسرین نے لکھی ہی اور وہ یہ ہی کہ بت پرست بت پرستی کو حضرت آدم کی طرف منسوب کرتے ہین پس حق تعالی نے مقام انکار مین فرمایا کہ حضرت آدم و حوّا ایسے تھے کہ خدا یتعالی سے دعا کرتے تھے کہ اگر انھین فرزند صالح السلیم الخلقۃ کرامت فرماے تو یقینًا شکر گذارون سے ہونگے پھر کیونکر ہو سکے کہ بعد اِسکے کہ حق تعالی اُنکی آرزو بر لاے شریک خدا کے لیے وہ دونون قرار دین تو گویا اِس مفسر نے جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ کو استفہام انکاری قرار دیا ہی اور سوا اِسکے اور بھی یہ احتمال ہی کہ یہ آیہ حضرت آدم و حوّا کی شان مین نہو جیساکہ قفال نے اِس جواب کو اِس طرح بیان کیا ہی کہ مراد اُس سے یہ ہی کہ حق تعالی نے ہر ایک کو تم مین سے نفس واحد سے پیدا کیا ہی اور اُسی کی جنس سے ایک یاک عورت اُسے کرامت فرمائی ہی پس جب شوہر اپنی زوجہ کے ساتھ نزدیکی کرتا ہی اور وہ باردار ہوتی ہی تو دونون آرزو کرتے ہین کہ اگر خدا یتعالی انھین فرزند صحیح و سالم عطا فرماے تو شکر گذار ہونگے پھر جب خدا انھین آرزو کے موافق اُنکے دیتا ہی تو اِس عطا مین دونون

شریک کرتے ہین جیسا کہ حکماے طبیعی کہتے ہین کہ یہ فعل طبیعت کا ہی اور منجمین ستارون کی طرف اور بت پرست اصنام کی طرف نسبت دیتے ہین پس گویا یہ ضرب المثل ہی مشرکین کے لیے تعالیٰ اللہ عما یشرکون علاوہ اسکے بنابر تفسیر اول کے جو ابن عباس سے منقول ہوئی بالفرض اگر حضرت آدم نے اپنے بیٹے کا نام عبد الحارث رکھا تو دو حال سے خالی نہین ہی یا محض علم قرار دیا تھا تو قباحت استلزام کی لازم نہین آتی یا معنی اضافی کو اعتقاد کرتے ہین یعنے بندہ شیطان تو یہ کفر محض وصریح ہی کہ کوئی عاقل اسے تجویز نہ کرے گا اور اسی لیے مفسرین نے بہت تقدیرین اس آیہ کے معنی مین تاویلات ذکر کیے ہین تذییل ذکر تقیہ مین اور یہ کہ پیغمبرون پر اور انکے اوصیاؤن پر تقیہ کیا جائز ہی اور کیا جائز نہین ہی چونکہ فصل مذکور عصمت انبیا کے اثبات مین تھی اسلیے بیان ضرور ہوا کہ اگر کوئی امر انسے خلاف عصمت کے کسی حال مین ظاہر ہو تو اسے محمول تقیہ پر کرنا چاہیے اب یہ جاننا چاہیے کہ علامہ قوشجی نے شرح تجرید مین کہا ہی کہ کفر پیغمبر پر جائز نہین ہی لیکن بعض خوارج نے اسے تجویز کیا ہی اسلیے کہ انکے نزدیک ہر گناہ کا ارتکاب مستلزم کفر ہی اور گناہ کو پیغمبر کی نسبت تجویز کرتے ہین اور شیعون نے تجویز کیا ہی کہ اظہار کفر کا پیغمبرون کے لیے تقیہ کی راہ سے اور حفظ جان کے لیے ہلاکت سے جائز ہی اور یہ رد کیا گیا ہی ساتھ اس بات کے کہ احق اوقات تقیہ کے لیے ابتداے دعوت ہی بسبب اسلام کے ضعیف ہونے کی اور شوکت مخالف کے قوی ہونے کی اور شاہ عبد العزیز دہلوی نے قول خوارج کی طرف اشارہ کرکے کہا ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ جو کچھ فرقہ خوارج بصراحت کہتے ہین تقیہ کو وہ فرقہ امامیہ در پردہ کہتے ہین اور پھر دوسرے مقام پر کہا ہی کہ انبیا جھوٹ کہنے سے معصوم ہین اور امامیہ کہتے ہین کہ انبیا کو جھوٹ بولنا جائز ہی بلکہ واجب ہی پیغمبرون پر کہ تقیہ کی راہ سے جھوٹ بولین اور قول ابراہیم علیہ السلام کو جو انھون نے فرمایا تھا انی سقیم اسی معنی پر حمل کرتے ہین حالانکہ اگر کذب جائز ہو پیغمبرون پر اگرچہ از روے تقیہ کیون نہو تو اعتماد و وثوق انکے کلام پر باقی نہین رہتا اور بعثت کی غرض ٹوٹ جاتی ہی اور تقیہ پیغمبرون پر جائز نہین ہی والا تبلیغ احکام الٰہی کبھی نہو سکے کیونکہ اول امر مین جب کوئی مددگار انکا نہو تقیہ کی حاجت بہت ہی لیکن اگر اسوقت وہ خلاف حکم الٰہی بجالائین اور آدمیون کے ایذا پہونچانے سے ڈرجائین پھر حکم الٰہی کس طرح معلوم ہو فقط انتہی کلامہ لیکن اس کلام پر چند ایراد وارد کیے گئے ہین پہلے یہ کہ پیغمبرون کا عمل کرنا تقیہ پر حضرات اہل سنت کی بھی کتابون سے ثابت ہوتا ہی پس جو کچھ انھون نے فرقہ امامیہ پر وارد کیا وہ مشترک الورود ہوگا اور وہ تشنیع ایسی ہوگی جو کوئی اپنے نفس پر اور اپنے مذہب کے علما پر کرے کیونکہ قاضی بیضانے تصریح کی ہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدت مدید تقیہ مین بسر کی ہی جہان کہ تفسیر کی ہی قول خداوند تعالیٰ کی جو خطاب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف فرماکر ارشاد کیا ہی وَلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ اور یہ لفظ قاضی بیضاے بعینہ فانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کان یعایشہم بالتقیۃ انتہی

دوسرے یہ کہ تقیہ کا مطلقاً ثبوت بنص قرآنی ظاہر ہے اس صورت مین طعن تقیہ پر حاکم الٰہی پر طعن ہوتی ہے حیث
قال عزّ وجلّ لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذلک فلیس من اللّٰہ فی شیء الا ان
تتقوا منهم تقٰیة ویحذرکم اللّٰہ نفسه والی اللّٰہ المصیر یعنی مومنین قرار نہ دین کافرون کو دوستدار اپنے سوا مومنون کے
اور جو کوئی کہ ایسا کرے گا وہ نہین ہے درجہ اطاعت مین خدا کے مگر یہ کہ حذر کرین انسے از روے تقیہ کے پس اب
کوئی وجہ انکار مطلق کی اسکے بعد نہین ہے اور حضرات اہل سنت بھی اگرچہ بظاہر حال تقیہ سے انکار کرتے ہین
اور اپنے قیاس مین اُسے حکم نفاق مین قرار دیتے ہین کیونکہ تقیہ نفاق کو کہتے ہین کہ دونون مین امر کا پوشیدہ کرنا
اور اُسکے خلاف کا ظاہر کرنا اور نفاق حرام ہے تو تقیہ بھی حرام ہوگا حالانکہ فرق ظاہر ہے کیونکہ نفاق یہ ہے کہ کفر کا
اعتقاد رکھے اور اُسے پوشیدہ کرے اور تقیہ یہ ہے کہ حق کا اعتقاد رکھے اور اُسے دل مین اہل باطل کے خوف سے
چھپاوے خواہ وہ اہل باطل کفار ہون یا فجار ہون لیکن جابجا اعتراف جواز تقیہ کا اُن حضرات کے بھی علما کی
زبان سے ثابت ہے جیسا کہ قاضی بیضاوی نے بھی اسی آیہ کی تفسیر مین کہا ہے الا ان تخافوا منهم امرا یجب اتقائه
یعنے موالات و دوستی کفار کی حرام ہے مگر یہ کہ انکی جانب سے ڈر کسی بات مین کہ تقیہ و احتراز اُسمین واجب و
لازم ہو جائیگا اور مفسر بیضاوی نے نقل کی ہے کہ قراء سبعہ سے یعقوب نے تقاۃ کی لفظ کو صحیحاً بلفظ تقیہ
پڑھا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ خداوند عالم نے کفار کی دوستی سے ظاہراً و باطناً منع کیا ہے ہر وقت مین مگر وقت خوف مین
اسلیے کہ اظہار موالات اس وقت مین جائز ہے اور مفسر تفسیر کبیر نے بھی اپنی تفسیر مین اسی آیہ کے بیان مین لکھا ہے
کہ تقیہ اپنے حفظ نفس کے لیے جائز ہے اور آیا حفظ مال کے لیے بھی جائز ہے پس محتمل یہ ہے کہ جائز ہو کیونکہ پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے کہ من قتل دون ماله فهو شهید اور اسلیے کہ حاجت مال کی طرف بہت شدید ہے
اور اس جہت سے کہ جب پانی سونے کی قیمت کے موافق فروخت ہو تو وضو کا واجب ہونا ساقط ہوتا ہے
اور تیمم پر اکتفا روا ہوتا ہے تاکہ اسقدر مضرت مال کی مکلف پر عائد نہو پھر کس طرح تقیہ ایسے مقام پر جائز نہو
اب لائق ملاحظہ ہے کہ جب اعاظم علما یہ فتوی دین تو جن حضرات نے کہ تقیہ کا نام نفاق رکھکر حرام قرار دیا
وہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے اور سوا اضطراب کے اسے کیا کہہ سکتے ہین لیکن بعض حضرات نے اُنمین سے کہا ہے کہ یہ حکم
صدر اسلام مین ثابت تھا بسبب اسکے کہ مومنین ضعیف تھے لیکن بعد قوت اسلام یہ حکم باقی نہ رہا اور
اس کلام کا بھی حال ظاہر ہے کیونکہ جب ضعف اسلام بقوت مبدل ہو تو البتہ جماعت مسلمین کے لیے مقام
تقیہ باقی نہین رہا کیونکہ خوف زائل ہوا اور تقیہ خوف کے ساتھ منوط ہے لیکن یہ بات اس سے کہان لازم آتی ہے
کہ تقیہ کا حکم ساتھ متحقق ہونے شرائط کے بھی منسوخ و منقطع ہوا ہو کیونکہ جب تقیہ کی علت ضعف ہوا اور
ضعف مرتفع نہین ہوا اگر مجموع سے جبکہ وہ مجموع ہون اور ایک دو مسلمان اگر کفار کے ہاتھ پر گرفتار ہو جائین تو ضعیف

ہر وقت موجود ہی اگرچہ وقت شوکت اسلام کیون نہو پس کیا حال ہی جبکہ اسلام پھر ضعیف ہو جاے جیسا کہ ابتدا
مین تھا اور اسکی طرف اشارہ اس خبر مین جو پیغمبر کی طرف منسوب ہی موجود ہی جو فرمایا ہی کہ سَیَعُودُ الدِّیْنُ غَرِیْبًا
کَمَا بَدَأَ اور اسوقت مین کیونکر کہہ سکتے ہین کہ تقیہ صدر اسلام مین جائز تھا بعد کھیلنے اسلام غیر جائز ہی بلکہ
حکم تقیہ بالمرہ منقطع نہین ہوا اور نہین ہو سکتا بلکہ وقت حاجت تقیہ تا روز قیامت باقی ہی اور اسی جگہ سے ہی
کہ حسن بصری سے موافق روایت بخاری باب اکراہ مین منقول ہی اَلتَّقِیَّۃُ حَلَالٌ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَیْ اَنَّہَا بَاقِیَۃٌ وَجَائِزَۃٌ
اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ جیسا کہ کنز العرفان مین اسکے ساتھ تصریح کی گئی ہی اور مفسر تفسیر کبیر نے بھی بعد نقل کرنے اس
قول کے کہا ہی کہ یہ قول اولی ہی اسلیے کہ دفع ضرر نفس سے بقدر امکان واجب ہی انتہی اور یہ دلیل عقلی
جواز بلکہ وجوب تقیہ پر ہی جیسا کہ ہمارے علمانے ذکر کیا ہی لیکن البتہ بظاہر محل تعجب یہ ہی کہ شاہ صاحب نے
دلیل عقلی و نقلی کسی پر لحاظ نہین کیا اور یکبیر حکم انقطاع تقیہ دیا اور حال خوف و امن کو جدا نہ کیا اور معنی
تقیہ اور شرائط پر اسکے توجہ نہ کی بلکہ جو خبر ابیان تقیہ کے ترک سے بعض اصحاب کبار کو پہونچین کہ وہ تجربہ اہل
اسلام کو کافی ہین اُسے بھی یاد نکیا جیسا کہ کتاب حمیدی و در منثور مین بتصریح منقول ہی تیسرا ایراد جو شاہ پر وارد ہوتا ہی
وہ یہ ہی کہ فریقین بمقام تبلیغ قائل جواز تقیہ انبیا کے نہین ہین اور تقیہ کا فی الجملہ جائز ہونا باعث اسکے تجویز کا
ہر جگہ نہین ہوتا یہان تک کہ کارخانہ تبلیغ معطل ہو جاے اور ساتھ اسکے یہ بات ہی کہ شیعون کے علما کے کلام مین
یہ بھی واقع نہین ہی کہ پیغمبرون نے جھوٹ یا کلمہ کفر کہین خود کہا ہو اور برسبیل تنزل یہ بات کہی جاتی ہی کہ کلام
تقیہ کا حقیقت کفر و کذب سے باہر ہی پس اُسمین کسی کو ملامت کرنے کا مقام نہین ہی اور دلیل اسپر قول خداوند
علیم جو فرمایا ہی کہ اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ مَنْ کَفَرَ بِاللّٰہِ مِنْ بَعْدِ اِیْمَانِہٖٓ
اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ وَلٰکِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْکُفْرِ صَدْرًا فَعَلَیْہِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰہِ وَلَہُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ فاضل زمخشری نے کشاف مین
کہا ہی کہ معنی آیہ یہ ہین کہ مفتری کذب نہین ہین مگر وہ اشخاص جو کافر ہو جائین بعد ایمان کے اور حق تعالی نے
استثنا فرمایا اُسنے اُس شخص کو جو اکراہ کیا گیا ہو اور جبر سے اُسنے کہا ہو پس وہ حکم افترا سے خارج ہی بعد اسکے
حق تعالی فرماتا ہی کہ لیکن وہ اشخاص کہ بخوشی خاطر اور دل سے اور انشراح صدر سے کلمہ کفر زبان پر لائین
پس اُنپر خدا کی طرف سے غضب نازل ہوگا لفظ فاضل زمخشری مَنْ شَرَحَ بِالْکُفْرِ صَدْرًا مین یہ ہی کہ اَیْ طَابَ بِہٖ
نَفْسًا وَاعْتَقَدَہٗ یعنے جو کہ بطیب خاطر اور باعتقاد باطن تکلم بکلمہ کفر کرین وہ مورد غضب ربانی ہوتے ہین اور جو
روایت کی ہی فاضل زمخشری اور قاضی بیضاوی اور دیگر مفسرین حضرات اہل سنت نے شان نزول مین اس
آیہ کی بتفاوت قلیل منجملہ اسکے روایت قاضی بیضاوی لکھی جاتی ہی کہ کفار قریش نے عمار صحابی رسول پر اور اُنکے باپ
یاسر اور مان اُنکی سمیہ پر اجبار کیا اسلیے کہ اسلام کو ترک کرو پس سمیہ کو دو اونٹون کے بیچ مین باندھا اور حربہ اُنکے

قبل مین داخل کیا اور کہا کہ تو اپنے مردون کی محبت مین مسلمان ہوئی تھی اور مار ڈالا انہین بعد اسکے انکے باپ یاسر
کو قتل کیا اور یہ دونون اول کشتگان اسلام مین ہین اور عمار نے جو جو کچھ وہ کہنا چاہتے تھے کلمات کفر کا از روے
اکراہ و جبر اپنی زبان سے کہا بعد اسکے یہ سرگذشت پیغمبر خدا کی خدمت مین عرض کی گئی اس طرح کہ عمار کافر ہوگئے
حضرت نے فرمایا کہ ایسا نہین ہی عمار بھر گیا ہی ایمان سے از سر تا قدم اور ایمان عمار کے گوشت و خون مین آ گیا ہی
بعد اسکے عمار حضرت کی خدمت مین آئے درحالیکہ روتے تھے حضرت انکی آنکھ سے آنسو پوچھتے جاتے تھے اور
فرماتے تھے کہ تیرے لیے کیا قباحت ہی اگر پھر آئین وہ اسی طرح چاہین تو جو کچھ کہا ہی پھر بھی کہنا اسکے بعد قاضی بیضاوی نے
کہا ہی کہ یہ قول اسکی دلیل ہی کہ بروقت اکراہ کلمہ کفر کا کہنا جائز ہی پس محض تکلم بکلمہ کفر مقام خوف ہلاکت مین بنص قرآن
و روایات و اقوال فریق ثانی بھی نہ کفر ہی جیسا کہ مفسر بیضاوی نے کہا ہی وقلبہ مطمئن بالایمان فیہ دلیل علی
ان الایمان ھو التصدیق بالقلب اور نہ اقرار ہی بسبب قول فاضل زمخشری کے جو انہون نے کشاف مین کہا ہی
واستثنی منہ المکرہ فلم یدخل تحت حکم الافتراء اور تفسیر من شرح بالکفر صدراً مین کہا ہی کہ ای طاب بہ نفساً واعتقدہ
پس جبتک کہ اعتقاد کفر کا نہو صادق نہین آتا اور کذب و کفر عند الضرورت اسکے حکم سے مستثنی ہین اور قباحت سے
معرا ہین اور جو طعن کہ فاضل قوشجی اور شاہ صاحب دہلوی نے کی ہی بنا بر اس تقریر کے بیجا ہی کیونکہ فریقین کے
درمیان مین کفر و کذب کی تجویز مین عند الاکراہ کچھ فرق باقی نہین ہی مگر اسی قدر کہ اہل سنت تقیہ کے لیے رخصت
دیتے ہین اور اسکے ترک کو سنت اور افضل جانتے ہین بنا بر اسکے جو مروی ہی کہ مسیلمہ کذاب نے دو شخصون کو
اصحاب پیغمبر سے گرفتار کیا پس ایک سے پوچھا کہ محمد کو کیا جانتا ہی اسنے کہا رسول خدا مسیلمہ نے کہا کہ مجھے کیا جانتا ہی
اسنے کہا اسی طرح اسے چھوڑ دیا بعد اسکے دوسرے سے پوچھا کہ محمد کون ہین کہا رسول خدا کہا میرے حق مین کیا کہتا ہی
اسنے کہا مین بہرا ہون سنتا نہین پھر اس سے وہی کہا اسنے کہا کہ مین بہرا ہون پھر تیسری بار اسی طرح کہا اور اسنے
وہی جواب دیا یہان تک کہ اسنے قتل کیا پس جب یہ خبر جناب سید البشر کو پہونچی تو فرمایا کہ پہلے شخص نے عمل کیا
رخصت اور اجازت پر خدا تعالی کی اور جسنے اظہار حق کیا اسے مبارک ہو فقط لیکن واضح ہو کہ یہ قول ہی اور فعل
علما کا انکے جو سنا اور دیکھا گیا وہ محض تقیہ ہی چنانچہ شیخ علی حزین نے شیخ جلال الدین سیوطی سے نقل کیا ہی کہ انہون نے
تاریخ الخلفا مین ذکر کیا ہی کہ مامون عباسی نے اپنے نائب کو لکھا کہ سات شخصون کو میرے پاس بھیجدے اور انکے نام
لکھے منجملہ انکے محمد بن سعد کاتب واقدی تھا اور یحیی بن معین اور اسمعیل بن ابی مسعود تھے جب وہ ساتون نفر مامون کے
پاس حاضر آئے تو اسنے امتحاناً قول قرآن کے مخلوق ہونے کا پوچھا انہون نے تصدیق کی یہ کہکر فاضل سیوطی نے
کہا ہی کہ ان سب کے طلب کرنے کا سبب یہ تھا کہ پہلے انہون نے جواب دینے مین توقف کیا تھا جب بلایا تو تقیہ کی
راہ سے اسکے جواب مین کہہ دیا اور قاضی خان کے فتاوے مین مذکور ہی کہ ابراہیم نخعی خطبہ جمعہ کے سننے کے بیچ مین کلام

کرتا تھا جب اُس سے کہا کہ یہ تو کیا کرتا ہی تو اُسنے کہا اِنّی صَلّیتُ الظُّھرَ فِی دَارِی ثُمَّ رَجَعتُ اِلَی الجُمعَۃِ تَقِیَّۃً یعنے مین گھر مین نماز ظہر پڑھ چکا ہون تقیہ کی راہ سے نماز جمعہ مین آیا ہون اور جمہور نے ابن عباس سے روایت کی ہی کہ وہ میراث مین عول کو باطل جانتے تھے جب اُنسے کہا گیا کہ زمان عمر مین کیون اِس البطال کا ذکر نکیا تو اُنھون نے کہا کہ کَانَ رَجُلاً مُھِیبًا خَفتُہٗ یعنے اسکے ڈر سے مین نے نہ کہا تھا اور بخاری نے باب المداراۃ مع الناس مین ابو درداء سے نقل کیا ہی کہ وہ کہتا تھا کہ ہم ایک جماعت کے منھ پر ہنستے تھے اور دل ہمارے اُنھین لعنت کرتے اب اِس سے صاف ظاہر ہی کہ تقیہ اسلاف کا شعار تھا اور راقم رسالہ نے بادشاہ ملک اودھ کی صحبت مین جسقدر حضرات اہل سنت کو تقیہ کرتے دیکھا ہی اگر لکھون تو اُن حکایات سے براسہ ایک کتاب ہو پس حقیقت مین اُنکے افعال سے بھی ظاہر ہی کہ رجحان محل خوف وضرر مین اختیار تقیہ کو ہی لیکن یہ کہہ دیتے ہین کہ محل خوف مین بھی ترک تقیہ راجح ہی اور علماے امامیہ کے نزدیک حکم رجحان تقیہ اور عدم رجحان تقیہ مین ایسے مقامات مین اختلاف ہی کہ انشاء اللہ تعالیٰ اسکی تفصیل لکھی جاے گی بالجملہ بعض روایات سے اہل عصمت کے اولویت تقیہ کی اِن مقامات مین ظاہر ہوتی ہی جیسا کہ تفسیر صافی مین حضرت صادق علیہ السلام سے مروی ہی کہ پوچھا اُن حضرت سے کہ گردن کا بڑھانا اور مہیاے مرگ ہونا محبت مین جناب امیر علیہ السلام کے جبکہ ناصبین عداوت کا غلبہ ہو آپکے نزدیک محبوب تر ہی یا تقیہ اُن حضرت نے فرمایا کہ رخصت تقیہ محبوب تر ہی آیا نہین سنا قول حق تعالیٰ کو اِلَّا مَن اُکرِہَ وَقَلبُہٗ مُطمَئِنٌّ بِالاِیمَانِ اور ظاہر تقریب استدلال باوصف اسکے کہ آیہ کریمہ مین سوا استثنا کے کوئی اور بات جو دلالت رجحان تقیہ پر رکھتی ہو نہین ہی یہ ہو کہ جب تقیہ بمقتضاے استثنا کے ایسے مواضع مین منظور ہو پس مصالح ملحوظہ تکمیل تقیہ بین بے معارض کے موثر ہونگے اور کافی کلینی مین حبیب ابن بشیر سے جناب صادق علیہ السلام سے مروی ہی کہ فرمایا کہ میرے والد بزرگوار فرماتے تھے لَا وَاللّٰہِ مَا عَلَی وَجہِ الاَرضِ مِن شَیءٍ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ التَّقِیَّۃِ اور اسی معنی مین اور بھی روایات وارد ہوئی ہین اور بعض علما نے کہا ہی کہ شائد اس ارشاد کی وجہ ابقاے نسل مومنین ہو اور فی الحقیقت اگر زمانہ بنی اُمیہ و بنی عباس مین شیعہ کاربند تقیہ نہوتے تو یقینی بالمرہ استیصال ہو جاتا اور تعجب نہین ہی کہ منشاء زیادہ طعن وتشنیع کا اب ہی تقیہ پر باوصف اسکے کہ علماے حضرات اہل سنت قائل اور مجوز تقیہ ہین بلکہ عامل تقیہ ہین جیسا کہ گذرا اسی لیے کہ تا عوام شیعہ اس دار وگیر وافترا سے بسبب غیرت کے دل تنگ ہو کر جہان تقیہ چاہیے وہان عوض اخفا کی ظاہر کرین اور اپنے تئین ہلاکت مین ڈالین کہ اُس سے دشمنون کی آنکھین اور دل سرد ہون اور ہر چند رخصت اذن کو کہتے ہین اور اذن تقیہ کے مباح ہونے کے جو معنی اخص ہی ظاہر ہی اور محبوب تر ہونا مشعر استحباب کے واسطے ہی لیکن اذن کا مشتمل ہونا اپنے معنی اعم مین جواز ولزوم کو بھی بہت آیا ہی اور اسی طرح محبوب تر ہونا بھی استحباب و وجوب کو عام ہی پس تقیہ کے واجب ہونے کے ساتھ جو بقول حق تعالیٰ وَلَا تُلقُوا بِاَیدِیکُم

الی التہلکۃ ثابت ہو مگر اُس جگہ کہ استثنا کیا گیا ہی کوئی منافات نہین ہی اور واقع مین یہ ہی کہ تقیہ ایک حکم ہی
احکام الٰہی سے اور وہ بحسب شرائط مختلف بافراد مکلفین ہی اور اسی طرح بحسب مصالح اوقات اور اختلاف انواع
حالات اور ضرورات مثل شدت خوف او خفیف ہونا اُسکا اور پایا جانا مصلحت کا اُسکے کرنے مین اور ترک کرنا
اُسکا بخصوص تکالیف انبیا اور اوصیا کا ایک طریقہ پر نہین ہی اور ہر ایک جس طرح مامور ہوا اُس طرح وہ عمل مین لایا
اور اپنے نفس کو ہلاکت مین ڈالنا مطلقاً ممنوع نہین ہی ورنہ راہ خدا اور جہاد اعدا مین مارے جانے کا دروازہ بند
ہو جاتا اور جو عمدہ اور بزرگترین قربات ہی وہ ترک ہو جاتے اس صورت مین مراد نہی سے جو کلام الٰہی مین وارد ہی
یہ ہی کہ بدون جہت شرعی اور حکم الٰہی کے اپنے تئین ہلاکت مین نہ ڈالے اور یقینی ہلاکت اسی کا نام ہی کہ جو نتیجہ شرعی
پر نہو اور مصداق خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃَ کا ہو نہ وہ موت کہ موافق احکام الٰہی ہو کیونکہ یہ موت سعادت ابدی اور
حیات ہی جیسا کہ حق تعالیٰ قرآن مین فرماتا ہی وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّہِمْ یُرْزَقُوْنَ
فَرِحِیْنَ بِمَا اٰتٰہُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ یعنے گمان نکرو اُن اشخاص کو کہ جو راہ خدا مین مارے گئے کہ وہ مردہ ہین بلکہ
زندہ ہین اپنے پروردگار کے پاس کہ روزی دیے جاتے ہین نعمتہاے الٰہی سے اور خوش و خورم ہین اُس خیر سے جو
حق تعالیٰ نے اُنھین کرامت فرمائی ہی اور جب یہ سب کچھ سمجھا گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرات اہل سنت بھی
بمفاد آیہ اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ کلمہ کفر و کذب کے ساتھ کلام کرنا تجویز کرتے ہین اور اُسے کفر اعتقادی
اور اُس جھوٹ بولنے سے جو برا ہی مستثنیٰ کرتے ہین جیسا کہ تصریحات کلام فضلا کے اُنکے مذکور ہوے اب محل غور
و انصاف ہی کہ آیا انبیا جسوقت کہ حکم حتمی تبلیغ کا نہو اس کلیہ مین داخل ہین یا خارج اگر داخل سمجھین جائین تو طعن
مشترک ہوتی ہی اور پیغمبرون کی شان اس سے بزرگ و بلند جانین تو معلوم ہوا کہ تجویز تقیہ مطلق کی مستلزم تجویز
تقیہ پیغمبران کی بروجہ خاص نہین ہی اور جب یہ ہوا تو یہ کیونکر کہا جا سکتا ہی کہ شیعون کے نزدیک بھی تقیہ پیغمبرون
پر اس طرح خارج از بحث نہین ہی اور کب شیعون نے کہا ہی کہ تقیہ ہر صورت مین اور ہر مقام پر جائز یا واجب
ہی اور اگر شیعون کا اعتقاد عموماً ایسا ہی ہوتا تو معرکہ حسینیہ مین جو روز عاشورا کربلا مین واقع ہوا کس طرح
ترک تقیہ کے قائل ہو جاتے اور اُسے جائز و روا رکھتے بالجملہ اب مناسب مقام یہ ہی کہ کچھ تفصیل تقیہ انبیا و
اوصیا کی لکھی جاے کہ جس سے حقیقت امر ظاہر ہو اور کسی کو شبہہ مین ڈالنے کا اور بہکانے کا موقع باقی نہ
رہے انشاء اللہ تعالیٰ چوتھے یہ کہ جو شاہ صاحب نے تقیہ پیغمبران کو منع کیا ہی بظاہر اسکے معنی کچھ حاصل نہین ہوتے
کیونکہ حضرات اہل سنت ظاہر حال مین تو مطلق تقیہ سے انکار کرتے ہین اور نبی اور غیر نبی کسی کے لیے تقیہ کو
جائز نہین کہتے گو اثناے کلام مین تصریح بجواز و وجوب کر جائین لیکن وقت فتوی دینے کے انکار ظاہر کیے جاتے ہین اور
علماے شیعہ تقیہ کو پیغمبرون پر فی الجملہ اور غیر نبی کے واسطے سوا اُن مقامون کے جو مستثنیٰ کیے گئے ہین معنی عام سے

جائز جانتے ہین جیسا کہ ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے کتاب اکمال الدین و اتمام النعمہ مین لکھا ہی کہ ایک قوم
اہل حق سے تقیہ نبی اور تقیہ امام مین تفرقہ کرتی ہی اِس طرح سے کہ چونکہ نبی خود داعی ہوتا ہی اپنی نبوت کی طرف
پس اگر اسکو جائز ہو کہ تقیہ کی راہ سے اپنی نبوت کو پوشیدہ کرے تو حجت خدا کی باطل ہو جاے گی بخلاف امام
کہ اُسکی امامت کا بیان پیغمبر کا عہدہ ہی پس اگر خوف سے دشمنون کے اپنی امامت کو پوشیدہ کرے تو کچھ نقصان
نہین ہی اور بعد اسکے ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی کہ یہ کلام مجھے پسند نہین ہی بلکہ مین کہتا ہون کہ پیغمبر و امام کا
حال تقیہ کے بارے مین یکسان ہی پس جبکہ پیغمبر نے اپنی نبوت کو ظاہر کر کے موافق اپنے دعوے کے معجزہ ظاہر
کیا ہو اور اُسکے بعد پھر دشمنون کے خوف و غلبہ سے اگر اپنے پیغمبر ہونے کو پوشیدہ کیا ہو تو کوئی ضرر نہین اور
اِس سے موید وہ ہی جو صاحب مواہب نے روایت کی ہی قَالَ اَبُو عُبَيْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ مَا زَالَ النَّبِيُّ مُسْتَخْفِيًا
حَتّٰى نَزَلَتْ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ فَخَرَجَ هُوَ وَ اَصْحَابُهُ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْوَاقِدِيِّ كَانَ ذٰلِكَ بَعْدَ ثَلٰثِ سِنِيْنَ
مِنَ النُّبُوَّةِ وَهِيَ الْمُدَّةُ الَّتِيْ اَخْفٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ اَمْرَهٗ فقط اور جناب سید مرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی کہ پیغمبر کو جائز
نہین ہی کہ جو کچھ ساتھ مرسل ہوا ہی اُسے چھپاوے گو خوف قتل کا کیون نہو کیونکہ اُسے یقین حاصل ہی ساتھ اِس
بات کے کہ حق تعالی نے اُسے پیغمبری پر اپنی مبعوث فرمایا ہی اور وہ اُسے بچانے والا ہی قتل سے اُس وقت تک کہ
رسالت ادا کی جاے اور دعوت سنائی جاے نہین تو غرض بعثت ناقص ہو جاے گی بالجملہ پوشیدہ نہ رہے
کہ کلام اعلام اِس مقام پر خالی از اجمال نہین ہی پس جو کچھ کہ صدوق علیہ الرحمہ نے بعض اہل حق سے نقل کیا ہی
اگرچہ بحسب ظاہر اُس سے نفی تقیہ کی مطلقاً پیغمبرون سے سمجھی جاتی ہی لیکن اُنکی حجت جو ہی یعنی بطلان حجت خدا
کا اِس صورت مین کہ بسبب تقیہ کے ترک دعوت کرے اُنکی دلالت اسپر ہی کہ اظہار دعوت فی الجملہ واجب ہی
نہ ہر حال مین اور جبکہ اظہار دعوت قبل تقیہ کے پیغمبر کی طرف ہو چکی تو اظہار فی الجملہ جو واجب تھا ادا ہو چکا
پس کلام مطلق اُنکا محمول مقید پر ہوگا اور جناب علم الہدی نے جو فرمایا ہی وہ بھی خالی اجمال اور تسامح سے نہین ہی
بدو وجہ پہلے یہ کہ مارے جانے سے ڈرنا اور محفوظ رہنے کا قتل سے یقین کرنا اِن دونون امرون مین بظاہر
منافات ہی دوسرے یہ کہ جو مقام اظہار دعوت کے واجب ہونے کا ہی وہان خوف قتل اور مارے جانے سے
محفوظ رہنے کے یقین کو کیا دخل ہی کیونکہ خوف قتل خواہ حال دعوت مین ہو یا بعد دعوت کے ہو اگر مجوز تقیہ کا ہی
تو اظہار دعوت سے مانع ہوگا اور اگر مجوز تقیہ کا نہوگا تو یقین محفوظ رہنے کا وقت دعوت بھی درکار نہین ہی
اور جو کچھ کہ سمجھا جاتا ہی یہ ہی کہ جس مقام پر اظہار دعوت نبی پر واجب ہی وہان خوف ہرگز مانع نہین ہی اگرچہ
مودی بقتل کیون نہو جیسا کہ حضرت جرجیس پیغمبر کی حکایت مشہور ہی اور وہان تقیہ مرتفع ہی خواہ اپنے محفوظ
رہنے کا نبی کو یقین ہو یا نہو اور جس جگہ کہ مقام جواز تقیہ کا ہی وہان خوف فی الجملہ کافی ہی خواہ وقت حاضر مین ہو

یا آیندہ کے لیے متصور ہوا اور اسوقت کی عصمت کا مرتبہ آئیگی تو گویا مراد علم الہدی رحمہ اللہ کی یہی ہو کہ ایسے مقام
کہ اتمام حجت واجب ہو مہلت اتمام کی دینا حق تعالی کے ذمہ مین لازم ہو گو رفع تقیہ مین اُسے دخل نہو کیونکہ ایسے موقعہ
ہی اور ثواب شہدا کا ہمیشہ باقی رہتا ہی اور مولانا ے طبرسی علیہ الرحمہ نے ذیل تفسیر آیۂ وافی ہدایہ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ
الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ لکھا ہی کہ جبائی نے کہا ہی کہ یہ آیہ شیعیان امامیہ کے قول کے
باطل ہونے پر دلالت کرتا ہی جو وہ انبیا اور ائمہ علیہم السلام پر تقیہ جائز کہتے ہین ورنہ یہ کلام جبائی کا خود باطل ہی
کیونکہ امامیہ امام پر تقیہ جائز نہین جانتے مگر اس مادہ مین کہ جب دلیل قاطع جو علم کو مفید ہو قائم ہو اور خدا کی حجت
خلائق پر تمام ہو چکی ہو کہ کسی کو عذر و علت باقی نہو سب بر طرف ہو چکے ہون اور اگر اس مرتبہ مین نہو اور بدون
امام کے انکی معرفت حاصل نہو سکے اور کوئی حجت قطعی اُنپر قائم نہو تو ایسے مقام پر امام کو تقیہ کرنا جائز نہین اوسی طرح
پیغمبر کے واسطے بھی ہی کہ جب حجت و تبلیغ رسالت کو کسی تمام مین احکام شریعت سے بیان کر چکا ہو تو اوسوقت
مین جائز ہی کہ اگر مصلحت کا مقتضی دوسرے وقت مین ترک بیان ممکنا ہو تو کرے اور مولانا احمد اردبیلی علیہ الرحمہ نے
فرمایا ہی کہ اس عبارت سے صاف واضح ہوتا ہی کہ اس امر مین علماے امامیہ کے درمیان مین اختلاف نہین ہی اور
جو احتجاج جبائی نے کیا ہو اُسکے جواب مین کہا ہی کہ تو یہ جانتا ہی کہ یہ آیہ دلالت نفی تقیہ پر نہین کرتا کیونکہ اس سے
زیادہ نہین ہی کہ یہ نفی بھی ایک مطلق ہی اور اس مطلق کو ممکن ہی کہ جب خوف و ضرر نہو تو اسکے ساتھ مقید ہو جو خاطب
عموم کا ہی اور اسکے ساتھ یہ بات ہی کہ شیعہ انبیا پر تقیہ تجویز نہین کرتے فقط لیکن اس عدم تجویز سے مراد انکی یہ ہی کہ
فی الجملہ تقیہ پیغمبرون پر جائز نہین ہی نہ مطلقا اور کیونکر یہ نہو حالانکہ خود انھون نے کلام مولانا ے طبرسی کو جنمین
تجویز تقیہ کی فی الجملہ بہ نسبت انبیا کی تصریح کے ساتھ ذکر فرمائی ہی اور بعد اسکے کہا ہی کہ اسمین کوئی خلاف درمیان
امامیہ کے نہین ہی اگر کوئی شخص کہے کہ شیخ مقداد نے کنز العرفان مین یہ جواب احتجاج حضرات اہل سنت جو وہ تحریم
تقیہ کے لیے کہتے ہین کہ اگر تقیہ جائز ہو تو چاہیے کہ پیغمبرون پر اظہار کلمہ کفر کا بھی جائز ہو کہا ہی کہ خارج ہے بالاجماع
اور اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہی کہ تقیہ پیغمبرون پر بالاتفاق جائز نہین ہی تو پھر کیونکر علماے امامیہ اسکے خلاف
کہتے ہین تو جواب مین کہینگے کہ اس کلام مین گفتگو اظہار کلمہ کفر مین ہی اور نفی خاص دلالت نفی عام پر نہین کر سکتی
پس متفق علیہ یہ ہی کہ کلمہ کفر کا کہنا پیغمبر کو جائز نہین ہی نہ مطلق تقیہ اور کیونکر یہ نہو حالانکہ ادلہ جواز تقیہ مین بعد ذکر
کرنے دلیل وجوب دفع ضرر کے خود مقداد مرحوم نے کہا ہی لفظا انکا یہ ہی کہ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ
یُحَامِیْہِمْ یَوْمَ اُحُدٍ بِبَیْتِہٖ وَاَعْطَاہُمْ اُمُوْرًا ہُوَ مُحَارِبٌ عَلَیْہَا فِی الْبَاطِنِ وَہُوَ قَرِیْبٌ مِنَ التَّقِیَّۃِ اور جو کچھ کہ اس عبارت مین شیخ
مرحوم نے افادہ فرمایا ہی وہ صحیح ہی اور جواز تقیہ کے مویدات سے ہی کیونکہ تقیہ مین جو کچھ کہ ظاہر مین مخالف شرع ہی اور
لازم شرعی نہین ہی اُسے بنظر ضرورت و مصلحت کے عمل مین لایا جاتا ہی اور اس مصالحہ مین بھی جو جنگ حدیبیہ مین

واقع ہوئی اسی طرح وہ شروط جو شرعی نہ تھے مرعی ہوے کہ اُسکے لیے تاویل کی ضرورت پڑی جیسا کہ فاضل
قسطلانی نے مواہب مین کہا ہی کہ اگر کہین کہ کیا مصلحت تھی جو پیغمبر خدا نے صلح حدیبیہ مین سہیل سے یہ شرط
قبول کی کہ اگر کوئی مسلمان ملک کفار سے بھاگ کر حضرت کے پاس آے تو اُسے کفار پاس پھیر دین تو ہم کہینگے
کہ جو مصلحت اِس صلح مین ملحوظ تھی اُسی کے ثمرات ظاہرہ سے یہ ہی کہ آخر کو مکہ کی فتح اور اہل مکہ کا مسلمان ہونا یا اُن
جاوہ گر ہوا اور کس کثرت سے فوج فوج کفار کی آکر مسلمان ہوئی اور بخاری مین نقل کی ہی کہ جسوقت مصالحے کے
شرائط طی ہوتے تھے ابو جندل سہیل کا بیٹا جو کفار کے ہاتھ پر گرفتار تھا طوق و زنجیر کے ساتھ اسفل مکہ سے بھاگ
گر مسلمانون مین آیا اُسوقت سہیل نے جو قریش کی طرف سے وکیل تھا حضرت سے کہا کہ یہ پہلی چیز اُنمین سے ہی
جسکے لیے ہم گفتگو کرتے ہین آپکو چاہیے کہ اسی شرط کے موافق ہمین پھیر دیجیے حضرت نے فرمایا کہ ابھی صلحنامہ لکھا
نہین گیا بعد اُسکے رعایت شروط کی ضرور ہوگی اُسنے کہا کہ خدا کی قسم اِس صورت مین مصالحہ کو بگاڑ دونگا اور
ہرگز مین نہین کرتا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ میری خاطر سے اِسے چھوڑ دے اُسنے کہا ہرگز یہ بات کبھی
پھر مکرر حضرت یہ فرماتے تھے اور وہ انکار کرتا تھا جبکہ ابو جندل مایوس ہوا تو اُسنے کہا کہ اے معشر مسلمین مین
مشرکون کی طرف پھرا جاتا ہون حالانکہ مسلمان ہو چکا ہون آیا تم نہین دیکھتے کہ کسقدر صعوبت و سختی مینے
اُنکے ظلم سے کھینچی ہی ابن اسحٰق کہتا ہی کہ اُسوقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے اُسے فرمایا کہ اِصْبِرْ وَاحْتَسِبْ فَاِنَّا
لَا نَغْدِرُ وَاِنَّ اللّٰهَ جَاعِلٌ لَّكَ فَرَجًا وَمَخْرَجًا یعنے صبر کر اور خاطر جمع رکھہ پس تحقیق کہ ہم قادر نہین ہین اور تحقیق کہ اللہ تجھے
خوش کرے گا اور اِس سختی سے نکالے گا بعد اُسکے صاحب مواہب نے کہا ہی کہ علما اِس واقعہ ابو جندل کو دو
امرون پر حمل کرتے ہین ایک یہ کہ حق تعالیٰ نے تقیہ کو مسلمانون کے واسطے جبکہ وقت خوف ہلاکت کا ہو مباح
کیا ہی اور رخصت دی ہی کہ دلین ایمان کو چھپائین اور منہ سے کلمہ کفر کو کہین جبکہ توریہ اُس سے ممکن نہو پس ابو جندل
کا پھیرنا باوصف اذن تقیہ اُسے مرنے کو سپرد کرنا نہ تھا کیونکہ وہ اپنا کام تقیہ کی راہ سے نکال سکتا تھا دوسرے
یہ کہ اُسے اُسکے باپ کو سپرد کیا تھا اور غالب یہ بات ہی کہ باپ بیٹے کو اپنے مار نہین ڈالتا اور پھر اسکے ساتھ بھی یہ بات
ہی کہ تقیہ اُسے جائز تھا اور لیکن فتنہ پس دنیا محل آزمائش ہی اور حق تعالیٰ اپنے بندون کو صبر مین آزماتا ہی انتہیٰ
اور یہ کلام صاحب مواہب کا اِس مقام پر دو وجہ سے مؤید ہی پہلے یہ کہ تجویز تقیہ کی جہان کہین کہ خوف ہو مطلقاً
اُس سے سمجھی جاتی ہی دوسرے یہ کہ اِس سے بالخصوص یہ امر ثابت ہوتا ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے بسبب
دشمنون کے خوف کے اُن باتون کا التزام فرمایا جو شریعت مین جبکہ خوف نہو جائز نہین ہی اُسے عمل مین لاے اور
وہ تقیہ کے معنی مین صاف ہین اور بھی شیخ علی حزین نے بخاری سے کہ اُسنے عائشہ سے روایت کی ہی کہ کسی نے
اجازت طلب کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے پاس حاضر ہو حضرت نے فرمایا اِئْذَنُوْا لَهٗ فَبِئْسَ ابْنُ الْعَشِيْرَةِ

انما

وقال اخ العشيرة فلما دخل الان له القول فقلت يا رسول الله قلت قلت ما قلت ثم الّنت له القول فقال ان شر الناس
منزلة يوم القيمة من يكرمه الناس اتقاء فحشه یعنے پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اجازت دو اسے کہ وہ بہت بری
قوم ہی پھر جب وہ آیا تو اس سے حضرت نے باتین بہت ملایمت سے فرمائین جس سے توجہ ظاہر ہوتی تھی اسکے بعد
مین نے کہا کہ پیغمبر خدا پہلے آپ نے کیا فرمایا تھا اور جب آیا تو پھر کلام کس طرح اسکے ساتھ کیا یہ سنکر حضرت نے فرمایا
بدترین ناس روز قیامت کو اپنے مرتبہ کی راہ سے وہ ہوگا جسکا اکرام کرین آدمی بسبب احتراز کے اسکی برائیون سے
اب اس سے صاف ظاہر ہی کہ وہ مستحق اکرام نہ تھا مگر تقیہ کی راہ سے اکرام اسکا کیا اور احتراز فرمایا اور اگر تقیہ کرنا
پیغمبرون پر جائز نہوتا تو حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وآلہ وعلیہ السلام کیونکر فرعون پاس تقیہ مین مدت دراز تک
بسر فرماتے جیسا کہ تصریح قاضی بیضاوی نے اسے لکھا ہی اور جیسا کہ جب برادران یوسف نے حضرت یوسف کو
فروخت کیا اور وقت فروخت کہا کہ یہ ہمارا غلام ہی اسوقت حضرت یوسف نے اس خوف سے اپنی آزادی کو
ظاہر کیا کہ مبادا مجھے مار ڈالیں پھر یہ کیا تھا تقیہ ہی یا حقیقت امر ایسی ہی تھی فقط اور اکثر اوقات مین پیغمبران
سلف بھی فرصت ومہلت کو دیکھتے اور انتظار کرتے رہے ہین اور بہر حال ابتداے دعوت مین جسارت
اظہار نبوت مین نہین کی یہانتک کہ اعوان وانصار جب بہم پہونچے اسوقت اعلان کیا ہی یا کوئی حکم حتمی اور
صادر ہوا ہو پس اس سے خوب ظاہر ہوتا ہی کہ یہ بات کہ ابتداے دعوت مین تقیہ کی حاجت زیادہ ہی اور یہ
بات کہ اگر پیغمبرون پر تقیہ جائز ہو تو ہدایت کا دروازہ بند ہو جاے مبنی اس امر پر معلوم ہوتی ہی کہ اچھی طرح غور
نہین کیا گیا کیونکہ تقیہ کا لازم ہونا البتہ موقوف ہی عموم تقیہ پر اور علماے امامیہ یہ کب کہتے ہین کہ تقیہ ہر جگہ
اور ہر حال مین لازم ہی پس ابتداے دعوت مین بھی انتظار فرصت اور مراقبہ بہیئت پیغمبران اولوالعزم کا ثابت ہی
اور اسی جگہ سے یہ بات ہی کہ جہان مجامع اہل کفر وعدوان اور مظنہ ضرر انکے شر کشان سے تھا وہان اظہار دعوت سے
احتراز واتقا فرماتے تھے جیسا کہ سیرت کلیم اللہ علیہ السلام سے یہ امر بخوبی واضح ہوتا ہی اور وہ بہ بیان جناب سالتمآب
صلی اللہ علیہ وآلہ ثابت ہی جیسا کہ کتاب حسام الاسلام مین جناب غفران مآب نے بہت تصریح وتفصیل سے
لکھا ہی اور اس امر سے درہدایت کا بند ہونا بالمرہ لازم نہین آتا کیونکہ افعال واقوال پیغمبرون کے بھی مثل افعال و
اقوال جناب حکیم علی الاطلاق منوط بمصلحت ومربوط بحکمت ہین کبھی پوشیدہ فرماتے ہین کسی وقت جب اعلان
کا موقع ہوتا ہی اظہار فرماتے ہین اور ہر بات مین رعایت مصلحتون کی اور حکمتون کی فرماتے ہین اور بہت ثمرات جلیلہ
مترتب ہوتے ہین جیسا کہ کلام صاحب مواہب سے بخوبی واضح ہوا اور موید ہی اس سے جو کچھ کہ ثقۃ الاسلام نے
کافی مین اپنی سند کے ذریعہ سے ابو بصیر سے روایت کی ہی کہ مین نے خدمت مین جناب امام جعفر صادق علیہ السلام
کی عرض کیا کہ تقیہ دین خدا ہی فرمایا کہ ہان قسم ہی خدا کی کہ دین خدا سے ہی اور حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا

اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّکُمْ لَسَارِقُوْنَ اور قسم خدا کی انھون نے چوری نہین کی تھی اور حضرت ابراہیم نے کہا تھا اِنِّی
سَقِیْمٌ اور بخدا قسم کہ وہ بھی بیمار نہ تھے اور عیون اخبار الرضا مین ایک روایت اِس مطلب کی موید ہو کہ ابو سہیل
بن قاسم نے کہ ایک شخص نے جناب امام رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہین کہ
اُنھنے کہا کہ پیغمبر خدا نے وفات فرمائی درحالیکہ تقیہ مین تھے یہ سنکر اُن حضرت نے فرمایا کہ لیکن بعد نزول آیہ یَا اَیُّهَا
الرَّسُوْلُ بَلِّغْ الخ کے پس بسبب ضمانت خداوند عالم کے ہر تقیہ زائل ہو گیا تھا اور اشارہ فرمایا وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ
مِنَ النَّاسِ کی طرف لیکن چونکہ یہ آیہ موافق نصوص فریقین بخصوص تفویض عہد امامت جناب علی بن ابیطالب
علیہ السلام کے اور اُنکے باعلان اظہار فرمانے کو صادر ہوا ہو لہذا حضرت امام رضا علیہ السلام نے بعد اُس آیہ کی طرف
اشارہ فرمانے کے فرمایا لیکن قریش نے بعد جناب رسالتمآب جو کچھ چاہا کیا یعنے اُس عہد کی جو پیغمبر نے بحکم
الٰہی لیا تھا مخالفت کی اور اُس بیعت کو توڑا اور جو حق وصی مطلق کا تھا وہ اُنسے چھین لیا اور پہلے اُسکے پس احتمال
تقیہ کا ہو اور اس حکم کو بطور یقین نہ فرمانا اور اُس مین اجمال کرنا بھی از روے تقیہ معلوم ہوتا ہو ولیکن احادیث
حضرات اہل سنت پیغمبر کے تقیہ فرمانے پر بلکہ باقی رہنا حضرت کا تا وفات بحال تقیہ صاف گواہی دیتے ہین
جیسا کہ ملا علاء الدین گلستانہ نے کتاب منہج الیقین مین لکھا ہو کہ عجب تر یہ امر ہو کہ اہل سنت شیعون کو تشنیع
کرتے ہین کہ یہ اپنے ائمہ علیہم السلام پر تقیہ کی تجویز کرتے ہین حالانکہ خود صحاح مین اپنے پیغمبر خدا کے تقیہ کی روایت
ذکر کرتے ہین جیسا کہ صحیح بخاری مین باب فضیلت مکہ معظمہ مین چار سند سے اور صحیح مسلم و ترمذی اور نسائی
اور موطاے مالک اور جامع الاصول مین ابن اثیر سے منقول ہو کہ عبد اللہ بن محمد بن ابو بکر بن عبد اللہ بن عمر سے
کہا کہ عائشہ روایت کرتی ہین کہ حضرت پیغمبر نے اُنسے خطاب کیا کہ آیا نہین دیکھتی ہو کہ تیری قوم نے جب خانہ کعبہ کو
نئے سر سے بنایا تو جن قواعد کے موافق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا اُس سے کم کر دیا اُسوقت عائشہ نے
عرض کی کہ کیا سبب ہو کہ جس طرح حضرت ابراہیم نے بنایا تھا آپ پھر نہین بناتے حضرت نے فرمایا کہ اگر تیری
قوم قریب العہد بکفر نہوتی تو بناتا یعنے اندیشہ ہو اُنسے کہ مبادا کعبہ کے کھودنے سے اور از سر نو بنانے سے چونکہ
ابھی کامل الاسلام نہین ہوئے منحرف ہو جائین اور فساد پیدا کرین اور اسی مضمون کو دوسری روایت سے
صحیح مسلم و بخاری سے نقل کیا ہو کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے جواب عائشہ مین فرمایا کہ اگر ایسا نہوتا کہ قوم
تیری قریب العہد بہ جاہلیت ہو اور مین ڈرتا ہون کہ اُنکے دل انکار کر جائین تو ہر آئینہ دیوار خانہ کو داخل خانہ کعبہ
کرتا اور دروازہ خانہ کعبہ کو زمین کے برابر کرتا اور روایت مین بخاری سے منقول ہو کہ اگر تیری قوم قریب العہد
بہ جاہلیت نہوتی تو حکم کرتا کہ خانہ کعبہ کو گرا دیتے اور داخل کر دیتا مین خانہ کعبہ مین اُسے جسے انھون نے خارج
کر دیا ہو اور دروازہ خانہ کو زمین سے ملا دیتا اور دو دروازہ خانہ کعبہ کے لیے مقرر کرتا ایک شرقی اور دوسرا

عربی اور بیچانا خانہ کعبہ کو اُس اساس تک جو حضرت ابراہیم نے قرار دی تھی فقط اسکے بعد فرمایا ہو ملا سے
مرحوم نے کہ اِن روایات سے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ ایک جماعت قریش سے جو ظاہر مین مسلمان تھی تقیہ
فرماتے تھے انتہی کلامہ اور اسی جگہ سے جاننا چاہیے کہ اعلان وصایت مین جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی
جسارت نفرماتے تھے اور اپنے نفس پر خائف تھے یہان تک کہ تاکید شدید اور وعدہ عصمت نازل ہوا اُسوقت
غدیر خم مین اعلان اِس امر ضروری کا فرمایا اور جس طرح سے کہ بخاری نے اپنے صحیح مین بعد آیہ الا من اکرہ وقلبہ
مطمئن بالایمان اور بعد آیہ الا ان تتقوا منہم تقیۃ کے کہا ہو وہی تقیۃ اور قول حسن بصری کو کتاب الاکراہ مین
اِس طرح نقل کیا ہو التقیۃ باقیۃ الی یوم القیمۃ و انہ قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الاعمال بالنیۃ اور اس جگہ سے لائح
ہوتا ہو کہ وقت اکراہ مین جب کوئی بقصد دفع ضرر بنیت کفر بانشراح صدر کفر کا اظہار کرے تو محل مواخذہ کا
اُسے نہوگا اور جبکہ اِن مشائخ نے حکم تقیہ و اکراہ کو پیغمبر کے ضرر سے مقید نہ کیا اور عام رکھا تو جیسا شیعون کے
بعض عموم پر لازم آتا ہو اُسی طرح اسپر بھی لازم آئیگا اور الزام مشترک کا ورود ہوگا یعنے اس سے بھی لازم آتا ہو کہ پیغمبرون
بھی کلمہ کفر کو وقت اکراہ مین کہنا جائز ہوگا اور اگر کلام مین اپنے مشائخ کے پیغمبرون کو مستثنیٰ جانتے ہین تو شیعہ
بھی کہہ سکتے ہین کہ انبیا تبلیغ کے لیے مامور ہین اُنکے واسطے اِس بات کے لیے اجازت نہین ہو کیونکہ بہت سی
خصوصیات اُنکے واسطے ہین اور اگر ہو بھی تو دعوت کے وقت کے سوا ہوگا اور بطور توریہ ہوگا وہ بھی ایک
قسم تقیہ کی ہو اور وہ کسی وقت مین مامور اُسکے ہونگے کہ اعلان و افصاح کرین او کسی وقت مین پوشیدہ کرین کیونکہ
کوئی ہمارے علما سے یہ تجویز نہین کرتا کہ پیغمبرون کو جھوٹ بولنا یا کلمہ کفر کا کہنا جائز ہو بلکہ مقداد علیہ الرحمہ نے
کنز العرفان مین تصریح ساتھ اِس امر کے فرمائی ہو کہ پیغمبر اِس حکم سے بالاجماع خارج ہین اور جو حدیث حضرت صادق
علیہ السلام پیشتر گذری وہ بھی دلالت اِس بات پر نہین کرتی کہ انبیا جھوٹ بول سکتے ہین کیونکہ توریہ ایک
قسم تقیہ کی ہو اور وہ استعمال کرنا ہو اُس لفظ کا جسکے معانی متعدد ہون اور اسمین ابہام اور ایہام بخوف اعدا ہو
نہ اِس راہ سے کہ جھوٹ بولین بعض فضلاے حضرات اہل سنت نے اِس بات سے جو مشہور ہو کہ سب خوف
معدوم ہین کسی سے نہ ڈرے سوا خدا کے یہ خیال کیا ہو کہ یہ منافی تقیہ کے ہو اور حدیث جو کافی مین ہو قل الحق
فی الامن والخوف ولا تخش الا اللہ یعنے جو کچھ حق ہو اُسے کہہ حال امن مین اور خوف دونون مین اور نہ ڈر کسی سے بجز
خدا کے اپنا متن گردانا ہو اور کہا ہو کہ پیغمبر اور امام کیونکر تقیہ کے کاربند ہو سکتے ہین فقط اور واقع مین یہ بھی کہ
یہ گمان از قبیل بعض الظن اثم ہو کیونکہ عدم خوف الا من اللہ کے معنی یہ ہین کہ مکلف کو چاہیے کہ ہر طرح مطیع
فرمان پروردگار رہو شدت و رخا اور خوف و رجا سب مین خدا کے حکم کو مقدم جانین اگر خدا فرماوے کہ اپنے تئین
آتش سوزندہ مین ڈال دے جیسا کہ حضرت پیغمبر نے کیا اور جناب ابراہیم خلیل اور سبط رسول نبیل امام حسین علیہ السلام

قتیل نے فرمایا آگ مین اپنے تئین ڈال دے اور اگر خدا حکم فرمائے کہ راہ تقیہ و مدارا کو اختیار کرے اور سنگ صبر و
تحمل کو برخلاف مقتضائے طبیعت اپنے سینہ پر رکھے اور ملامت قوم او طعن و تشنیع سے کسی کے مبالات
نکرے بمفاد لا یخافون لومة لائم جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور قبطیون کے غلبہ کے زمانہ مین
اور جناب امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام نے خلفائے سابق کے عہد مین اور دیگر ائمہ علیہم السلام نے
کیا جیسا کہ مولانائے طبرسی علیہ الرحمہ نے کتاب احتجاج وغیرہ مین روایت کی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ فرمایا جناب
امیر علیہ السلام نے جبکہ حضرت کی قوم نے اُن حضرت کو طعن کی کہ مجھے سات پیغمبرون کی پیروی ہے پہلے نوح
علیہ السلام سے کیونکہ حق تعالیٰ نے اُنکے حال سے خبر دی کہ فرمایا ہے انی مغلوب فانتصر دوسرے ابراہیم
خلیل علیہ السلام سے جبکہ کہا انھون نے واعتزلکم وما تدعون من دون اللہ تیسرے اُنکی خالہ کے بیٹے
لوط پیغمبر علیہ السلام سے جب انھون نے اپنی قوم کے واسطے کہا لو ان لی بکم قوة چوتھے حضرت یوسف علیہ السلام
سے جب کہا انھون نے رب السجن احب الی پانچوین موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے جسوقت کہا تھا انھون نے
ففررت منکم لما خفتکم چھٹے بھائی اُنکے ہارون سے جبکہ کہا انھون نے یا ابن ام ان القوم استضعفونی
وکادوا یقتلوننی ساتوین بھائی میرے پیغمبر خدا احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ سے جبکہ اُن حضرت نے غار کی طرف
دشمنون کے خوف سے تشریف لیگئے اور بعد ذکر کرنے ہر پیغمبر کے فرمایا کہ اگر یہ کلمات اور حالات خوف سے
نہ تھے تو قرآن شریف اور جو بات ظاہر ہے اُس سے انکار کرتے ہو اور اگر کہو کہ ہان اُن پیغمبرون کو ان امور کی طرف حاجت
بسبب خوف کے پڑی تھی تو جب نبی نے برعایت خوف وہ کیا تو وصی معذور تر ہے اُسکی رعایت کے لیے فقط
اور اس مقام مین کوئی شک نہین ہے کہ جو شخص کہ اپنے فائدے اور نقصان کو نظر سے گراوے گا وہ حکم خدا کو مقدم
رکھیگا اور جہان ظاہر کرنے کا محل ہے وہان ظاہر کرے گا اور جہان بحکم خدا چھپانا ضرور ہوگا وہان چھپاوے گا اور اُسکو
صادق آئیگا کہ سوا خدا کے کسی سے نہین ڈرتا اور خود قاضی بیضاوی نے تفسیر آیہ الا ان تتقوا منہم تقیة مین کہا ہے
الا ان تخافوا من جهتهم ما یجب اتقاؤه یعنی مگر یہ کہ ڈرو اُنکی طرف سے اُس بات کو کہ چھپانا اُسکا واجب ہو یہان تک
کہ کہا ہے منع من موالاتهم ظاهرا وباطنا فی الاوقات کلها الا وقت المخافة فان اظهار الموالاة حینئذ جائز کما قال عیسیٰ کن
وسطا وامش جانبا ویحذرکم الله نفسه والی الله المصیر فلا تتعرضوا لسخطه بمخالفة احکامه وموالاة اعدائه وهو تهدید عظیم
مشعر بتناهی المنهی فی القبح اب بغور دیکھنے سے اسکے کیسا یقین ہوتا ہے کہ کریمہ مذکور بتصریح قاضی بیضاوی
تقیہ کے جائز ہونے مین نص ہے اور یحذرکم اللہ نفسہ کہ دلالت اوپر مزید اہتمام کے خوف کے ساتھ خدائے علام
رکھتا ہے مقارن اُسکے واقع ہے لیکن منافاة نہین ہے کہ صاف اُسکے معنی جو مفسر مذکور نے لکھے ہین یہ ہین کہ بعض
واسطے سخط پروردگار کے اُسکے احکام سے مخالفت کرنے کی راہ سے ہو اور جو شخص کہ تقیہ کے جائز ہونے کے

مقام پر تقیہ کرے اسنے ہرگز مخالفت حکم خدا کی اور تعرض اسکے سخط و بیزاری کے ساتھ نہین کی پس اگر خوف خدا
تقیہ سے مانع ہوتا تو لازم آتا کہ حق تعالی نے دو حکم متناقض کو جمع فرمایا اور وہ محال ہی اور اسکے علاوہ دوسری طرح بھی
جواب دینا ممکن ہو کہ ہمین کہ خداوند عالم کے احکام مصالح اور حکمتون پر مبنی ہین اور نبی آدم کو طرح طرح سے آزماتا ہے
چنانچہ ارشاد القلوب مین مروی ہو کہ حق تعالی نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو زمان حیات پیغمبر خدا مین سات مقام پر
امتحان فرمایا اور وہ امتحانات متعلق شجاعت و دلیری سے تھے کہ غزوات و معرکہ ہاے مردآزما مین حضرت کا پاے ثبات
قائم رہا نہ اورون کا اسی طرح بعد وفات جناب رسالتمآب بھی سات مقام پر حضرت کا امتحان فرمایا اور یہ آزمائش متعلق
بصبر و تحمل تھی فَصَبَرَ وَفِی الْخَلْقِ شَجًی وَفِی الْعَیْنِ قَذًی اور یہ بات جو جانتے ہین ان پر مخفی نہین ہو کہ جو دلیر و بہادر ہو
اُس سے بار صبر کا متحمل ہونا بہت دشوار ہوتا ہی بہ نسبت اسکے کہ مقابلہ اشرار مین لڑکر جان دیدے لیکن حضرت نے دونون
حالتون مین جان بازی اور تحمل و بردباری کو خوف بار مین اور امتثال اوامر و نواہی الہی مین اختیار کیا لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ
لَائِمٍ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ بس ایسے بندگان مطیع کا خوف نہین ہو مگر خدا سے اور راہ خدا مین اگرچہ ظہور جوش کا
مجاہدہ کے اختیار کرنے مین زیادہ ہو لیکن مجاہدہ نفس کے ساتھ جہاد اکبر ہی اور کبھی بعض فضلا تمسک کرتے ہین بعض
صحف قدسیہ سے جو از قسم احادیث اخبار کتاب امالی اور بحار مین منقول ہین اور اسمین خطاب طرف جناب امام محمد باقر
علیہ السلام کی طرف فرمایا ہو حَدِّثِ النَّاسَ وَاَفْتِهِمْ وَانْشُرْ عُلُوْمَ اَهْلِ بَیْتِكَ وَصَدِّقْ اٰبَائَكَ الصَّالِحِیْنَ
وَلَا تَخَافَنَّ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ فَاِنَّهٗ لَا سَبِیْلَ لِاَحَدٍ عَلَیْكَ اور ایسی ہی خطاب طرف امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہے
حَدِّثِ النَّاسَ وَاَفْتِهِمْ وَلَا تَخَافَنَّ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ وَانْشُرْ عُلُوْمَ اَهْلِ بَیْتِكَ وَصَدِّقْ اٰبَائَكَ
الصَّالِحِیْنَ فَاِنَّكَ فِیْ حِرْزٍ وَّاَمَانٍ جسکے معنی لفظی یہ ہین کہ آدمیون سے حدیث بیان کرو اور فتوے دے اور اپنے
اہلبیت کے علمون کو پھیلا اور اپنے پدران نیکوکارون کی تصدیق کر اور سوا خدا کے اور کسی سے نہ ڈر کہ کوئی تجھپر
راہ نہ پائیگا اور دوسرے خطاب مین علاوہ فقرات سابقہ اتنا اور ہی کہ تو امان مین ہی دشمنون کے ہاتھ سے پس اس جگہ پر
بعض فضلاے مذکورین نے لکھا ہی کہ اس عبارت سے صاف ظاہر ہو کہ حضرت ملک علام نے اُن دونون امامون کو تقیہ سے
باز رکھا اور اپنی نظر رحمت کو انکی حفاظت و صیانت کے لیے شر کفار و منافقین سے خلافت بنی امیہ اور حکومت
بنی عباس دونون کے وقت مین معین فرمایا پس جو کچھ کہ بعض مدعیان علم و دانش جان کاغذ و قلم پر یہ لکھکر ستم کرتے ہین
کہ فتاوے جعفریہ بہ نسبت اور فتاوے ائمہ علیہم السلام کے زیادہ تر محمول بہ تقیہ ہین اس سے چاہیے کہ مہمل ہو اور شاید
شعر بھی انھون نے کتاب بعد حمد کا نہین پڑھا جعفری باش گر خدا خواہی — ورنہ در رہ طریق گمراہی — اور اگر پڑھتے تو جانتے
کہ مذہب تشیع کی نسبت جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف زیادہ ہو اور اور ائمہ کی طرف نہین ہو فقط و لیکن
یہ بات بھی سوا ظاہر بینون کے اور نافہمون کے اہل حقیقت کی نظر مین بے حقیقت ہو کیونکہ یہ سمجھنا ایسا ہی کہ جیسا کوئی کہے

کہ حق تعالیٰ جو قرآن مین فرماتا ہے کہ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ اِس سے صاف ظاہر ہے کہ روز قیامت ملک کا
حصر خدا کے واسطے ہے اور روز قیامت کے سوا بادشاہ قہار کے واسطے ملک نہین ہے یا کوئی کہے کہ حق تعالیٰ جو فرماتا ہے
قُلْ لَّا اَجِدُ فِيْمَا اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ
اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اشیاے مذکورہ مین محرم محصور ہے اور جو انکے سوا ہو وہ مباح ہے یا جو خبر مستفیض قَالَ
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ مین ہے اُس سے پیدا ہوتا ہے کہ جو اس کلمہ طیبہ کو کہے اگرچہ جملہ ضروریات اسلام کا منکر ہو
لیکن داخل بہشت ہوگا مگر ایسا نہین ہے بالجملہ عمومات سے استدلال صحیح نہین ہوسکتا کیونکہ حصر ان مقامات مین اضافی ہے
اور نصوص وادلہ انکے سوا جو ہین وہ تخصیص گو ان عمومات کے کافی ہوتے ہین بالجملہ اسکے تعلیل مین یہ کہنا کافی ہے کہ مقام
وجوب اعلان مین انتفاے سبیل مراد ہے نہ غیر اسکے خصوصاً جبکہ ہوا اعلان ان دونون بزرگوارون کے لیے اور حضرات کی
بہ نسبت زیادہ تھا فقط اور کوئی شک نہین ہے اس بات مین کہ زمانہ ان دونون امامون علیہم السلام کا خصوصاً زمان
حضرت صادق علیہ السلام مین احکام حقہ بہت منتشر اور مشہور ہوے اور ہزارہا روایات اور چارسو رسالہ احادیث کا
جنھین اصول احادیث کہتے ہین اور انھین چارسو شخص نے کہ سب اصحاب امام تھے امام سے سُنکر جمع و تصنیف کیا ہے اُسی
زمانہ مین مشتہر و ظاہر ہوے اور اسی جہت سے لقب آنحضرت کا فقیہ اہل البیت علیہم السلام ہے اور بہت جد و جہد
ہدایت خلق اور اظہار حق مین فرمایا رُوْحِيْ فِدَاهُ وَقَلْبِيْ لَوْلَاهُ لیکن بعض موادمین اگر بحکم خدا پوشیدگی فرمائی ہو اور
کاربند تقیہ و توریہ رہے ہون تو یہ حکم نشر احکام کو قادح نہین ہوسکتا اور بادشاہ علام کی بھی مراعات خوف کی منافی
نہین ہے خصوصاً اگر آئندہ زمانہ کے خیال سے کہ جو اور ائمہ اور شیعون پر سخت آنے والا تھا بحکم خدا احتیاط فرمائی ہو
تو محل تعجب نہین ہے علاوہ اسکے اسی صحیفہ مین ہے کہ تصدیق کر اپنے آباے صالحین کی اور کلام مین آنحضرات کے یقینی تقیہ
جا بجا ہے پھر اگر اسکی تکذیب فرماتے تو منافی تصدیق ہوتا اور جب یہ ہوا تو انکے بھی کلام کا مشتمل ہونا تقیہ پر بخوبی ثابت ہے
اور جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کا بحکم خدا خوف کفار سے تقیہ فرمانا اور حکم تقیہ کرنے کو دینا ثابت ہو چکا تو اب
تعجب نہ ہونا چاہیے ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے تقیہ پر بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جیسا پیغمبر مطیع خدا تھے اور جو بحکم خدا مصلحت کے
موافق ہوتا تھا وہ کرتے تھے اسی طرح یہ بھی بزرگوار وقتاً فوقتاً کرتے رہے ہین جب عہد بنی اُمیہ مین بحکم خدا بمصلحت اتمام حجت
مناسب ہوا جناب امام حسین علیہ السلام نے تقیہ اٹھادیا اور بظاہر جہاد فرماکر بدرجہ شہادت فائز ہوے تا حجت خدا
تمام ہو اور دین خدا بالمرہ پوشیدہ نہو جاے اور یہ کوئی نہ کہے کہ اگر دین حق کی طرف دعوت کرتے تو ہم آنحضرت کی مدد کرتے
اور جو عہد کراہت عہد امام حسن علیہ السلام مین کلمات استحقاق دین کے کہتے تھے اور اطاعت کا دم مارتے تھے اُنکا بھی حال
ظاہر ہو جاے اور جب حضرت کے رفع تقیہ اور شہادت سے حق ظاہر ہو گیا اور حجت قائم ہو گئی اور غدر و شقاوت
اس اُمت کے اشقیا کی کھل چکی اُسوقت پھر جناب امام زین العابدین علیہ السلام کو اس سے چارہ نہ تھا کہ مقامات خطریہ مین

تقیہ فرماتے تھے یہان تک کہ رفتہ رفتہ حکومت بنی امیہ ضعیف ہوئی اور زمانہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام کا اور جناب
امام جعفر صادق علیہ السلام کا ہوا تو وقت ان دونون بزرگوارون کو مثل اور حضرات کے تقیہ کی حاجت نہ رہی پس وہ
قول جو عبارت بعض صحف کی طرف منسوب ہے فَاِنَّهٗ لَا سَبِیْلَ لِاَحَدٍ عَلَیْكَ وَاَنْتَ فِیْ حِرْزٍ وَّاَمَانٍ اضافی ہوگا جیسے
کہ آیہ حُرِّمَتْ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةُ الخ و لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ الخ مین ہے اور مذکور ہوا کیونکہ ملک کا خدا کے ساتھ مخصوص ہونا
کسی وقت کی تخصیص نہین رکھتا لیکن ظہور بطلان ملکیت و سطوت بندگان سرکشان روز قیامت کو ظاہر ہوگا و الّا سوا خدا کے
ہر وقت مالک ملک کوئی نہین ہے پس قصر باعتبار وضوح قصر ہے نہ باعتبار اصل ملک کے ساتھ متفرد ہونے کے ہے طرح
یہان بھی حرز و امان قصر اضافی ہے اور اسمین شبہ نہین ہے کہ یہ بات کہ سوا خدا کے کسی سے نہین ڈرتے اعلان و کتمان دونون پر
جب بحکم خدا ہو صادق آتا ہے لیکن ظہور اسکا مقام اعلان مین زیادہ ہوتا ہے پس اس نص مین جو لَا تَخَافَنَّ ان بزرگوارون کو فقرہ
خطاب ہے اس سے اگر قصر کی طرف جو باعتبار وضوح ہوتا ہے عمل کرین تو جو تعلیل مذکور ہوئی اُسے منافی نہوگا یا یہ کہ
لَا تَخَافَنَّ مقام اعلان کے لیے وارد سمجھا جاے اور مشروط شروط کے ساتھ ہو جیسا کہ مقالہ اِلَّا اَنْ ۔۔۔ الجنۃ
مین ہو و لیکن اتفاق ان شروط کا ان دونون اماموں کے زمانہ مین بہ نسبت اور ائمہ کے زیادہ ہوا اور علم اہلبیت کا نشر بہا
عام ہے اس سے کہ نشر حکم تقیہ کا ہو یا بغیر تقیہ کا ہو بسبب فرمانے حضرت کے کہ اِنَّ التَّقِیَّةَ دِیْنِیْ وَدِیْنُ اٰبَائِیْ پس اس
صورت مین حمل کرنا بعض روایات کا ان بزرگوارون کے بھی تقیہ پر منافی نشر احکام اہلبیت علیہم السلام کے نہوگا اور
جس شخص نے کہ ادعا نشر علوم کی کثرت کا ان بزرگوارون کے زمانہ مین کیا ہے تو ممکن ہے اسکا قول حمل کیا جاے اس کثرت پر جو
فی حد نفسہا ہو نہ بہ نسبت طرف ان مواضع کے جو رفع تقیہ کے ہین ساتھ اس بات کے کہ فی الواقع اور ائمہ علیہم السلام سے
اسقدر احکام کہ جو ان دونون بزرگوارون سے یا جو انکے امثال مین ظاہر ہوے بسبب نہ ممتد ہونے زمانہ امامت کے اور مانع
ہونے دہر خوان کے ظاہر نہین ہوے پس رفع تقیہ ان دونون بزرگوارون کے کلام مین بہ نسبت اور ائمہ علیہم السلام کے
زیادہ ہے اور تقیہ اس زمانہ مین اگرچہ بہ نسبت کثرت کے قلیل ہے لیکن بہ نسبت اور ائمہ کے تقیہ کے زیادہ ہے کیونکہ اور حضرات بہت
کم مہلت پاتے تھے اور بسبب اسکے کہ انکے پاس حاضر ہونے مین بہت شدت اور سختی ہوتی تھی اسلیے آدمی رجوع بہت کم
کرتے تھے اور بہر حال ائمہ علیہم السلام فرصت کا انتظار و انتہاز فرماتے تھے اور تقیہ فرمانا انبیا اور ائمہ علیہم السلام کا فی الجملہ فریقین کی کتابون سے
ثابت ہوتا ہے بعد اسکے انبیا اور ائمہ کے تقیہ کی نفی مطلق کرنا ایسی بات ہے جسکے کچھ معنی نہین ہین فتدبر اب واضح ہو کہ
کنز العرفان مین ہمارے اصحاب نے تقیہ کو تین قسمون پر تقسیم کیا ہے اور جناب سید سند اعلی اللہ مقامہ نے حدیقہ سلطانیہ مین فرمایا ہے
کہ بعض فقہا نے تقیہ کو پانچ حکمتون کے ساتھ تقسیم کیا ہے لیکن وہ تین قسمین جو اصحاب کی تقسیم کے موافق ہین ایک وہ ہے
جو حرام ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ قتل نفس محترم ہے بدون استحقاق کے پس تقیہ ایسے مقام پر حرام ہے اور جناب سید سند نے فرمایا ہے کہ بعض
روایات مین مثل شراب کے پینے کے اور موزون پر مسح کرنے مین بھی حکم وارد ہے کہ تقیہ نہ کرے و لیکن تاویل کو محتمل ہے دوسرے وہ

تقیہ کہ مباح ہے وہ اظہار کلمہ کفر مین ہے کیونکہ ایسی جگہ پر تقیہ کرنا اور اُسے ترک کرنا دونون جائز ہین باستدلال قصہ عمار یاسر اور انکے
والدین کے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے دونون کو اچھا فرمایا تیسرے وہ تقیہ جو واجب ہے اور رہ وہ سوا ان دونون
قسمون کے ہے اور یہ خاص قسم ثانی کے بارے مین کہا ہے کہ اسمین اختلاف ہے کہ دونون باتون سے افضل کیا ہے تقیہ کرنا یا اسے ترک کرنا
چنانچہ بعض نے کہا ہے کہ عمار کے والدین کا فعل بہتر تھا کیونکہ ترک تقیہ مین دین کا اعزاز ہے اور اسکی مضبوطی ہے اور پیغمبر صلی اللہ
علیہ وآلہ نے اُنکے حق مین جو مسیلمہ کے ہاتھ پر مقید ہو گئے تھے اور جسنے تقیہ کیا اور مارا گیا فرمایا تھا کہ جو مارا گیا اُسنے اظہار حق کیا پس اُسکو
مبارک ہو اور جسنے تقیہ کیا تھا اُسکے لیے فرمایا تھا فقد اخذ برخصۃ اللہ اور بعض علما کہتے ہین کہ فعل عمار یاسر کا اچھا تھا
اسلیے کہ قتل نفس معصومہ کا اچھا نہین ہے اور موید ہے اُسکے قول جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کا جو عمار علیہ الرحمہ کی حدیث مین ہے
کہ ان عادوا لک فعد لھم بما قلت کیونکہ اقل مرتبہ امر کا استحباب ہے اور سوا اسکے حضرت نے اس ارشاد کے بعد عمار کے حال پر
مہربانی بھی فرمائی یعنی اُنکی آنکھون کو بوسہ دیا اور شیخ مفید علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ موید ہے فضیلت اختیار تقیہ کو کریمہ ولا تلقوا
بایدیکم الی التھلکۃ اور خبر کی روایت واحد ہے کہ اس سے معارض نہین ہو سکتے فقط اور اس اختلاف کی رو سے جناب
سید سند نے فرمایا ہے کہ بنا بر قول اول کے تقیہ مرجوح ہوگا تو مکروہ ہوگا اور بنا بر مذہب ثانی کے راجح ہوگا تو مندوب ہوگا
پس احکام خمسہ متحقق ہو گئے اور اس جگہ پر ایک اشکال وارد ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جو خبر کہ شرعاً محظور ہے وہ تحلیل کی صورت کی
محتاج ہے پس یہ کیونکر ہو سکے گا کہ کلمہ کفر کا کہنا جو سب سے زیادہ حرام ہے بدلے اسکے کہ تقیہ کے واجب ہونیکا مقام ہو جائز ہو
اور جب یہ ہوا تو اب مکروہ و مندوب کیسا اور حل اسکا یہ ہے کہ احکام شرعیہ سب مصالح کے ساتھ منوط ہین پس جبکہ مصلحت حفظ
نفس محترم کا یا اہلاک نفس محترم کا کہ وہ حرام کیا گیا ہے اور کلمہ کفر کا کہنا موافق اجازت شرعی کے جائز ہے اور مصلحت کلمہ طیبہ کے
احترام کے یا جو ہمرتبہ کلمہ طیبہ ہے آپسمین متعارض ہو جائین پس اگر تعارض اس مرتبہ کا ہو کہ دونون برابر ہون تو اباحت متصور
ہوتی ہے اور جب ایک دوسرے سے فی الجملہ رجحان رکھتا ہو کہ اُسکے مقابل مین طرف ثانی کی مصلحت مضمحل نہو تو اُسکا
مندوب ہونا کراہت کے ساتھ ہوگا اور اگر مصلحت اُس دوسرے کی مضمحل ہو جائے تو اُسکا واقع کرنا راجح و واجب ہوگا
جیسا کہ پیغمبر و امام سے وقت واجب ہونے دعوت کے ترک تقیہ کا واجب ہے یا اختیار کرنا تقیہ کا اگرچہ انھین مقامات مین
بہ نسبت سائر خلق کے واجب ہے اور ان سب باتون مین استبعاد نہین ہے اور یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ پیغمبر وجوب جواز اظہار
کلمہ کفر سے مستثنیٰ ہین کیونکہ یہ مسئلہ اجماعی ہے اور منافی غرض بعثت ہے پس بہ نسبت پیغمبرون کے تقیہ ایسے مقام پر قسم حرام مین
داخل ہوگا اور اسی طرح تقیہ کے واجب و جائز ہونے سے مقام وجوب دعوت اور اظہار نبوت مین انبیا مستثنیٰ ہین
اور یہ نہین یہ بزرگوار اس حکم سے کہ کلمہ کذب کا کہنا واجب و جائز ہوتا ہے مستثنیٰ ہین بلکہ دور نہین ہے کہ انکا اتقا منحصر توریہ مین
ہو جو ایک قسم تقیہ کی ہے نہ تقیہ کرنا ایسے کلمہ سے جو محمل صحیح نہ رکھتا ہو اگر کوئی کہے کہ توریہ کو تقیہ نہین کہہ سکتے کیونکہ تقیہ اظہار
خلاف حق کا نام ہے خواہ قولاً ہو یا فعلاً ہو اور توریہ مین خلاف حق اظہار نہین ہے تو اُسکے جواب مین کہنا چاہیے کہ تقیہ حقیقت مین

یہ ہو کہ حق کو پوشیدہ کرے عام اس سے ہو کہ خلاف حق کو ظاہر کرے یا نہ کرے اور جس صورت مین کہ اظہار خلاف واقع کو
اُسمین معتبر رکھین تو اظہار بھی عام ہوگا اس سے کہ مخالفت مین نص ہو یا ظاہر یا دونون وجہون کا محتمل ہو اور جو محذور کہ
تقیہ مین متوہم ہوتا ہو اور جو صورت کہ اُسکے کرنے کو داعی ہوتی ہو وہ توریہ کے بھی جملہ افراد مین جاری ہوتی ہو لیکن ہر ایک کا
مقام لائق اُسکے ہوتا ہو اور از بسکہ انبیا بسبب اپنی شان بزرگ اور زکاوت فطنت کے ایسے مقامات مین قادر توریہ پر ہین
تو وہ کرجاتے ہین لیکن اور اشخاص امت مین سے پس اُنپر ہر وقت مین یہ امر دشوار ہوتا ہو پس اسی واسطے خدا کی طرف سے
خلق کو بسبب اُنکے عجز کے رخصت اُس بات کی دی گئی جسکی رخصت انبیا کو بسبب اُنکی قدرت کے نہین دی گئی اور اسی جگہ
واضح ہوتا ہو کہ غیر نبی کو بھی جب تک اقتدار توریہ پر ہو تو تقیہ کو توریہ کے ساتھ مقدم کرے اس تعمیم پر جو بغیر توریہ ہوتا ہو اور
بر تقدیر تنزل اگر تقیہ مطلق کی تجویز کا بھی ادعا کیا جائے جب بھی تو حضرات اہلسنت کو قدح فرمانا روا نہین ہو بسبب ان نصوص کے
جو گذر گئین اور جب یہ سب معلوم ہوچکا تو جاننا چاہیے کہ پیغمبر و امام سے بیزاری کرنا بجز اسکے کہ تقیہ کا مقام ہو حرام ہی لیکن مقام
تقیہ مین پس بنا بر شیخ مقداد علیہ الرحمہ کی تصریح کے مباح ہو اور افضل ترک ہو اور شیخ مرحوم نے اس روایت پر استدلال کی ہو جناب
علی بن ابیطالب کے قول سے کہ فرمایا آنحضرت نے اَمَّا السَّبُّ فَسُبُّوْنِیْ فَاِنَّہٗ لِیْ زَکٰوۃٌ وَلَکُمْ نَجَاۃٌ وَاَمَّا الْبَرَاءَۃُ فَلَا تَبَرَّؤُا
مِنِّیْ فَاِنِّیْ وُلِدْتُ عَلَی الْفِطْرَۃِ اور دوسری روایت مین ہو وَاَمَّا الْبَرَاءَۃُ فَمُدُّوْا دُوْنَہَا الْاَعْنَاقَ وَذٰلِکَ دَلِیْلٌ لِلْاَفْضَلِیَّۃِ
خُصُوْصًا اِذَا کَانَ مِمَّنْ یُقْتَدٰی بِہٖ اور اس روایت سے سب کا جواب واضح ہوتا ہو بسبب اسکے کہ ترک مین اسکی فضیلت ہو بخلاف
تبرے کے کہ اسکا ترک افضل ہو لیکن روایت اسمین مختلف ہو اور یعقوب ابن سکیت علیہ الرحمہ نے جو متوکل کے ساتھ کیا کہ اسکے
بیٹون کو حسنین علیہم السلام پر تفضیل نہ دے اسی قبیل سے ہو کیونکہ تفضیل فاسق کی ان بزرگوارون پر موجب بیزاری اور تبرا
مین تھی بلکہ پیغمبر کی تکذیب ہوتی تھی کہ حضرت نے فرمایا تھا ہُمَا سَیِّدَا شَبَابِ اَہْلِ الْجَنَّۃِ اور حکایت یعقوب بن سکیت
نحوی کی جیسکہ قاضی نور اللہ مرقدہ نے مجالس المومنین مین لکھا ہو یہ ہو کہ جب فضائل یعقوب علیہ الرحمہ کے مشہور ہوے
تو غائبانہ صحبت متوکل عباسی مین کہ ناصبی اور معین عداوت اہلبیت علیہم السلام تھا گرفتار ہوے اور جن دنون مین کہ
اُسکی مصاحبت مین تھے اور اُسکے مشمول عواطف ظاہری تھے اتفاقاً ایک دن اُس ملعون کے دونون بیٹے ایک کا نام
معتز اور دوسرے کا نام موید تھا اُسکے پاس آے اُسوقت متوکل نے یعقوب سے پوچھا یا یعقوب اَیُّمَا اَحَبُّ اِلَیْکَ
اِبْنَایَ ہٰذَانِ اَمِ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ اُسوقت یعقوب علیہ الرحمہ مین دین کی غیرت نے حرکت کی اور کہا وَاللّٰہِ اِنَّ قَنْبَرَ خَادِمَ
اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْکَ وَمِنْ اِبْنَیْکَ اُسوقت متوکل نے حکم دیا کہ زبان اُنکی پس پشت سر سے نکال کر کاٹ ڈالے
اور اُنکو شہید کیا اور بعضون نے کہا ہو کہ متوکل نے اپنے غلامان ترکی کو حکم دیا کہ اُنکی پیٹ پر لاتین مارین جب اُنہین گھر اٹھا کر
لیگئے تو دوسرے دن اُنکے انتقال فرمایا پس اُن دیندار کا فرزندان متوکل کو حسنین علیہما السلام پر از روے تقیہ تفضیل نہ کرنا
اس جہت سے تھا کہ تفضیل اس حکم مین تھی کہ ائمہ علیہم السلام سے بیزاری اور پیغمبر خدا کی تکذیب اُس سے لازم آتی ہو کیونکہ آنحضرت نے

حکایت ابن سکیت نحوی

فرمایا تھا الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة انتہی ملخص کلامہ رحمہ اللہ لیکن حاصل اسکا یہ ہو کہ بیزاری ائمہ علیہم السلام سے اور تکذیب بنی کفر ہو پھر جب تکلم بکلمہ کفر مع کتمان ایمان وقت ضرورت جائز ہوا تو کیا وجہ ہو کہ یعقوب علیہ الرحمۃ نے ہلاکت نفس کو اپنے تقیہ پر اختیار کیا اور جواب اسکا دو طرح سے ہو ایک یہ کہ نہین یہ گمان ہو کہ جیسا اور مقامات مین بھی اُن ملاعین کا یہ حال تھا کہ بعد اطلاع پانے اسکے کہ فلان شخص اہلبیت علیہم السلام سے دوستی رکھتا ہی تو اکثر اغماض عین اور پہلو تہی بھی اسکے کر جاتے تھے اسی طرح اگر مین بھی اظہار صداقت کرونگا تو مجھسے بدرجہ اولی اس طرح پیش آئیگا کیونکہ میرے کمالات و فضائل کو جانتا ہی اور قدردان علم ہی اور ہمیشہ اپنی مصاحبت مین رکھتا ہی مورد مراحم و اشفاق اسکا ہون ان امور کی رعایت سے مجھے درگذر کریگا بلکہ پھر کبھی ایسا میرے سامنے بے ادبی پیش نہ آئیگا جیسا کہ مقربان بادشاہ اپنے تقرب کے اعتماد پر اکثر وہ باتین کر جاتے ہین جو غیر مقرب نہین کر سکتے جیسا کہ راقم رسالہ کو اکثر ایسا اتفاق ہوا کہ بہت سے امور مین خلاف ادب اور خلاف مقصود شاہی جوابات دیے لیکن چونکہ بادشاہ وقت قدردان علم و کمال تھے سوائے اغماض عین اور درگذر کے درپے انتقام نہین ہوے یا یہ کہ ہر وجوب حرمت کے لیے بھی حد ہو مثلاً عبادات واجبہ کے لیے مثل صوم و حج حد و شرط قدرت و استطاعت ہو اور اجتناب کو حرام کھانے سے یہ حد ہو کہ بھوک کا اپنی ضبط کر سکے اور جب دیکھے گا کہ اب ضبط مین خوف ہلاکت ہی تو اسوقت اجتناب ساقط ہو اسی طرح تقیہ بھی بشرط امکان کرسکتا ہی نہ اسوقت کہ تاب ضبط و صبر بسبب لوازم محبت و صداقت کے جاتی رہے پس ایسا ہی ان بزرگ کا حال ہوا کہ جب اُسنے وہ سوال کیا جسمین حسنین علیہما السلام کا نام جو زبان نبی سرداران اہل بہشت مین آیا اسوقت دل دردمند ہوا اور آتش ولایت و محبت اہلبیت علیہم السلام کی مشتعل ہوئی ضبط و صبر اختیار سے جاتا رہا کلمہ حق کو مثل والد عمار یاسر جاری کیا اور کچھ خوف ہلاکت نفس کا بمقام اپنی حمایت حرمت و احترام دوستان خدا اور اپنے سرداروں کے نہ کیا اسلیے کہ قدرت ضبط اسوقت باقی نہ رہی تھی اور اُس ملعون کی بھی رگ حمیت کو شیطان نے حرکت دی اور مرتکب ہوا اُس امر کا جسکے کفار قریش مرتکب ہوے تھے پس حال یعقوب بن سکیت کا مثل حال والد عمار اور حال متوکل کا مثل حال کفار قریش جنھون نے والد عمار کو مارا یا مثل مسیلمہ کذاب جسنے مسلمان کو مارا تھا تصور کرنا چاہیے الحمد للہ الذی ھدانا الی الصراط المستقیم

فصل تیسری بیچ بیان بقیہ صفات پیغمبرون کے ہو پہلے اُنسے کمال عقل و فطنت ہی محمد بن یعقوب کلینی علیہ الرحمہ نے کتاب کافی مین پیغمبر خدا سے روایت نقل کی ہی جسکا حاصل یہ ہو کہ حق تعالی نے اپنے بندون کو کوئی چیز عطا نہین فرمائی جو عقل سے بہتر ہو یہانتک کہ فرمایا کہ نہین بھیجا اُس خدائے بزرگ نے کسی پیغمبر اور رسول کو جب تک کہ کمال عقل کو نہین پہونچ لیا اور عقل اُسکی اُمت کی عقل سے کاملتر ہوتی ہی اور محقق علیہ الرحمہ نے کتاب تجرید مین کہا ہی جسکا حاصل یہ ہو کہ اور بھی واجب ہی پیغمبرون مین کمال عقل اور زیرک ہونا فہم کا اور تدبیر و رائے کا قوی ہونا اور قوشجی نے اُسکی شرح مین کہا ہو کہ اس جہت سے ہو کہ جو کوئی ان صفات سے متصف نہو گا اُسکی پیروی مین اُمت میل و رغبت نہ کریگی

فصل تیسری بیان بقیہ صفات پیغمبران

اور اوامر و نواہی مین اُسکے مطیع و منقاد نہونگے تو فائدہ بعثت کا حاصل نہوگا اور محقق طوسی نے فرمایا ہے کہ پیغمبر مین عیب ہو
کہ ایسی کوئی بات نہو جس سے آدمیون کی طبیعت کراہت و نفرت کرے مثل اسکے کہ باپ دادا اُونکی قوم رذیل سے ہون
اور خسیس صناعتین کرتے ہون مثل حجام کے یا جولاہے کے اور امہات اُنکے پاک دامن ہون متصف ساتھ عصمت
عفت کے ہون اور کسی بطن مین زنا سے نہ پیدا ہوے ہون اور آبا و امہات اُنکے جس سے کہ پیدا ہوے ہون وہ
مؤمنین و موحدین ہون اور درشت خوئی اور تند طبعی اور غضبناکی اور قساوت قلب و بدخلقی اور کینہ اور حسد کے عیبون
اور خلقت کے عیبون سے مثل اندھے اور گنگ ہونے کے اور جو اُسکے مانند ہین پاک ہون اور علت اُبنہ کہ وہ بضم الف و
سکون باے یک نقطہ مرض ہے امراض مقعد سے اور عبارت پشت و دبر دینے سے ہے نہ رکھتے ہون کیونکہ یہ بھی
بسبب تنفر خلق کا ہے کہ مرد عورت کا کام دے اور مردون کی جورو بنے اور اسی طرح چاہیے کہ نبی وہ بیماریان
جسے دیکھنے سے اورون کو تنفر ہو مثل برص و جذام کے یا سلس ریح کا اس سے بھی مبرا ہو اور واضح ہو کہ علماے امامیہ
ان جملہ امور مین بھی امام علیہ السلام کو حکم پیغمبر مین جانتے ہین اور اسی طرح واجب ہے کہ امور مکروہہ مثل اسکے کہ راہ مین
کھانا کھانا یا جو اسکے مثل ہو وہ بھی نبی سے صادر نہو تا کہ منفعت مبعوث ہونے کی حاصل ہو اور سب آدمی اُنکی بات پر
عمل کرین اور سب کی نظر مین اُنکی عزت و وقار جاگزین ہو انتہی کلامہ، بالجملہ اصل ضابطہ انبیا کے منزہ ہونے کا
صفات ذمیمہ اور اُمور خسیسہ سے اور ثابت کرانا اُنکے لیے اخلاق کریمہ و امور شریفہ کا یہ ہے کہ جو چیز لائق تنفر ہو جاے
یہ حضرات اُس سے بری ہون اور جو بات از قسم کرامت و شرافت ہے اُس سے موصوف و متجلی ہون تا کہ بعثت کا فائدہ مترتب
بر وجہ کامل ہو جیسا کہ عصمت مین محفوظ رہنا جمیع گناہان کبیرہ و صغیرہ سے عمداً اور سہواً قبل بعثت و بعد بعثت اسی
بنا پر ہے کہ دیکھنے والون کو اعتماد اُنکے کلام پر ہو اور متنفر نہون تا خلاف غرض بعثت نہونے پاے اسی طرح جملہ امور مین
اُنکے ایسی بات چاہیے کہ کسی کو اُنسے تنفر نہو اور جناب سید سند نے حدیقہ سلطانیہ مین فرمایا ہے کہ اگرچہ دلیل تنفر کی علی العموم
تمام ہو جاے تو ادلہ عقلیہ مین اعم و اشمل ادلہ ہے اور سید مرتضی علم الہدی علیہ الرحمہ نے مصرح بیان کیا ہے کہ نبی مین منفرات
علی العموم سب ممتنع ہین و لیکن بعض اعلام نے ثبوت امر عام مین بحث و کلام کیا ہے اور بناے کار تعمیم مین ادلہ سمعیہ اور
اجماع شیعہ پر رکھا ہے جناب آخوند مجلسی علیہ الرحمہ حق الیقین مین جو فرماتے ہین اُسکا حاصل یہ ہے کہ پیغمبر کو چاہیے کہ اپنی
اُمت سے افضل اور اعلم ہو کیونکہ مفضول کی تفضیل عقل کی رو سے قبیح ہے اور چاہیے کہ اُن سب علمون کا جسکی طرف
اُسکی محتاج ہے عالم ہو جاے اور صفات کمال سے چاہیے متصف ہو مثل کمال عقل اور زیرکی اور فطانت و قوت راے اور
عفت اور شجاعت اور کرم اور سخاوت اور اورون کی حاجت کو اپنے اوپر وقت احتیاج اختیار کرنا اور دین مین باغیرت ہونا
اور رافت اور رحم اور مروت اور تواضع اور نرمی اور مدارا اور ترک دنیا اور رعایت علما و صلحا و اہل دین کی اور بخشندہ ہونا
صفات ذمیمہ سے مثل کینہ و حسد و حرص و محبت دنیا اور حب مال و جاہ اور کج خلقی و نامردی اور اُن بیماریون سے مبرا ہونا

جو نفرت خلق کا سبب ہوتی ہین مثل اسکے کہ جذام رکھتا ہو یا سفید داغ بدن پر ہون یا اندھا ہو یا بہرا ہو یا گونگا ہو کہ
مطالب نہ ادا کر سکتا ہو اور اسی طرح انکے آبا و اجداد مین بھی کوئی قدح نہ کر سکے مثل اسکے کہ اولاد زنا سے یا شبیہ زنان سے
ہون اور باپ انکے خسیس و دنی نہون بلکہ صناعتہاے خسیسہ بھی نہ کرتے ہون مثل اسکے کہ کپڑا نہ بناتے ہون یا حجامی
نہ کرتے ہون حجامی و بیطاری اور جو جو کہ صناعتہاے خسیسہ مین ہے نہ کرتے ہون اور جو باتین کہ مروت کے خلاف ہین
جیسا کہ بازارون مین اور چلتے ہوے کھانا کھانا ہے اور جو اسکے مثل ہے انسے صادر نہ ہوتا ہو اور فرمایا ہے کہ یہ باتین بعض علما نے
ذکر کی ہین لیکن اسکے بعض مین کلام ہے اور ان پیغمبرون کے باپ جو اجداد جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ سے ہین ہمیشہ مسلمان
رہے ہین جیسا کہ بعد اسکے مذکور ہوگا لیکن سب پیغمبرون کے باپ کا مسلمان ہونا جیسا کہ بعض کے کلام سے ثابت ہوتا ہے
کہ چاہیے سب مسلمان ہون مگر میرے نزدیک ثابت نہین ہے اور دلیل عقلی و نقلی اسپر قائم نہین ہے اور بعضے اخبار کہ درباب خضر
اور غیر انکے وارد ہوے ہین وہ اسکے خلاف پر دلالت کرتے ہین اور اس جگہ توقف اولی ہے انتہی کلامہ اور ظاہر ہے کہ اس کلام کی
دلیل نفی عموما تمام نہین ہوتی بالجملہ باجماع فرقۂ امامیہ یہ امر محقق ہے کہ ہمارے پیغمبر خدا کے آبا طاہرین ان سب امور سے بری تھے
لیکن یہ آیہ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اسکی دلالت ظاہری کفر بعض آبا کے کرتی ہے کیونکہ ابراہیم جب دادا ہوے اور آزر انکا باپ ہوا
جسکا کفر قرآن ثابت ہے تو دلالت ظاہر ہے لیکن وہ اجماع امامیہ کا مشخص ہوتا ہے اور واقع مین یہ آیہ ماول ہے اور تاویل اسکی
یہ ہے کہ حق تعالی امر مشہور کی حکایت فرماتا ہے نہ امر حقیقی کی کیونکہ حقیقت مین حضرت ابراہیم کے باپ تارخ تھے جو مسلمان تھے
نہ آزر لیکن چونکہ مشہور ابراہیم کی آزر تھے اور انہین باپ کہتے تھے اسلیے موافق شہرت کے اور حضرت ابراہیم کے کہنے کے نقل فرمایا
یا یہ کہ کلام عرب مین لفظ اب کا اطلاق چچا پر ہوتا ہے اسلیے موافق انکے اطلاق کے فرمایا اور یہ بات باقوال حضرات اہل سنت بھی
ثابت ہے اگرچہ انکے یہان اسلام آبائے نبی کا ضرور نہین ہے کیونکہ حضرت ابوطالب اور جناب عبدالمطلب کو کہ جد قریب پیغمبر خدا کے ہین
کافر جانتے ہین لیکن پدر ابراہیم علیہ السلام مین مخالفت نہین کرتے اور یہ اعتراف انحضرت کا جو کچھ شیعہ کہتے ہین انکی تقویت کو
دلیل کافی ہے چنانچہ فخر رازی نے زجاج سے نقل کیا ہے کہ نسب کے لکھنے والون مین خلاف اس امر مین نہین ہے کہ حضرت ابراہیم کے
باپ کا نام تارخ تھا اور وہ شخص ملحد ہے جو آزر کو پدر ابراہیم لکھتا ہے اور جاہل غرض اسکی محض تحقیق نسبت نہین بلکہ مطلب
یہ ہے تا کہ قرآن مین طعن کرے اور توجیہ مین کئی وجہ ذکر کی ہین ایک ان سے یہ ہے کہ اطلاق اب کا چچا پر ہوا اور عرب مین آیا ہے
جیسا کہ حق تعالی حکایت مین اولاد یعقوب کی فرماتا ہے اِنَّهُمْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآىِٕكَ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ
اور یہ معلوم ہے کہ اسمعیل یعقوب کے چچا تھے اور ساتھ اسی کی تصریح کی ہے فاضل نسفی نے بھی مدارک مین اور دلالت کرتا ہے
اسپر قول حق سبحانہ تعالی کا اَلَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ بنا بر اس تفسیر کے جو بعض مفسرین نے کہا ہے کہ
مراد اس سے یہ ہے کہ نقل کیا جاتا تھا نور پیغمبر خدا کا سجدہ کرنے والون سے سجدہ کرنے والون کی طرف پس ثابت ہوا ہے کہ
جملہ آبا حضرت کے مسلمان ہون اور اب ضرور ہوا کہ حضرت ابراہیم کے باپ بھی جو سلک اجداد مین آنحضرت کے داخل ہین

مسلمان ہون اور تائید کو کافی ہو ہمارے اس کہنے کے وہ روایت جو کتب حضرات اہل سنت مین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے
منقول ہو اور محصل اسکا یہ ہو کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے کہ ہمیشہ حق تعالی میرے نور کو یا روح کو اصلاب طاہرہ سے
ارحام طاہرہ کی طرف نقل فرماتا رہا یہان تک کہ لایا مجکو تمہارے عالم مین فقط ولیکن جمیع انبیا کے آبا کا بُرے ہونا پس جیسے
کہ ابو علی طبرسی نے مجمع البیان مین تفسیر کریمہ یَا اَبَتِ اِنِّی اَخَافُ اَنْ یَمَسَّکَ عَذَابٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ فَتَکُونَ لِلشَّیْطَانِ وَلِیًّا
مین کہا ہو کہ مراد باپ سے اس جگہ آزر ہو جو کہ جد مادری یا چچا حضرت ابراہیم کا تھا نہ تارخ جو حقیقی باپ آنحضرت کے تھے
کیونکہ اجماع طائفہ امامیہ کا اس بات پر ہو کہ جملہ انبیا کے آبا حضرت آدم علیہ السلام تک مسلمان و موحد رہے ہین لیکن بنظر
ان اخبار کی دلالت کے جسکا ذکر اخوند علیہ الرحمہ نے فرما کر توقف کو حکم دیا ہو اور جناب غفران مآب نے عماد الاسلام مین
یہی کہا ہو یہ قول منقوض ہوتا ہو اور اگر اجماع طائفہ ثابت ہو جاوے تو جیسا ضرورت آیہ کی تاویل کی ہوئی اسی طرح
ان اخبار کو بھی تاویل کرنا ہوگا یا بمقابل اجماع کے وہ اخبار مطروح ہو جاوینگے پھر محقق علیہ الرحمہ نے تجرید مین فرمایا ہو
جسکا حاصل یہ ہو کہ واجب ہو کہ پیغمبر منقصت سہو و نسیان سے بری ہون اور قوشجی نے اسکی شرح مین کہا ہو کہ یہ اسلیے ہو کہ
تا وہ سہو نہ کرین ان امر مین جسکی تبلیغ کے لیے مامور ہوئے ہین اور شاید کہ مراد اس سے یہ ہوگی کہ ہر بات مین سہو کی عادت
نہ ہو جاوے انتہی اور یہ تخصیص فاضل قوشجی کی اور استبعاد کرنا بنظر اپنے مذہب کے ہو ورنہ معروف اصحاب امامیہ مین یہی ہو
جو محقق علیہ الرحمہ نے فرمایا ہو کہ پیغمبرون پر مطلقاً سہو جائز نہین ہو اور تاویل فاضل قوشجی کی فرقہ امامیہ کے نزدیک ایسی
تاویل قول کی ہو جسکا کہنے والا اس سے انکار کرے کیونکہ باجماع فرقہ امامیہ پیغمبر گناہان کبیرہ و صغیرہ سے از روے
عمد و خطا و نسیان کے نبوت سے پہلے بھی اور بعد نبوت بھی منزہ ہین اور واجبات و محرمات و مکروہات کے سوا اور باتون مین
سہو کرنا انکا پس ظاہر اصحاب یہ ہو کہ اس سے بھی انکو منزہ جانتا امامیہ کے نزدیک اجماعی ہو مگر صدوق علیہ الرحمہ نے البتہ
سہو کی دو قسمین کی ہین ایک سہو شیطانی اس سے بیشک انکار کیا ہو دوسرے سہو رحمانی یعنی وہ سہو کہ خدا تعالی
بنظر کسی مصلحت کے پیغمبرون پر مسلط کرے جائز سمجھا ہی بخلاف حضرات اہلسنت کے کہ انکے یہان بعثت کے پہلے تو اصلا
مانع نہین جانتے اور بعد بعثت بعضے تبلیغ کے سوا صدور کبیرہ و صغیرہ دونون کو جائز کرتے ہین اور بعضے تخصیص
صغیرہ کی کرتے ہین باقی رہے وہ امور جو مباح ہین یا از روے عادت کے علانیہ ہوتے ہین ایسے مین بھی سہو کا ہونا اصلا
ممتنع نہین جانتے اور اسے علمانے ہمارے ادلہ و براہین سے باطل کیا ہو اور قول صدوق علیہ الرحمہ کی تصدیق بھی
مشکل ہو چنانچہ بعض علمانے تصدیق کی ہو انکی اور اکثر علما ہمارے تصدیق نہین کرتے اور حق بھی ہو جیسا کہ انشاء اللہ
واضح ہوگا اور منشا قول صدوق علیہ الرحمہ کا بعض آیات و روایات ہین لیکن آیات پس وہ قول ہو خدا کا وَمَا
اَنْسَانِیْهُ اِلَّا الشَّیْطَانُ اور سَنُقْرِئُکَ فَلَا تَنْسٰی ولیکن فاضل بیضاوی نے اسکی تفسیر مین کہا ہو اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ
نسیانہ بان نسخ تلاوتہ اور صاحب تفسیر کبیر نے چند احتمال اس آیہ مین ذکر کیے ہین ایک یہ کہ مشیت کا ذکر تبرک کے لیے ہو

یہ استثناے حقیقی کے واسطے دوسرے یہ کہ استثنا اس بیان کے لیے ہو کہ اگر خدا چاہے تو اُسے اُسکے نسیان پر
رکھے کہ وہ قادر ہو اسپر تاکہ وہ حضرت یہ جانین کہ نسیان کا نہونا خدا کے فضل سے ہو یا یہ جانین کہ بیدار رہنے مین دوام
ثابت رہنے مین اپنے محتاج ہین اور یہ کہ استثناے حقیقی ہو جیسا کہ ایک روایت مین آیا ہو کہ ایک آیت کا پڑھنا نماز مین
بھول گئے تھے یا اس بیان کے لیے ہو کہ تیرا نسیان تھوڑا ہو زیادہ نہین ہو اور وہ بھی سوا واجبات کے اداب و سنن مین ہو
بالجملہ احتمالات اول جنہین استثنا غیر حقیقی پر محمول ہوا ہو موافق مذہب اکثر امامیہ کے ہو اور لیکن روایات جو منشا قول صدوق
علیہ الرحمہ کے واقع ہوئی ہین انہی جملہ سے وہ ہو جو شیخ نے تہذیب الاحکام مین اپنی سند سے ابو بصیر سے روایت کی ہو
کہ حضرت صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک شخص نے دو رکعت نماز کی پڑھی اور بعد اُسکے اٹھ کھڑا ہوا اپنے کام کو
چلا گیا حضرت نے فرمایا کہ چاہیے وہ نماز کو نئے سر سے پڑھے عرض کی کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے نماز
نئے سر سے کیون نہین پڑھی حضرت نے فرمایا کہ اسکی وجہ یہ تھی کہ حضرت نے اپنی جگہ سے حرکت نہین فرمائی تھی پس جسقدر
نماز باقی تھی اُسے پڑھ لیا اور جمیل سے روایت کی ہو کہ کہا اُسنے پوچھا مین نے جناب ابا عبد اللہ علیہ السلام سے اس شخص کے
حال سے کہ اُسنے دو رکعت نماز کی پڑھی بعد اُسکے اپنی حاجت کو چلا گیا حضرت نے فرمایا کہ استقبال صلوٰۃ کریگا یعنی نماز کو
از سر نو ادا کریگا مین نے عرض کیا کہ پھر لوگ روایت کیا کرتے ہین اور اسکے بعد راوی نے حضرت کے سامنے حدیث ذی الشمالین
کو بیان کیا یہ سنکر فرمایا کہ پیغمبر خدا اپنی جگہ سے نہین گئے تھے اور اگر بعد سہو اُس جگہ سے اور کہین جاتے تو حضرت بھی استقبال
صلوٰۃ فرماتے اور اس روایت سے صاف بوے تقیہ ظاہر ہوتی ہو کیونکہ بحوالہ روایت اہل خلاف سوال کیا تھا پس
کلام حضرت کا بر فرض تسلیم روایت ہو نہ موافق اُنکی تصدیق کے اور اُسکے ساتھ ممکن ہو کہ مراد اُس سے یہ ہو کہ پیغمبر خدا اپنے
درجہ سے کہ عالم سہو ہی باہر نہین گئے تھے اور اگر معاذ اللہ سہو فرماتے اور تجاوز اپنے درجہ سے کرتے تو ضرور اعادہ فرماتے پس
گویا یہ کلام حضرت کا ایک قسم توریہ کی ہو نہ حقیقی حالانکہ روایت ذی الشمالین مین جیسا کہ زید شحام نے روایت کی ہو یہ واقع ہو
کہ پیغمبر خدا نے فرمایا صدق ذو الشمالین فقالوا انھم لم تصل الا رکعتین فقام ما بقی من صلاتہ یعنی آنحضرت نے جماعت
اصحاب ماموین سے پوچھا کہ سچ کہتا ہو ذو الشمالین سب نے عرض کی کہ ہان آپ نے نہین پڑھین مگر دو رکعتین یہ سنکر حضرت کھڑے ہوے
اور نماز کو تمام کیا تو اس سے ظاہر ہوتا ہو کہ حضرت نے عمداً کلام کیا اور بعد اسکے تتمہ نماز کو بجالاے اور ظاہر ہو کہ کلام اجنبی مفسد
نماز ہو اور یہ دوسرا قرینہ ہو اسپر کہ یہ کلام محل تقیہ مین جناب صادق علیہ السلام نے فرمایا ہو اور ایک روایت تہذیب مین
وارد ہو کہ آنحضرت نے پانچ رکعتین نماز کی بسبب سہو کے پڑھین اور جب بعد نماز ماموین نے حضرت کو آگاہ کیا تو حضرت نے
دو سجدے سہو کے ادا کیے اور بعد اسکے فرمایا کہ انھین مرغمتان کہتے ہین بالجملہ ایسی روایات مستند صدوق علیہ الرحمہ کی ہین
اور یہ اگرچہ متعدد ہین لیکن مخالف احادیث مشہورہ ہین جیسا اجماع فرقہ امامیہ ہو اور اسکے معارض بھی جو موافق مشہور ہین وارد ہین
اور وہ بھی مروی ہین جیسا کہ شیخ نے باسناد اپنے زرارہ سے نقل کیا ہو کہ کہا انھون نے کہ مین نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے

پوچھا کہ آیا پیغمبر خدا نے سجدہ سہو کیا ہو حضرت نے فرمایا کہ نہین اور شیخی ہے حضرت عمل مین نہین لاے اور شیخ نے
کہا ہو کہ یہ وہ حدیث ہو کہ مین اسکے مضمون سے فتوی دیتا ہون اور وہ حدیثین کہ جنمین زیادہ ہین نے کتاب مین نقل کیا
وہ موافق مذہب اہلسنت ہین اور سوا اسکے نہین ہو کہ غرض اسکے نقل کرنے کی یہ ہو کہ جو حکم کہ ان احادیث مین وارد ہو وہ
معمول غیر نبی کے لیے ہو اور پھر کہا ہو کہ حدیث ذی الشمالین کی مشتمل اوپر سہو نبی کے ہو اور وہ ایسی چیز ہو کہ عقل اُسے
ممتنع جانتی ہو انتہی ملخص کلامہ اور جناب سید سند نے تفسیر نعمانی سے روایت کی ہو اسمٰعیل ابن جابر سے کہ امام معصوم
گناہون سے اور خطا و سہو نہین کرتا اور بھولتا نہین اور یہ احادیث مخالف مذہب حضرات اہلسنت اور معتقد دلیل
عقل و نقل و اجماع علماے شیعہ ہین پس انمین اصح و اقوی ہونا چاہیے اور صدوق علیہ الرحمہ نے جو اسمین مبالغہ کیا ہو
یہان تک کہ کہا ہو کہ جو کوئی سہو کی پیغمبر و امام سے نفی کرے پس حد افراط و غلو مین داخل ہوگا یہ کوئی حدیث نہین ہو بلکہ
یا انکے خیال کی بات ہو یا حسن ظن اپنے استاد کے ساتھ جو تھا اس باعث سے انمین میلان اسطرف ہوا چنانچہ انہین اس قول
اپنے وہ کلام ابن ولید کو جو انکے شیخ ہین لائے ہین کہ انہون نے کہا ہو اول درجہ من الغلو نفی السہو عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ اور امام
اور یہ قول شاذ و متروک ہو اور بلکہ مشتمل اوپر تفریط و تقصیر کے ہو جیسا کہ اور علما نے کہا ہو چنانچہ مفید علیہ الرحمہ نے فرمایا ہو کہ
اگر یہ حکایت صحیح ہو تو جو تجویز سہو کرتے ہین وہ پیغمبر و امام کی معرفت مین مقصر ہین اور جناب سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اس کلام
صدوق کو نقل کرکے جو فرمایا ہو کہ اسے فاضل نعمانی نے نقل کیا ہو محصل اسکا یہ ہو کہ جان تو کہ جو کچھ مین نے جسے حکایت
کی ہو اس خبر سے ہو کہ مین نے اسے ثابت کیا ہو کہ اُسنے ایسا تکلف کیا جو اسکی شان کے خلاف تھا اور یہ بھی اُسے سبب
اس اظہار کے اپنے نقص و عجز کا جو اسے علم نہین تھا اور اگر وہ اُن علما سے ہوتا جنھین خدا نے رشد کی توفیق دی تو ہرگز
ایسی بات کا متعرض نہوتا اس بات کے لیے جو اُسے اچھی نہین معلوم ہوتی اور اسکی صناعت کی نہین ہو اور ہرگز مہتدی
ایسی معرفت کے ساتھ نہوتا لیکن نفسانیت اپنے صاحب کو حق سے پھیرتی ہو پناہ مانگتے ہین ہم خدا سے اس بات سے
کہ توفیق کو سلب کرے اور مانگتے ہین اسی عصمت کو گمراہی سے اور طلب ہدایت کرتے ہین راہ چلنا راہ حق اور واضح مین
فقط۔ اور خبر ذی الشمالین کی نقل فرمانے کے بعد فرمایا ہو کہ یہ خبر اخبار احاد سے ہو جو موجب علم کو اور موجب عمل کرنے کے ہین
اور جو شخص ایسے اخبار پر عمل کرے تو اپنے عمل مین اعتماد اپنے گمان پر کرتا ہو نہ یقین پر کیونکہ اخبار احاد سے یقین نہین
حاصل ہوتا ہو گمان ہوتا ہو کہ شاید ہو اور حق تعالیٰ نے اتباع ظن سے منع فرمایا ہو اور بعد اسی کلام طویل کے کہا ہو کہ ہم
انکار اس سے نہین کرتے کہ پیغمبرون پر غلبہ خواب کا نماز کے وقت ایسا ہوا ہو کہ وقت گذر گیا اور بعد اسکے انھون نے
قضا پڑھی ہو اور اِس مین انکے لیے عیب و نقص نہین ہو اسواسطے کہ کوئی انسان نہین ہو کہ جسپر خواب غلبہ نہ کرتا ہو اور اسلیے
کہ سونے والے پر کوئی عیب کی نسبت نہین کرتا اور ایسا حال سہو کا نہین ہو کیونکہ وہ نقص کمال انسان ہو اور وہ عیب ہو
اُس شخص کے لیے جسپر وہ طاری ہوتا ہو اور جیسا کہ وہ دوسرے کے فعل سے ہوتا ہو اسی طرح کبھی خود بھولنے والے کا

فعل ہوتا ہی اور خواب کبھی غیر فعل الٰہی نہین ہو سکتا پس وہ مقدورات عباد سے کسی وقت مین نہین ہو سکتا اور
اگر خواب مقدور عباد سے بھی ہوتا جب بھی عیب و نقص اُس سے متعلق نہوتا کیونکہ وہ سب آدمیون کے لیے عام ہی اور
سہو کا ایسا حال نہین ہی کیونکہ اُس سے تحرز ممکن ہی اور ہم حکما کی سیرت پاتے ہین کہ وہ کبھی اپنے اموال و اسرار کو جس کسی کو
سہو و نسیان سے متصف پاتے ہین سپرد نہین کرتے اور جسے سوا اسکے اور امراض و اسقام عارض ہوتے ہین اُسے
سپرد کرتے ہین اور فقہا کو بھی پاتے ہین ہم کہ وہ ایسے شخص کی روایات کو جو صاحب سہو ہو طرح کرتے ہین مگر اُس حالت مین
کہ جب ناقل روایت مذکور اور بھی ایسا اُس نقل مین شریک ہو کہ جو صاحب لقظہ و فطنہ اور ذکا و حذاقت ہو پس اس بات سے
بجا ناگیا کہ سہو اور خواب مین فرق ہی اور جب یہ جائز ہوا کہ پیغمبر نماز مین سہو کرتے ہین تو یہ بھی جائز ہو گا کہ روزہ مین بھی
سہو ہوتا ہو گا یہان تک ممکن ہی کہ دن کو ماہ مبارک رمضان مین حلقہ اصحاب مین بیٹھکر کھاتے و پیتے ہون اور وہ مشاہدہ
کرتے ہون اور استدراک غلط کا آنحضرت پر کرتے ہون اور حضرت کو اُسپر متنبہ اور آگاہ کرتے ہون کہ تمسے یہ گناہ ہوا اور
جائز ہو کہ ماہ رمضان کے دن کو عورات کے ساتھ مقاربت کرتے ہون اسی طرح بہت سے امور ذکر کر کے کہا ہی کہ یہ
باتین ایسی ہین کہ جسکی طرف نہ کوئی مسلمان نہ غالی نہ موحد گیا ہی نہ کسی ملحد نے اُسے جائز کیا ہی اور وہ لازم آتی ہین
اُس شخص کے واسطے جبھی سے مین نے حکایت کی ہی اس بات کی جو اُسنے فتویٰ دیا ہی کہ سہو پیغمبر کا خدا کی طرف سے ہی
اور نبی کے سوا اُنکی امت کا سہو اور سب آدمیون کا اُسکے غیر ہی اور یہ ادعاے محض ہی کہ جسپر کوئی حجت نہین ہی کہ کوئی
شخص عقلا مین سے اُسے سمجھے مگر یہ کہ ادعاے وحی کیا جاے اُس بارہ مین اور اِس سے ضعف عقل اُسکا ہر بات مین ظاہر ہوتا ہی
اور اسکے بعد زیادہ لائق تعجب یہ کلام اُنکا ہی کہ سہو نبی خدا کی طرف سے ہی نہ شیطان کی طرف سے کیونکہ شیطان کو پیغمبر پر
تسلط نہین ہی اور زعم مین اُنکے شیطان کا تسلط نہین ہی مگر اُنپر جو اُسکے مطیع ہین اور اُنپر جو مشرک ہین اور اتباع اُسکے
جو غاوین سے ہین بعد اُسکے کہا ہی کہ یہ سہو جو شیطان کی طرف سے ہی وہ سب آدمیون کے لیے عام ہی سوا انبیا اور ائمہ
علیہم السلام کے پس اِس سے معلوم ہوا کہ سب انسان اولیاے شیطان ہین اور وہ سب غاوین سے ہین اگر شیطان کو
اُنپر سلطان ہو اور سہو اُنکا بسبب شیطان کے ہو خدا کی طرف سے نہو اور جو ایسی باتین اِس بارہ مین اپنے جہل سے کرے
وہ شمار اموات مین ہی انتہی کلامہ بعد اسکے فاضل مذکور نے کہا ہی کہ اگرچہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے مبالغہ تشنیع مین
صدوق علیہ الرحمہ کے کیا ہی لیکن اس سے یہ بات نہین ہی کہ سید جلالت قدر صدوق کو نہ جانتے تھے یا وہ اُسے سمجھتے تھے یا
جانتے تھے کہ جو کچھ مین نے کہا ہی وہ واقع مین صدوق کے حق مین ہی ہان طریقہ علما کا ہمارے یہ ہی کہ مسائل اجتہادیہ مین
بعض بعض کی تغلیط کرتے ہین اور جو اُن مین سے کسی حکم کی طرف گیا اور اُس مین کلام کیا تو اُسکی مخالفت کرتے ہین اور اُسپر
طعن کرتے ہین اور مجروح کرتے ہین اور منسوب طرف تخبط عقل و فتویٰ کے کرتے ہین تاکہ کوئی اس حکم مین اُسکی متابعت
نکرے اور اُسے واجب جانتے ہین اور اس مسئلہ کو علما نے مسائل غیب سے استثنا کیا ہی ساتھ اس بات کے کہ یہ مسئلہ

اصولی ہو تو کیونکر طعن کرین اُس شخص پر جو اُنکے مخالف اِس مسئلہ مین ہو والا سید مرتضیٰ اور شیخ مفید علیہما الرحمہ نے اخبار
واحکام مین صدوق علیہ الرحمہ پر اعتماد کیا ہی اور اُنسے نقل کی ہی اور اُنکی نقل پر اعتماد کیا ہی چہ جائیکہ ہو سکتا ہی کہ اُنسے اخبار کو
قبول کرین اور اُنھین دین سے خارج ہونے کی طرف منسوب کرین پس اور کوئی وجہ آئندہ نہین ہی مگر جو نسخے کتبی و نقل
ہمنے مشاہدہ کیا ہی اپنے اوثق مشائخ اور اورع و اتقا اور بعد اُنکے اغراض و منافیات سے انتہی اور شاگرد اُنکے جناب
اخوند مجلسی علیہ الرحمہ ہون اور یہ توجیہ فاضل نعمانی کی اور جو کچھ کہ آئندہ جواب مین سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کے کلام پر مطابق وقع
نہین ہی جیساکہ واضح ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ بالجملہ جوابات فاضل نعمانی نے جو سید کے کلام کے دیے ہین محصل اُنکا یہ ہی کہ
بہ نسبت اِن روایات کے آحاد ہونے کے جو علم الہدیٰ نے آحاد قرار دیکر فرمایا ہی کہ یہ موجب علم و عمل کی نہین ہو تین اُسکا
جواب پہلے یہ ہی کہ مدار اثبات احکام کا اِن زمانون مین اور جو پیشتر اِس سے تھا ہی آحاد پر ہی اور یہ اسواسطے کہ سید مرتضیٰ رحمہ اللہ
قریب العہد اپنے اجداد طاہرین علیہم السلام کے اعصار سے تھے اور اصول اربعمائۃ اور کتب خمسہ کے ہزارون نسخے تھے
اور وہ سب اُنکے پاس موجود تھے اور اُنکے اور جناب امام موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام کے بیچ مین اسی قدر زمانہ گذرا جو زمانہ
جناب صاحب العصر علیہ السلام کے اور جناب موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام کے بیچ مین گذرا اور سید رحمہ اللہ کو ممکن تھا کہ آحاد
و متواتر کو پہچانتے تھے اور یہ کتب و اصول اسی حال پر زمانہ ابن ادریس علیہ الرحمہ تک باقی رہے جب اُنکا زمانہ ہوا تو وہ کتب
و اصول باسباب مختلفہ برباد و ضائع ہوے چنانچہ بعض اسباب ضیاع سے اُسکے یہ ہی کہ بعض کتب تو بادشاہون کے خزانے مین
داخل ہو کر پھر باہر نہ نکلے اور بعض انھین اسباب سے یہ ہی کہ بعض سلاطین اور ائمہ جور نے بعض کو اُنکے جلا دیا اور بعض اُن
اسباب سے یہ ہی کہ جب شیعون نے دیکھا کہ یہ اصول اربعہ انھین کتب و اصول سے مدون و مرتب ہین اور بہ نسبت اُن کتب
و اصول کے مطلب اِس سے بسہولت حاصل ہوتا ہی تو اُن کتب و اصول کا استعمال اور کتابت کو ترک کیا جو اُنکی بقا و استمرار کا
سبب تھا یہان تک کہ ہمارا زمانہ ہوا پس ہم اب اپنے زمانے مین تقریباً تیس نسخے سے زیادہ اُن اصول کے نہین پاتے پس جبکہ
تو تمام اعتماد اخبار آحاد پر ہی اور ہمنے تو سکونی اور نوفلی اور جو اُنکے امثال تھے اُنکی بھی خبر کو قبول کیا ولیکن دوسرا جواب یہ ہی
کہ پیغمبر کے سہو فرمانے کی حکایت قریب بیس سند کے مروی ہی اور اسی مین مبالغہ و انکار ہی اُس شخص پر جو سہو کا انکار کرے
جیساکہ ابو صلت ہروی سے منقول ہی کہ مین نے عرض کیا جناب امام رضا سے کہ یا ابن رسول اللہ سواد کوفہ مین ایک
قوم ہین کہ وہ اسکا گمان کرتے ہین کہ پیغمبر سے سہو واقع نہین ہوا فرمایا کہ جھوٹ کہتے ہین خدا اُنپر لعنت کرے جو سہو نہین کرتا
وہ خدا ہی ایسا خدا کہ معبود بحق سوا اُسکے کوئی نہین ہی اور بالجملہ یہ مضمون بطرق صحیحہ و حسان و موثقات و مجاہیل و
ضعاف مروی ہی اور انکار اُس سے مشکل ہی فقط راقم رسالہ یہ کہتا ہی کہ جو فاضل نعمانی نے اِس مقام مین طول و بسط دیا ہی
سب کا سب مانحن فیہ مین بےمحل ہی اسواسطے کہ اعتقادات مین تحصیل الیقین شرط ہی اور یہ مسئلہ سہو نبی اور ائمہ مسئلہ اصول
اعتقاد سے ہی اسمین تمسک باخبار آحاد نہین چاہیے بلکہ دلائل عقلیہ و قطعیہ چاہیین اور بدلائل عقلیہ و نقلیہ جامع عزیز

جواز سہو و خطا نبی اور ائمہ علیہم السلام کا ثابت ہوا ہے پس جو خبر کہ اسکے خلاف ہو تاویل اسکی واجب ہے جو ہر گاہ جو آیت کہ
کتاب اللہ میں مخالف دلیل عقلی ہو تو اسکی تاویل واجب ہے اسی طرح سے جو اخبار مخالف دلیل عقلی کے ہوں انکی تاویل
ضروری اور واجب ہے پر ظاہر ہے کہ کتاب اللہ میں لفظ ید کی اور وجہ اور ساق کی جناب باری تعالی کے واسطے وارد ہے
اور بالاتفاق سب علمای شیعہ اسکی تاویل کرتے ہیں اسواسطے کہ حق تعالی بدلائل عقلیہ جسم و جسمانی ہونے سے منزہ ہے
باوصف اسکے کہ کتاب اللہ متواتر ہے اور اخبار اصول اربعمایۃ اور کتب اربعہ یا خمسہ ہیں سے اکثر و اغلب قسم احاد سے ہیں
اور صحیح و حسن و موثق و ضعیف یہ سب قسمیں اخبار احاد کی ہیں اور اخبار احاد بنفسہا مفید یقین کے نہیں ہوتے ہیں پس قیاس
کرنا فاضل نعمانی رحمہ اللہ کا مسئلہ اصولیہ کو اوپر مسئلہ فروعیہ کے قیاس مع الفارق ہے اور انکو اشتباہ ہوا ہے کہ انہوں نے
یہ کہا کہ استنباط احکام شرعیہ میں اصول اربعمایۃ پر علما اعتماد کرتے تھے یہ انہوں نے سچ کہا مگر اعتماد مسائل فروعیہ پر
کرتے تھے کسواسطے کہ مسائل اصولیہ میں تو یقین چاہیے اور وہ یقین حاصل نہیں ہوتا مگر بدلائل عقلیہ یا خبر متواتر
یا خبر متواتر مقترن بقراین مفیدہ یقین پس جو کچھ کہ فاضل نعمانی رحمہ نے جواب دلائل سید مرتضی رحمہ اللہ میں کہا ہے
سب ناتمام ہے اور نسبت سہو و خطا کی طرف ابن بابویہ رحمہ اللہ کی جیسا کہ اکثر علما نے کیا ہے اسہل ہے بہ نسبت اسکے
کہ نسبت سہو کی طرف جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ و ائمہ علیہم السلام کے کیجاے اور اخبار جو اس باب میں وارد ہوئے ہیں
دونوں یعنی اثبات جواز خطا علی النبی کے ہے اور نفی جواز خطا کے بھی ہیں اور جب دونوں متعارض ہوے تو لابد ہے ہمیں
کہ جو اخبار کہ متضمن جواز خطا ہیں انکی ہم تاویل کریں اور اقل تاویل یہ ہے کہ ہم کہیں وہ سب اخبار محل تقیہ میں وارد ہوئے ہیں
یہ بات ہے فلا تذہبن بنا یمینا و شمالا اور جو روایت ابوصلت ہروی سے جواب ثانی میں اپنے لکھی اس سے تو رائحہ تقیہ بخوبی
ظاہر ہے کیونکہ اسنے اس جماعت سے سوال کیا جو سہو نبی کا انکار کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ شیعوں کے سوا نہیں ہو سکتے
کیونکہ حضرات اہلسنت میں کوئی انکار سہو نہیں کرتا اور حضرت کا جواب میں یہ فرمانا بھی کہ ان الذی لا یسہو ہو
اللہ الذی لا الہ الا ہو یعنی نقل انکے قول کی ہے والا ملائکہ کا سہو و نسیان کب احادیث خاصہ میں وارد ہے پھر
وہ بھی تو غیر اللہ ہیں چاہیے سہو و نسیان کریں اور انکے سہو و نسیان کا کوئی شاہد نہیں ہے اور یہ بات بھی لائق تعجب ہے
کہ ملائکہ کا سہو و نسیان کوئی تجویز نہیں کرتا حالانکہ وہ مفضول ہیں اور انبیا کے لیے سہو و نسیان کی تجویز ہوتی ہے
باوصف اسکے کہ وہ افضل ہیں انسے اور یہ جو فاضل مرحوم نے فرمایا ہے کہ انکار اس سے مشکل ہے تو انکار اسوقت مشکل تھا جبکہ
روایات معارض اسکی نہوتیں اور جب اسکے معارض بھی روایات ہیں اور وہ موافق اجماع فرقہ حقہ کی اور اسکے معتقد ہیں
تو اب انکار کیوں دشوار ہوا اور اگر انکار خبر سے جو باوجود مخالف عقل و اجماع ہونے کے اور اسکے معارض خبر کے پاے جانے کے
مشکل ہے اور لائق طرح اور تاویل کے نہیں تو وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ کے برابر تو کسی کی سند صحیح و قوی
و متواتر و موثق نہیں ہے کہ کتاب اللہ ہے پھر اس سے انکار تو زیادہ تر مشکل ہوگا فافہم اور جو سید رہ نے فرمایا ہے کہ ہم

اس سے انکار نہیں کرتے کہ پیغمبروں پر وقت نماز میں خواب غالب ہوتا ہے لہٰذا اسکے جواب میں فاضل مذکور نے
لکھا ہے کہ اس قول پر وارد ہوتا ہے کہ جب غلبۂ نوم کا اعتراف کیا تو متنازع فیہ کا اعتراف ہو چکا لیکن نقل کی راہ سے پس اسلیے
کہ وہ اخبار جو حکایت سہو نبی پر دلالت کرتے ہیں وہ ان اخبار سے زیادہ ہیں جو حکایت نوم اور قضائے صلوٰۃ پر دلالت
کرتے ہیں اور راقم رسالہ کے نزدیک یہ ایراد بھی انکا صحیح نہیں ہے کیونکہ انھوں نے آپ میں یہ قیاس کیا کہ احادیث سہو
نبی کی اور غالب آنے خواب کی آنحضرت پر دونوں وارد ہوئی ہیں لیکن احادیث سہو کی کثیر ہیں اور احادیث خواب کی
قلیل ہیں لیکن فارق کو اسکے نہ دیکھا اور وہ یہ ہے کہ احادیث سہو مخالف اجماع فرقۂ امامیہ ہیں اور اسکے معارض بھی روایات
وارد ہوئی ہیں لیکن احادیث غلبۂ نوم پس نہ وہ مخالف اجماع فرقہ ہے نہ حدیث اسکے معارض ہے پھر کیونکر ترجیح درست
ہوگی پس اس سے معلوم ہوا کہ فاضل موصوف کا قیاس کرنا قیاس فاسد ہے پھر کہا ہے فاضل ممدوح نے لیکن عقل کی
راہ سے پس اسواسطے کہ جو سید رہ نے غلبۂ نوم سے نقص کی نفی کی ہے اور سہو کے لیے عیب ہونے کا اثبات کیا ہے وہ خلاف
طور عقل و عادت ہے کیونکہ جب تحرز غلبۂ سہو سے ممکن ہے اسی طرح تحرز زیادہ سونے سے بھی ہو نماز کی قضا ہو جانے کا سبب
واقع ہو ممکن ہے بلکہ خواب میں یہ تحرز اکمل ہے کیونکہ وہ مقامات کہ جہاں انسان کو گمان ہوتا ہے کہ انمیں نماز کے وقت خواب
غالب ہو جائیگا مثل تعب شدید کے یا اس بیداری کے جو آخر شب تک ہے ممکن ہے کہ کسی کو بٹھا دے کہ اسے نماز کے وقت پر
جگا دے مثل پیغمبر خدا کے کہ آپ کے اعوان لشکر میں بہت تھے جبکہ اس صحرا میں آرام فرمایا جہاں حاجت نماز کی قضا کی طرف
ہوئی بخلاف سہو کے کہ اسکے لیے کوئی وقت خاص نہیں ہے کہ انمیں احتراز کر سکے اور یہ ظاہر ہے پوشیدہ نہیں ساتھ اس بات کے
کہ کلام صدوق تابع اخبار ہے اس بات میں کہ جسنے نبی سے سہو کرایا وہ خدا ہے اور اسوقت میں فرق خواب میں اور سہو میں نہوگا
اس بات میں کہ دونوں کو خدا نے اپنے پیغمبر میں پیدا کر دیا ایک جگہ سہو کو پیدا کیا دوسری جگہ خواب کو غالب کیا فقط اور راقم
کہتا ہے کہ یہ بھی تقریر انکی اچھی نہیں ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غرض کلام سید کو نہیں پہونچے کیونکہ مطلب علم الہدیٰ کا یہ ہے کہ
نوم ایک حالت طبیعی ہے ضروریہ سے انسان کے لیے ہے جسپر حیات و صحت انسانی منوط و مربوط ہے خواہ نفوس بشریہ ہوں
یا نفوس قدسیہ لیکن جب اس عالم ہیکل جسدانی بشری میں ہونگے تو بسبب اس جسم کے محتاج انکی طرف ہونا ضروری ہوگا جیسا
اور ماکل و مشارب ضروری ہیں ہے اور جب انسان کچھ کھائیگا اور پیئے گا اور بخارات اسکے معدے سے رطب اٹھکر دماغ کی طرف
جائینگے اور قصد یا وسالک روح کرینگے اسوقت نوم غالب ہوگا اور کسی کو اس غلبہ سے نجات و انفکاک زندگی میں ممکن نہیں ہے
کیونکہ جب یہ حالت بیداری کی حالت پر غالب آتی ہے اسوقت انسان سوتا ہے تو واقع میں یہ ہے کہ اس سے ذی حیات کو تحرز محال ہے
نہ وہ کہ جو فاضل فغانی فرماتے ہیں کہ اکمل ہے شاید فاضل مذکور غلبۂ نوم سے نوم ثقیل جو بمعنی سبات ہے سمجھے ہیں اور یہ مراد جناب
سید سند کی نہیں ہے کیونکہ عدم انفکاک امر ضروری سے متعلق ہوتا ہے اور وہ نوم طبیعی ہے نہ غیر ضروری کہ مرض ہے اور وہ اتفاقی
کسی کو عارض ہوتا ہے اور پھر بعلاج اس سے انفکاک ممکن ہے اور جو فاضل مذکور نے فرمایا ہے کہ اس سے تحرز نبی کو سہل تھا کہ لشکر ساتھ تھا

کسی کو حکم فرماتے کہ بیدار رہے وقت نماز پر جگا دے پھر کیون نہ کیا تو اول یہ کہان سے معلوم ہو سکتا ہی کہ ہم ایسا سو نینگے
کہ وقت نماز پر بیدار نہ ہونگے علاوہ اسکے یہ بھی محتمل ہی کہ بارادہ سونے کے نہ لیٹے ہون بلکہ شدت تعب سے ارادہ یہ ہو کہ
تھوڑی دیر تعب کو دفع کرینگے مگر حق تعالی نے راحت پہونچانے کو اپنے محبوب پر خواب کو مسلط فرمایا ہو اور پھر اس حالت مین
کہ جب خواب کا ارادہ ہی نہ تھا تو کیونکر تحرز اس سے امکن نہو سکتا ہی اور جو سید نے فرمایا کہ خواب عبث نہین ہی اور سہو نقص ہی
بست ظاہر ہی کیونکہ خواب امر طبیعی ہی اور نسیان امر غیر طبیعی از قسم امراض ہی اور امراض اگرچہ سب غیر طبیعی اور منافی کمال [illegible]
لیکن بعض ان مین سے مشہور بعیب ہین جیسا کہ بعض انکے جو مورث قبح منظر ہین مثل برص و جذام وغیرہ کے کہ دیکھنے والے کے
تنفر کا سبب ہوتا ہی اور بعض انکے مضر حواس کو ہین جیسا کہ اندھا ہونا اور بہرا ہونا اور گنگ ہونا اور بے عقل ہونا اور
ان سب سے انبیا کا منزہ ہونا ضرور ہی اسی طرح سہو و نسیان بھی آفت حافظہ کی ہی اور سلامتی اسکی کمال انسان ہی کیونکہ
وہ خزانہ ہی کہ جسمین مدرکات جمیع حواس کے جمع رہتے ہین اور اسکی صحت سے سب حواس اور انکے مدرکات کی غایت مطلوب
صحیح تمام ہوتی ہی اور اسکا صاحب لائق اعتماد ہوتا ہی اور اپنے تئین سہو سے بچا سکتا ہی اور ماؤف ہونا اسکا مرض و عیب ہی
کہ پھر اسکے صاحب کے اقوال و افعال پر اعتماد نہین ہو سکتا اور نبی کو ایسا ہونا چاہیے جو جمیع امت سے افضل اور جملہ
نقائص سے پاک ہو اور اس نقصان کے ساتھ یہ صادق نہین آسکتا فتدبر بعد اسکے پھر فاضل مذکور نے کہا ہی کہ اور
وہ قول سید کا کہ ہمنے حکما و فقہا کو اس طرح پایا ہی الخ پس اسکا جواب یہ ہی کہ حکما امانات و اسرار کو اپنے اسے نہین سپرد کرتے
جو کثیر السہو ہو اور اسی طرح فقہا بھی اجتناب اسکی روایت سے کرتے ہین جبکہ سہو غالب ہو نہ یہ کہ جیسے مورد خاص مین
سہو ہوا ہو اور اسکے سہو کا باعث اس مورد مین وہ حکم ہوا ہو جسنے اسے نبوت کو سپرد کیا فقط انتہی اور راقم رسالہ کے نزدیک
یہان بھی مطلب پر سید کے یا نہین پہونچے یا اغماض عین کیا ہی کیونکہ غرض سید کی یہ تھی کہ سہو و نسیان کا عیب ہونا ظاہر ہی
اور وہ بقول حکما و فقہا انھون نے ثابت کر دیا کہ دونون طائفے اس سے اجتناب کرتے ہین اب رہا یہ کہ وہ جب حد کثرت کو
پہونچے تو عیب ہی اور لائق اجتناب ہی والا عیب نہین ہی اور نہ کوئی اجتناب کرتا ہی اس کہنے سے اسکا فی الجملہ عیب ہونا اور
لائق اجتناب و احتیاط کے ہونا برطرف نہین ہوتا بلکہ اس جواب مین بھی جو سید نے فرمایا تھا اسکا اقرار ہو چکا مگر اس شرط کے
ساتھ کہ جب زیادہ ہو لیکن کہنے والے کو یہان پہونچتا ہی کہ کہے کہ جیسا سہو و نسیان عیب و نقص صاحب کا اپنے اور لائق
اجتناب و قابل احتیاط سپرد امانت اور نقل روایت کے لیے باعتبار کثرت عروض باعتراف فاضل نعمانی ہوتا ہی اسی طرح
وہ مورث عیب و نقص کا باعتبار مورد اپنے اور صاحب کے بھی ہو سکتا ہی مثلاً وہ شخص کہ عوام سے ہی اور منہمک امور دنیا
یا پرورش عیال و اطفال مین اپنی ہی اگر کسی سے وعدہ کرے اور اسے کبھی بھول کر مخالف وعدہ کرے تو کوئی اسپر تعجب اور سرزنش
نہین کرتا بخلاف اسکے کہ اہل علم و صلاح سے اور فارغ علائق دنیا سے اور ضابط اپنے اوقات و عادات کا ہو اس سے خلف وعدہ
ظہور مین آئے تو سبکو محل تعجب ہوتا ہی بلکہ وہ دی شکایت اور ذہاب اعتماد کا اسکے سبب ہوتا ہی پس نبی صلی اللہ علیہ و آلہ کے

ہو ہمیشہ مراقب عظمت الٰہی رہتا ہو حالت نماز مین کہ جو خاص وہ عبادت ہے جسمین حضور قلب کے لیے تمام امت کو
اپنی مامور فرمایا سہو ونسیان کا صادر ہونا ایسی بات نہین ہے کہ بعد اُسکے تعجب نہو خصوصًا عوام کے دل مین یہ بات
نہ آے کہ جیسا یہ نماز مین بھول گئے اُسی طرح اُن باتون مین بھی کہ جسکا ہمین علم نہین ہے بھولتے ہونگے اور ساتھ اسکے پیغام
بعثت کو خیال کرنا چاہیے کہ کسقدر نقصان پہونچتا ہے انتہٰی بعد اسکے پھر فاضل مذکور نے کہا ہے کہ جو علم الہدیٰ نے فرمایا ہے
کہ اگر سہو نماز مین جائز ہو تو صوم مین بھی جائز ہو الخ اُسکا جواب یہ ہے کہ تجویز سہو کی پیغمبر پر صوم مین اور جو مثالین اور
کہی ہین انمین اگر امت پر رحم کرنے کے لیے ہو تو ہم اُنمین بھی تجویز کرینگے لیکن یہ جائز ہے واقع نہین ہوا اگر امت پر رحمت کے لیے
نہو بلکہ مشتمل او پر ایک قسم کے نقص پر ہو تو ہم اسے تجویز نہین کرتے خصوصًا تبلیغ مین کیونکہ سہو کا نقص اسمین ظاہر ہے
اور وہ اعتماد نبی کے وعدو وعید سے نہوتا ہے فقط راقم رسالہ کہتا ہے کہ اس جواب کا حال بھی ظاہر ہے کیونکہ سید کی مراد تو یہ ہے
کہ اگر سہو نماز مین جائز ہو تو صوم مین بھی جائز ہو اور اگر صوم مین جائز ہو تو اس جواز سہو سے یہ نقص لازم آتے ہین
جسمین رحمت امت کے لیے ہونے کے احتمال کی گنجایش ہی نہین بلکہ بے اعتماد ہونا امت کا جس سے انکی بربادی دنیا
و آخرت کی ہے اور گنجایش فساق کو نظیر دینے کے لیے اور سراپا نقص پر مشتمل ہونا اسکا ظاہر ہے اب ہم اُسے تجویز کرتے ہین
کہنے کا محل باقی ہی نہین سوا اسکے جو آخر مین کہا کہ بس نہین تجویز کرتے ہم اور جب اس کہنے کے سوا چارہ نہوا تو سید کا
کیا جواب دیا گیا سوا التسلیم کے فقط پھر فاضل نعمانی نے فرمایا ہے کہ لیکن قول جناب علم الہدیٰ ثم العجب الخ اسکا جواب
یہ ہے کہ کچھ مقام تعجب کا نہین ہے بعد اسکے کہ یہ بات اخبار صحیحہ مین وارد ہو چکی ہے اور حاشا کہ صدوق علیہ الرحمہ کبھی ایسی عظیم
بات پر جرات نہ کرتے جب تک کہ کوئی اثر روایت نہ پاتے فقط راقم رسالہ کے نزدیک یہ جواب بھی بالکل تدبیر سے کلام
جناب سید مین دیا گیا ہے یا دانستہ بعض کو لیا ہے اور بعض کو ترک کیا ہے کیونکہ کلام اور مراد کلام جناب علم الہدیٰ یہ ہے کہ
صدوق علیہ الرحمہ نے جو فتویٰ دیا ہے کہ نبی کا سہو خدا کی طرف سے ہے اور سوا آنحضرت کے انکی امت کا اور سب آدمیون کا
سہو غیر خدا کی طرف سے ہے اس ادعا پر کوئی حجت نہین ہے کیونکہ جسکے دلالت صریح اسپر واضح ہو خبر جو وارد ہے اُس سے یہ معلوم
ہو سکتا ہے کہ نبی پر خدا نے سہو کو وارد کیا تھا لیکن یہ کہ اُنکے سوا سب امت نبی اور کافہ بشر یہ کبھی خدا اثر سہو ظاہر
نہین فرماتا جسکو سہو ونسیان ہوتا ہے وہ فعل غیر خدا ہے اس مجموعے پر کیا حجت ہے اور خبر مین کون کون نہین شریک ہو جاتے
اسکا کیا اثبات فاضل نعمانی دیتے ہین علاوہ اسکے وہ یہ فرماتے ہین کہ اسپر حجت نہین ہے اور فاضل نعمانی انھین روایات
کی طرف اشارہ فرماتے ہین جنھین وہ حجت نہین جانتے بلکہ اخبار احاد اور مخالف اجماع سمجھتے ہین جو قابلیت حجت ہونے کی
اُنکے نزدیک نہین رکھتین پھر کیونکر اُسکا تعجب اس تصریح سے رفع ہو سکتا ہے فقط مخفی بعد اسکے کہا ہے کہ لیکن دوسرا تعجب
علم الہدیٰ کا جو ہے اُسکا نقص بھی پوشیدہ نہین ہے کیونکہ صدوق علیہ الرحمہ نے اقتباس آیۃ کا ارادہ کیا ہے یا وہ خبر ہے کہ
اُسکے لفظ کو نقل کیا ہے بدون اسکے کہ ارادہ تفسیر معنی کا اُسکے کیا ہو اور معنی اُسکے شیطان کی اطاعت ہے اُس امر مین جو وہ القا کرتا ہے

وسواس کا اور سوا ائمہ علیہم السلام کے اس سے کون خالی ہے مگر جنکے لیے اَلَّذِیْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ وَالْغَاوُوْنَ وارد ہوا ہے وہ
مومنین کے سوا اور فرقہ میں پس گویا کہ صدوق علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ شیطان کا سلطان مومنین اور غیر مومنین سب پر ہے
لیکن مومنین میں تو سلطان اسکا اتنا ہے کہ وسواس یا جو اسکے مشابہ ہے اسکا القا کرتا ہے اور غیر مومنین میں نور سے ظلمت
کی طرف نکالتا ہے ساتھ اس بات کے کہ ہم موافقت صدوق علیہ الرحمہ کی نہیں کرتے مگر اس بارے میں جسمین نص صحیح
صریح ناطق ہے اور وہ اسقدر ہے کہ حق تعالی نے نماز میں پیغمبر کو بھلا دیا تھا فقط راقم رسالہ کے نزدیک یہ جو فاضل نعمانی نے
کلام سید پر بہ نسبت انکے تعجب ثانی کے وارد کیا ہے اور تفسیر و تاویل خاطر خواہ کرکے بنایا ہے اسکا عیب بھی ظاہر ہے کیونکہ کلام
مرتبہ اور طرز بیان اور ہے اور کلام انسان کی شان اور منزلت اور ہے اور تعجب اس کے واسطے مقام مناسب محل ضرور ہے علما کو
ایسی بات کہنی چاہیے کہ جو لائق دخل ایراد کے ہو اور یہ کلام صدوق علیہ الرحمہ اس مقام پر تعاجب تو سید نے اسے کہا اور
پھر فاضل نعمانی کو حاجت اسکی اصلاح کے لیے تاویل بعید کی پڑی کیونکہ مراد سید کی تعجب سے یہ ہے کہ جب انھون نے کہا
فتوی دیتے ہیں کہ سہو نبی کا خدا کی طرف سے ہے شیطان کی طرف سے نہین ہے اسلیے کہ شیطان کو نبی پر سلطان نہیں ہے اور
یہ زعم کیا کہ سلطان اسکا انھیں پر ہے جو اسکے اولیا ہیں اور اسکے ساتھ مشرک ہیں اور غاوین سے اسکے اتباع میں اور اسکے بعد
کہا کہ یہ سہو جو شیطان کی طرف سے ہے یہ ہر بشر کے لیے باستثنائے انبیا و ائمہ علیہم السلام عام ہے تو اس سے نتیجہ یہ پیدا ہوا
کہ کل بشر اولیا شیطان ہیں اور غاوون ہیں اگر شیطان کو انپر سلطان ہو اور سہو انکا خدا کی طرف سے نہو تو اعتراض جو
سید نے فرمایا وہ ترکیب کلامی پر تھا جس سے نقص عظیم پیدا ہوتا تھا اور اسی طرح آیۃ کا بیان کب ہے جس سے اقتباس کیا ہے
آیۃ میں بعض اس بیان کا ہے نہ کل اور اعتراض سید کا تمام بیان پر ہے اور آخر وہ بیان ایسا ہے اور اعتراض اتنا قوی ہے کہ جسکے لیے
فاضل نعمانی نے ایسی مراد کلام صدوق علیہ الرحمہ سے تاویل میں پیدا کی جو از قبیل اَلْمُرَادُ لَا یُرَادُ مِنَ اللَّفْظِ ہے کیونکہ کلام
صدوق بیان مفصل ہے مجمل نہیں ہے کہ حصول مراد میں تاویل کا محتاج ہو علاوہ اسکے جو فاضل نعمانی نے خود تاویل میں
کہا ہے وہ خود جیسا ہے ظاہر ہے کیونکہ فاضل مذکور نے کہا ہے کہ معنی اس خبر کے شیطان کی اطاعت ہے اس بات میں جو وہ وسواس
کا القا کرتا ہے اور سوا ائمہ علیہم السلام کے اس سے کون خالی ہے اور بعد تفسیر کی تمامی کے کہا ہے گویا کہ صدوق علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ
شیطان کا سلطان مومنین اور غیر مومنین سب پر ہے لیکن مومنین میں تو سلطان اسکا اتنا ہے کہ وسواس کو یا جو اسکے مشابہ ہے
اسکا القا کرتا ہے اور غیر مومنین میں اسکا سلطان یہ ہے کہ انھیں نور سے ظلمت کی طرف نکالتا ہے تو آیا القاے وسواس شیطانی سے
مومنین پر اولیاء الشیطان کا اطلاق صادق آسکتا ہے اور اگر ہو سکتا ہے تو غیر ائمہ میں جمیع اصحاب نبی اور اصحاب ائمہ علیہم السلام
اور جملہ شہدا اور علما اور صلحا آگئے پھر یہ سب اس لائق ہیں کہ مصداق اولیا الشیطان ہوں اور جبکہ اولیا الشیطان کا اطلاق
ہو چکا پھر اسپر مومن کامل یا مومن کا اطلاق بھی ہوگا اور آیا اس ادعا پر بھی کوئی حجت ہے کہ جس سے واضح ہو کہ پیغمبر نے
یا امام نے یہ فرمایا ہو کہ باستثنائے نبی اور ائمہ علیہم السلام طبقۂ اسلام یا فرقۂ مومنین لیکن سب اولیا الشیطان ہیں بعد

اسکے کہ حق تعالی فرما چکا سورہ اعراف مین انا جعلنا الشیاطین اولیاء للذین لا یؤمنون کا اثبات اور جواب جب تک
بشہادت حجت از طرف فاضل نعمانی نہ گذرے اعتراض جناب علم الہدی موافق کتاب اللہ اور موید بحجت بحکم واقع
دفع نہین اور کوئی عیب ونقص انمین نہین ہے بعد اسکے فاضل مرحوم نے فرمایا ہے کہ جب یہ تو سمجھ چکا تو اب جان تو کہ عمدۃ
انکار علما رضوان اللہ علیہم کی سہو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین امر ہین پہلے اجماع جیسے وہ نقل کرتے ہین دوسرے
انکا قول کہ جب عقل ونقل متعارض ہون تو عقل کو تقدیم دینگے اور نقل کی تاویل کرینگے اگر ممکن ہوگا والا طرح کرینگے
تیسرے وہ روایت ہے جسے شیخ الطائفہ محمد ابن الحسن نے اپنی اسناد سے ابی بکیر سے کہ اسنے زرارہ سے نقل کیا ہے
کہ کہا اسنے کہ مین نے جناب ابو جعفر علیہ السلام سے پوچھا کہ آیا پیغمبر خدا نے دو سجدے سہو کے کبھی فرمائے ہین حضرت نے
فرمایا نہین اور انکو کوئی فقیہ نہین کرتا اور جواب ان امور ثلثہ سے پہلی بات کا یہ ہے کہ اجماع ممنوع ہے بواسطے کہ صدوق
علیہ الرحمہ اور انکے شیخ محمد بن حسن بن ولید نے اس انکار سہو سے صریحاً انکار کیا ہے اور بہت سے محدثین کا ظاہر یہ ہے کہ
اسی طرف گئے ہین اسلیے کہ انہون نے ان اخبار کو جو شان سہو مین وارد ہوے ہین نقل کیا ہے اور نقل اس طرح کیا ہے کہ بعد
اسکے رد کرنے سے متعرض نہین ہوے اور ایسی نقل کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ گویا موافقت کرتے ہین جیسا کوئی کسی
بات پر سکوت کرکے موافقت کرتا ہے اور یہ حال زمان سابق کا تھا اور ان اوقات مین معاصرین سے محقق کاشانی
اور بعض مجتہدین عراق نے بھی اسی راہ کو اختیار کیا ہے فقط راقم رسالہ کہتا ہے کہ جو فاضل نعمانی نے فرمایا ہے کہ زمان سابق اور
حال مین بعض علما جنکا نام انہون نے لکھا ہے وہ مخالفت کرتے ہین تو اجماع ممنوع ہوگا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ مراد اجماع
منقول سے یہ ہے کہ ایک وقت خاص مین اصحاب ایک امر پر متفق ہو چکے ہین اور انمین نزاع وخلاف واقع نہین ہوا نہ یہ کہ
کسی وقت مین کسی نے خلاف نہ کیا ہو والا وہ تو ضروریات مذہب سے موسوم ہوگا اور ایسے اجماع سے استدلال غایتہ
فاضل محقق کاشانی کے کلام مین بھی موجود ہے کہ جا بجا نقل دعوی اجماع بھی ہے اور ذکر اسکے خلاف کا بھی ہے علاوہ اسکے یہ شبہہ
فاضل نعمانی کا بیکار ہے کیونکہ اہل اصول اجماع منقول کو جو کاشف قول معصوم کا ہے حجت احکام شرعیہ فرعیہ مین جانتے ہین
نہ اصول اعتقاد مین یہان ادلہ قطعیہ کو جو مفید یقین کو ہین حجت جانتے ہین اور وہ جملہ عقلا کا جو اولوا الالباب علمائے کرام سے ہین
متفق ہونا ایک امر پر ہے ساتھ تائید ادلہ عقلیہ ونقلیہ کے اور یہان یہ بات حاصل ہے کہ اخبار بھی عدم جواز سہو پر دلالت کرنے والے
موجود ہین اور عقلاً بھی سہو ممنوع ہے اور اکثر علمائے فحول کا بھی مختار یہی ہے کہ ہرگز سہو ونسیان نبی پر جائز نہین ہے اور مراد جناب
سید کی یہان یہ اجماع ہے نہ وہ اجماع منقول جو مفید ظن کو اور مستعمل احکام فرعیہ کے استدلال مین ہوتا ہے [illegible]
اور فی الواقع ایسی کثرت علمائے اعلام کی اس اتفاق مین ہے کہ اب جو کوئی خلاف اسکے کہتا ہے تو وہ کالعدم کے مرتبہ مین ہے کیونکہ
جنکے نام فاضل مرحوم نے لیے وہ بمقابل علمائے منکرین سہو کے معدود اور معلوم النسب ہین اور یہ جو انہون نے کہا
کہ بہت محدثین نے ان اخبار کو نقل کیا ہے بدون اسکے کہ انکی رد کی طرف متعرض ہوے ہون تو وہ شیخ الطائفہ ہین گو انہون نے

تہذیب مین یہ اخبار نقل کیے ہین لیکن پھر یہ بھی لکھ دیا ہی کہ مین اسلیے نقل کرتا ہون کہ جو کچھ انمین ہی اُسکا حکم معمول بہ غیر نبی کے لیے ہی پھر اس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ نقل موافقت صدوق علیہ الرحمہ کے لیے نہین ہی جس سے کا الموافقۃ السکوتیہ نام رکھین اور اگر محقق کاشانی کا اور بعض مجتہدین عراق کی موافقت اجماع کے منع پر حجت لاتے ہین تو شیخ بہائی علیہ الرحمہ کو دیکھنا چاہیے اور مصنف بحار الانوار اخوند مجلسی علیہ الرحمہ کے قول کو دیکھین جو اُنکے اُستاد ہین کیونکہ جناب شیخ بہائی علیہ الرحمہ کے قول کو خود اُنھون نے لکھا ہی کہ وہ فرماتے ہین جسکا محصل یہ ہی کہ سہو کی نسبت کو ابن بابویہ علیہ الرحمہ کی طرف منسوب کرنا اولیٰ ہی اس سے کہ نبی کی طرف منسوب کرین اور جہان کہین کہ قول صدوق علیہ الرحمہ کو جو انھون نے فرمایا تھا کہ اگر خدا نے مجھے توفیق دی تو ایک کتاب مستقل کیفیت سہو نبی مین لکھونگا نقل کیا ہی کہا ہی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يُوَفِّقْهُ لِتَصْنِيفِ ذٰلِكَ الْكِتَابِ فقط اور طرفہ مضمون یہ ہی کہ اس کلام شیخ بہائی علیہ الرحمہ کو فاضل نعمانی اُنکے ظرائف پر حمل کرتے ہین اور جناب اخوند مجلسی نے حیات القلوب مین جو فرمایا ہی اُسکا محصل یہ ہی کہ ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے اور بعضے محدثین نے اگرچہ تجویز کیا ہی کہ حق تعالیٰ نے بنظر مصلحت آنحضرت پر سہو وارد کیا تھا کہ نماز مین یا غیر اسکے مین سوا اُسکے جو متعلق بہ تبلیغ رسالت ہی کہ اسمین سہو کسی طرح جائز نہین ہی سہو فرمایا ہی لیکن معظم علماے امامیہ رضوان اللہ علیہم اسکے قائل نہین ہوے ہین اور وہ کسی طرح سہو و نسیان کو نبی پر جائز نہین جانتے اور وہ احادیث جو سہو کے واقع ہونے پر دلالت کرتی ہین اُسے تقیہ پر حمل کرتے ہین انتہٰی کلامہ كَمَا عَرَفْتَ اب بانصاف دیکھنا چاہیے کہ مجتہدین عراق وغیرہ مین بہتر شیخ بہائی علیہ الرحمہ اور اخوند مجلسی علیہ الرحمہ سے کون ہوا ہی جیسا کہ مشہور اور کتب اور تحقیقات اُنکی اُنکی جلالت قدر پر شاہد ہین علاوہ اسکے اس فتوے کا کہ نبی کو تبلیغ رسالت مین سہو جائز نہین ہی اور اسکے سوا جائز ہی قول عصمت انبیا کے مخالف ہونا ظاہر ہی کیونکہ جب سہو جائز ہوا تو کسی طرح یہ نہین ہو سکتا کہ عمداً اور سہواً قبل نبوت اور بعد نبوت اُنسے گناہ سرزد نہین ہو سکتا اور عصمت اُنکی مختار کافہ فرقہ شیعہ اثنا عشری ہی کہ جسمین صدوق علیہ الرحمہ اور اُنکے شیخ اور محقق کاشانی اور کل مجتہدین عراق وغیرہ متفق ہین پھر کس طرح ہو سکتا ہی کہ یہ دعوی اجماع منقول ممنوع ہو فتدبر پھر فاضل مذکور نے کہا ہی کہ لیکن دوسرا امر پس قول اسکی انمین بیشتر ہو چکا ہی اور یہ بات ہی کہ دلیل عقلی مطلقاً مقدم نہین ہوتی بلکہ کبھی مقدم ہوتی ہی جب کہ موید نقل ہو تو حقیقت مین وہ تعارض نقلین ہی ورالا پس دلائل خود اپنے نفس مین تمام نہین ہین چہ جائیکہ اُنسے احکام شرعیہ کا اثبات کیا جاے فقط راقم رسالہ کہتا ہی کہ ضعف اس قول کا بھی ظاہر ہی کیونکہ دلیل عقلی ایسی چیز ہی کہ اُسی کے ذریعہ سے خدا کو اور رسول کو جو شارع ہی پہچانتے ہین اثبات احکام شرعیہ کیسا حق تعالیٰ نے اپنے لطف سے ایک حجت دلیل عقل کو پیدا کیا دوسرا حجت دلیل نبی و امام کو بھیجا اگر وہ نہوتے تو کبھی ہدایت نبی کی موثر نہوتی جیسا کہ مجانین و سفہا کو کچھ فائدہ بعثت سے حاصل نہین ہو سکتا لیکن شاید فاضل معظم الیہ دلیل عقلی سے مطلقاً ادلہ عقلیہ جو موافق ضوابط حکماے یونانین مین سمجھے ہین جس سے انکار کرتے ہین تو ایسا نہین ہی بلکہ دلیل عقلی جو کہتے ہین اُسکی دو قسمین ہین ایک وہ جو موافق قوانین منطق اور اُنکی اصطلاح مین موسوم بحجت ہی

اور ایسے ابحاث احکام شرعیہ مین مداخلت چندان نہین ہی اور دوسرے وہ کہ موافق ضوابط شرعیہ ہی اور کلام علما مین
دلیل عقلی سے ہمیشہ مراد ہی اور وہ لائق اسکے نہین ہی اور ان ادلہ کو نہین کہہ سکتے کہ وہ اپنے مرتبہ مین خود غیر تام ہین کیونکہ
اگر وہ غیر تام ہون تو احکام شرعیہ غیر معتبر ہو جائین اور اصول عقائد بے دلیل ہو جائین بلکہ وہ معتبر تام فی انفسہا ہین
اور انہین سے اثبات و تنقیح احکام شرعیہ کی ہوتی ہی مثلاً بیان توحید مین جو ادلہ عقلیہ کہ جناب امیر علیہ السلام نے بیان اثبات
واجب مین اور اسکے یگانہ ہونے مین فرمائی ہین کسکی مجال ہی کہ اسے رد کر سکے یا اسے کہہ سکے کہ غیر تام ہین اسی طرح جمیع
احکام شرعیہ کے لیے دلیل عقلی قول معصوم علیہ السلام ہی جبکہ موافق ان ضوابط شرعیہ کے ہو جیسے انھون نے ضابطہ قرار دیا
اور ضابطہ اسکا مثلاً وہی ہی کہ متشابہ کو محکم پر مجمل کو انکے کلام مفصل پر جو حال تقیہ مین کلام فرمایا ہی اسے اس کلام پر جو غیر
حال تقیہ مین فرمایا ہی عرض کرین شاذ کو مجمع علیہ سے ملائین جسے موافق ضابطہ شرعی پائین اسپر عمل کرین والا تاویل کرین
یا توقف کرین یا طرح کرین سوائے اسکے اور کیا ہو سکتا ہی زمان غیبت مین اور یہ والبتہ بعقل ہی اسی سے اسکا نام دلیل عقلی ہی
اور جتنے احکام شرعیہ مین سب کے لیے قرآن اور کلام معصوم علیہ السلام جسے فاضل نعمانی دلیل نقلی کہتے ہین بعد اسکے کہ
مرتبہ یقین و صحت کو پہونچ جائے کہ یہ کلام خدا یا کلام معصوم ہی پس وہی دلیل عقلی ہی کہ اس سے انحراف جائز نہین ہوتا
بسبب انکے واجب الاتباع ہونے کے لقولہ تعالی اَطِیعُوا اللّٰہَ وَاَطِیعُوا الرَّسُولَ وَاُولِی الاَمرِ مِنکُم اور فاضل مذکور نے
جو فرمایا کہ دلیل عقلی ہر جگہ مقدم نہین ہوتی بلکہ کبھی ہوتی ہی جب موافق نقل ہو یہ حکم اس دلیل عقلی کا ہی کہ جو بطور حکما نظریات
صرفہ سے ہین فتفکر بعد اسکے فاضل نعمانی نے فرمایا ہی کہ لیکن تیسرا امر یعنی روایت شیخ الطائفہ پس اسکا جواب یہ ہی کہ روایت
ابن بکیر کی اور اسکے حال کی مشہور ہی اور روایت مشہور معارض اخبار صحیحہ کی نہین ہوتی ساتھ اس بات کے کہ اسکے
ظاہر سے قائل ہونا خلاف وجدان ہی یعنی اسے دل نہین مانتا اور اسکے ساتھ ہمین بھی تو تاویل جاری ہو سکتی ہی اس طرح کہ
کہین مراد حضرت کی یہ ہو کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے سجدے سہو کے مثل اپنے غیر کے زیادہ اور بسبب اسکے کہ
وساوس شیطانی انکی طرف منتہی ہوا نہین فرمائے کیونکہ وہ ہمارے رحمن تھا فقط اور راقم رسالہ کے نزدیک یہ ہی
جواب خالی از دہن نہین ہی کیونکہ یہ جو وہ کہتے ہین کہ روایت ابن بکیر مشہور ہی اسے اخبار صحیحہ کے معارضہ کی قوت نہین اور
اسکے ظاہر کو دل قبول نہین کرتا امر وجدانی کا دعوی ہر شخص کو پہونچتا ہی کہ کرے لیکن وہ بھی ایک قسم دلیل عقلی کی ہوگا
جسے فاضل مرحوم ناتمام فرما آئے ہین لیکن وہ حدیث ایسی مشہور ہی جسکے لیے شیخ الطائفہ نے فرمایا ہی کہ یہ وہ حدیث ہی
کہ جسکے مضمون سے فتوی دیتا ہون اور وہ حدیثین کہ جنھین مین نے نقل کیا ہی کتاب مین وہ موافق مذہب اہلسنت مین
اس صورت مین کیا وجہ کہ یہ حدیث اسکے معارض نہو علامہ حلی علیہ الرحمہ نے نہج الحق و کشف الصدق مین اسی جنس
ذی شمالین کو اور جو اسکے امثال ہین انکی سند سے بمقام الزام خصم نقل کیا ہی پھر اس مشابہت کے بعد بھی ابھی ان اخبار کو
قوت اخبار صحیحہ کی باقی ہی اور جو تاویل اس حدیث کی فرماتے ہین کہ شاید مراد یہ ہو کہ حضرت نے سجدے مثل اپنے غیر کے

زیادہ اور باسہاے شیطانی نہین فرماے اسکی گنجایش کہان ہی کیونکہ اسین صاف یہ ہی کہ زرارہ نے جناب امام محمد باقر
علیہ السلام سے صاف یہ پوچھا کہ هَلْ سَجَدَ رَسُولُ اللّٰهِ سَجْدَتَیِ السَّهْوِ قَطُّ قَالَ لَا وَلَا یَسْجُدُهُمَا فَقِیهٌ یعنی نہین
سجدہ کیا اور نہ ان سجدون کو کرتا ہو نہ کریگا کوئی فقیہ کیونکہ صیغہ مضارع کا ہی جو مشترک زمان حال و استقبال مین ہی اور
یہ بھی ظاہر ہی کہ مراد فقیہ سے یہان امام علیہ السلام ہین والا اور علما و فقہا کے لیے اس سے نفی تو ہو نہین سکتی اس صورت مین
اگر فاضل نعمانی کی تاویل صحیح ہو کہ سجدے سہو کے حضرت نے فرماے ولیکن نہ بطور اپنے غیر کے تو ائمہ کے لیے بھی اس سے
ثابت ہوگا کہ سجدے سہو کے فرماتے تھے لیکن نہ مثل اپنے غیرون کے تو پیغمبر کے لیے نماز مین تو اسہاے رحمن اسلیے تجویز
کیا گیا کہ امت پر ترحم کی مصلحت ہی تو آیا وہ اسہا ترحم کے لیے کافی نہین ہوا جب سب امامون سے سہو و نسیان نماز مین ہونے
تو ترحم امت پر کامل ہو یہ خوب تاویل کی کہ جس سے سہو نبی تو ثابت کیا تھا لیکن ائمہ کا بھی سہو و نسیان ثابت کر دیا حالانکہ
اسکا اثر اخبار مین بھی نہ تھا فی الواقع یہ ایسی تاویل ہی جسکے لیے یہ کہنا صحیح ہی کہ تاویل القول بما لا یرضی به قائله اور سوا اسکے
اس روایت مین فاضل نعمانی کی اس تاویل کو کہان گنجایش ہی جو تفسیر نعمانی سے منقول ہی جابر ابن اسمٰعیل سے کہ امام
معصوم ہی گناہون سے اور خطا و سہو نہین کرتا اور نہین بھولتا پھر جب امام علیہ السلام کا یہ حال ہی تو نبی کے لیے یہ فضیلت
بطریق اولیٰ ثابت ہونی ضرور چاہیے فتدبر بالجملہ حقیقت یہ ہی کہ جو کچھ فاضل نعمانی علیہ الرحمہ نے جواب جناب علم الہدیٰ مین
زور دکھایا یہ فی الواقع بے اصل ہین اور اسکی کچھ ضرورت نہین تھی کیونکہ تجویز و اسناد اس نقص کے جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ کی طرف
جس سے باب عصمت انبیا علیہم السلام مین خلل واقع ہوتا ہی اور اساس نبوت سست ہوا جاتا ہی بہت عظیم ہی بہ نسبت اس
الزام کے جو اس فتویٰ دینے سے جناب صدوق علیہ الرحمہ کی طرف عائد ہوتا ہی کیونکہ صدوق معصوم نہین ہین اور غیر معصوم
خطا و زلل مین مبتلا ہوتے ہین پس از نہین کہ یہ مثل خطاے اجتہادی ہووے آخر فان المجتهد قد یکبو کالسیف قد ینبو خصوصا
جبکہ وجہ بھی ظاہر ہو کہ انکے شیخ کا بھی یہی مسلک تھا اور اس اعتماد و حسن ظن نے جو انکو اپنے شیخ کے ساتھ تھا اسطرف مائل کیا
اور کہا جو کچھ کہا اس ایک بات سے انکی جلالت قدر اور جو منصب جلیل فقہ و حدیث مین انکو حاصل تھے کہ سبب اعتماد جماعے
وہ زائل نہین ہوتا اور جناب علم الہدیٰ نے جو انکی رد مین مبالغہ فرمایا اسکا منشا اول حمایت امر حق اور رفع کرنا نقص کا تھا
جو بہ نسبت نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اس سے راجع ہوتا تھا دوسرے تنبیہ اورون کی تا کہ پھر کوئی علما سے موافق صدوق کے
غفلت نہ کرے اور خائف ہو کہ جب باوصف اس جلالت قدر صدوق علیہ الرحمہ کے علما نے یہ کچھ کہا اور راضی نہوے
تو واے برحال دیگران تیسرے جناب سید کو مقابلہ خصم کا رہتا تھا اور ادہر سے شکست دعوی عصمت انبیا کے لیے
اس فتوے سے استدلال لایا جاتا تھا اسلیے ضرورت اسکی واقع ہوئی کہ اسے اسطرح دفع کیجیے کہ خصم جانے کہ وہ انکے
مسلمات سے نہین ہی بلکہ مطروح و مردود ہی قابلیت اسکی نہین رکھتا کہ اس پر حجت تمام کرین پس اسی میدان مین یہ
چاہیے تھا کہ فکر کرتے اور مراد کلام اور مقام سخن کو سمجھتے اور عنان توسن بیان کو مضبوط پکڑتے نہ کہ چھوڑ دیتے اور رد کرنے

اسے جب کا صواب ظاہر ہو اور اسکی تصحیح سے مذہب فرقہ کی تائید ہو اور بنائے تیں بات کو جس سے کتنا بڑا ظلمہ واقع ہوتا ہے کہ باب عصمت کھلتا ہے لائق انصاف ہے کہ جب سہو و نسیان کو نبی کے لیے بھی تجویز کیا تو وہ دلیل عقلی جس سے تنزیہ انبیا و ائمہ علیہم السلام کی اس نقص سے کرتے تھے وہ تو بمقابل خبر ساقط ہی ہوئی ایک ضعف تو اس دعوے تنزیہ کو یہ عارض ہوا اور تجویز سہو و نسیان کی اپنے عموم پر تبلیغ رسالت و غیر تبلیغ رسالت دونون کو شامل ہوئی بعد اسکے اب یہ بات کہ تبلیغ مین نہین ہوتا غیر تبلیغ مین ہوتا ہے اس تخصیص کے لیے روایت کے سوا اور کوئی مخصص نہین ہے اور خبر مخصص بہ نسبت اُن اخبار کی جنسے فقط سہو و نسیان کا ہونا اُنسے ثابت ہوتا ہے بہت کم بلکہ بمنزلہ شاذ و نادر کہا گیا ہے اور جب نسیان و سہو کے نبی سے صادر ہونے کے فی الجملہ قائل ہو چکے تو روایات حضرات اہلسنت سے نہین سہو نبی کا ذکر ہو انکار کی کیا وجہ اور کہان گنجائش باقی ہے سوا اسکے کہ کہین کہ یہ خبر ہمارے یہان نہین ہے اور فقط اس کہنے سے تقصی اور نجات دست خصم سے ممکن نہین کیونکہ اُنھین گنجائش ہوگی کہ وہ کہین کہ گو تمھاری اسناد مین سلسلہ اس حدیث کا نہین ہے لیکن تمھارے اصول و ضوابط کے تو موافق ہے پھر کیون نہین تسلیم کرتے جیسا حال اور اخبار مین ہے اور اگر اُنھین تسلیم کیا جائے تو وہ خرابیان اُس سے عائد ہوتی ہین جو علامہ حلی علیہ الرحمہ نے نہج الحق و کشف الصدق مین کہا ہے اور اسکا محصل یہ ہے کہ انبیا سب معصوم ہین اور امامیہ سب اس طرف گئے ہین کہ انبیا معصوم ہین صغائر و کبائر سے اور جمیع معاصی سے منزہ ہین پہلے نبی ہونے سے اور بعد مبعوث ہونے کے بطور عمد و نسیان کسی طرح سے اُنسے معصیت نہین ہوتی اور ہر رذیلہ و نقص سے اور جو بات خساست پر مشتمل ہو اُس سے منزہ ہین اہلسنت نے اس سے مخالفت کی ہے اور انبیا پر تجویز سہو کی ہے اور بعض نے کفر کی تجویز انپر کی ہے قبل بعثت کے اور بعد بعثت کے اور سہو و خطا کو انپر تجویز کیا ہے اور پیغمبر خدا کو نسبت دی ہے سہو کی طرف قراءت مین ساتھ اُس بات کے جو موجب کفر ہے پس کہا ہے کہ وہ حضرت نماز صبح پڑھتے تھے قراءۃ سورۂ والنجم مین جب پڑھنے کا مقام اس آیہ کے پہونچا اَفَرَاَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی تو وہان پر یہ پڑھا تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی مِنْھَا الشَّفَاعَۃُ تُرْتَجٰی پس آیا وہ اس لائق ہین جنسے شفاعت کی امید کی جائے پناہ بخدا اس بات سے کہ ایسی بات کی طرف پیغمبر منسوب کیے جائین اور وہ موجب شرک ہے پس کیا عذر ہوگا کل کے روز پیغمبر خدا کے سامنے اور حمیدی نے اسی کتاب مین کہا ہے کہ روایت کی ہے اُنھون نے کہ آنحضرت نے نماز ظہر کی دو رکعتین پڑھین پس اصحاب نے کہا کہ آیا نماز کو قصر فرمایا یا آپ بھول گئے پس پیغمبر خدا نے فرمایا یہ کیون کہتے ہو عرض کیا کہ آپنے دو رکعتین پڑھین حضرت نے اس بات پر دو آدمیون سے گواہی طلب فرمائی جب اُنھون نے گواہی دی تو کھڑے ہوئے اور نماز کو تمام کیا اور اُنھون نے صحیحین مین روایت کی ہے کہ آنحضرت نے سب کے ساتھ عصر کی نماز کی دو رکعتین پڑھین اور اپنے حجرے مین داخل ہوئے بعد اسکے بعض حوائج کے لیے نکلے تو بعضے صحابون نے یاد دلایا بعد اسکے نماز کو تمام کیا پس کون سی نسبت اس سے زیادہ ناقص تر ہے اور دنائۃ مین زیادہ ہے

کیونکہ وہ دلالت کرتی ہو اس بات پر کہ پیغمبر خدا نے عبادت پروردگار سے اپنے اعراض اہمال کیا اور نماز کو چھوڑکر دوسرے کام مین مصروف و مشتغل ہوے اور اگر نعوذ باللہ ہوا بھی ہو تو خود اپنے سہو کا تدارک کیا اسی طرح بہت سے نقص پیغمبر خدا کی طرف منسوب کیے ہین چنانچہ صحیحین مین ابی ہریرہ سے روایت ہی کہ کہا اُسنے کہ ہمنے اقامت نماز کہی اور صفون کو نمازگذارون کی برابر کیا قبل اسکے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ تشریف لائین پس جب حضرت اپنے مصلے پر کھڑے ہوے تو یاد فرمایا کہ غسل جنابت نہین کیا پس ہمسے فرمایا کہ تم سب اِسی جگہ اپنے مقام پر کھڑے رہو ہم سب کھڑے رہے اور حضرت تشریف لیگئے اور غسل فرمایا بعد اُسکے ہماری طرف تشریف لاے درحالیکہ پانی کی بوندین سر سے ٹپکتی تھین پس تکبیر کہی اور ہمنے سب نے نماز پڑھی اب عاقل کے دیکھنے کا مقام ہی کہ آیا ادنی شخص کا بھی حال اگر یہ کہا جاے کہ اُسکی نماز کا وقت داخل ہوا اور وہ صف نمازگذاران مین آگر کھڑا ہو گیا باوصف اسکے کہ جنب سے تھا تو وہ اِس کہنے کو اچھا نہ جانے گا اور واقع مین سبب اسکا اور کچھ سوا اِسکے نہین ہی کہ وہ شخص اپنے پروردگار کی عبادت مین تقصیر کرتا ہی اور مسارعۃ عبادت کی طرف نہین کرتا حالانکہ حق تعالی نے حکم مسارعۃ فرمایا لقولہ تعالے سَارِعُوا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ اور کون مکلف اِس حکم کے قبول کرنے مین پیغمبر سے زیادہ تر لائق ہی اور روایت ذی شمالین کو اسطرح لکھا ہی کہ ایک بار نماز عشا کے لیے اور میرا اکثر گمان یہ ہی کہ نماز عصر کے لیے کہتے ہین کہ دو رکعتین پڑھین بعد اُسکے حضرت کھڑے ہو کر اُس اینٹ تک جو مقدم مسجد مین تھی تشریف لیگئے اور ہاتھ اپنا اُسکی طرف رکھا اور اِس جماعت مین ابو بکر و عمر تھے پس اُن دونون صاحبون نے پیغمبر خدا سے خوف و شرم کر کے خود کچھ کلام نہ کیا اور جلدی چلے گئے پیشتر اِس سے کہ اور لوگ اِس عیب کو کھولین اور سب نے کہا کہ ای پیغمبر خدا آیا آپ نے نماز مین قصر فرمایا اور ایک شخص تھا کہ اُسے ذوالیدین کہتے تھے اُسنے کہا کہ ای نبی اللہ آیا بھول گئے آپ یا نماز مین قصر فرمایا حضرت نے اُسکے جواب مین فرمایا کہ نہ مین بھولا نہ قصر کیا اُسوقت اُسنے کہا کہ بلکہ آپ بھول گئے ہو اُسوقت حضرت نے فرمایا کہ ذوالیدین نے سچ کہا پس کھڑے ہوے اور دو رکعتین پڑھین اور سلام ادا فرمایا اِسکے بعد علامہ فرماتے ہین کہ اب صاحب عقل دیکھے کہ آیا ایسی بات کی نسبت پیغمبر کی طرف جائز ہی اور کیونکر فعل نبی سے جائز ہو کہ نسیان کے بعد بھی فرمائین کہ مین بھولا نہین کیونکہ یہ تو ایک سہو مین دوسرا سہو ہی الخ بالجملہ اُن وجوہ سے جناب سید اور اکثر علمانے اِسکے رد کرنے کی طرف توجہ فرمائی اور اگر فاضل نعمانی بھی ایسا کرتے تو اول تائید و تقویت مسئلہ عصمت انبیا کے تھے اور ثانیا اکثر کی موافقت تھی اِس حمایت سے قول شاذ کو قوت دی گئی اسلیے راقم رسالہ کو اِسکے رد کرنے کی ضرورت پڑی والا جلالت قدر فاضل نعمانی علیہ الرحمہ کی بھی ایسی نہین کہ اُنکے کلام کی تردید کا ارادہ کرتا بالجملہ لائق اعتماد اِس بارے مین جو مشتمل اوپر احتیاط کے ہی قول جناب غفران مآب علیہ الرحمہ ہی جسکا محصل یہ ہی کہ فرماتے ہین کہ میرے گمان مین یہ ہی کہ سہو حضرات پر جائز نہین لیکن چونکہ اعتقادیات مین کسی خبر کے ساتھ حکم کرنا بدون قطع و یقین کے حاصل نہین ہو سکتا حکم حتمی مین توقف کرنا چاہیے اور اکتفا کیا جاے بیان مین اِس بات پر کہ قول عدم جواز سہو کا رجحان دلی ہی

فقط اور جناب سید سند نے بھی حدیقہ سلطانیہ مین اس کلام کی نقل فرمانے کے بعد فرمایا ہے کہ والانصاف کما افاد د لاریب فی قوۃ ہذا القول و علیہ الاعتماد بل یمکن دعوی القطع بذلک انتہی کلامہ اعلی اللہ مقامہ و فی الواقع یہ کہ ماقل کو زمان غیبت مین اس جگہ سے بہتر نہین ہے اور راقم رسالہ کا بھی یہی مختار ہے واللہ الہادی الی سبیل الرشاد باقی رہی تنزیہ پیغمبرون کی اُن امراض سے جنسے دیکھنے والون کو نفرت ہوتی ہے اور عدم جواز اُسکا تجرید وغیرہ سے مذکور ہو چکا ہے کہ مشہور اما میہ مین یہ ہے کہ انبیا اس سے بھی بری ہون لیکن حضرت ایوب کا قصہ جسطرح سے کہ علی بن ابراہیم نے اور اُنکے سوا اور بھی علماؤن نے ذکر کیا ہے وہ دلالت اسکے خلاف پر کرتا ہے کیونکہ قمی نے حضرت امام جعفر صادق سے جو روایت کی ہے اُسکا محصل یہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ ایوب بسبب شکر نعمات جناب باری کے بلاؤن مین مبتلا ہوے کیونکہ اس بات سے شیطان کو حسد ہوا پس درگاہ خدا مین عرض کیا کہ ایوب جو تیرا شکر کرتے ہین وہ اسلیے ہے کہ تو نے انہین نعمتین دنیا کی دی ہین اگر انہین تو نعمات سے محروم فرمائے تو پھر تیرا شکر یہ کرین پس مجھے انکی دنیا پر مسلط فرما دیکہ کہ دیکھ کیا حال ہوتا ہے جب اجازت پائی خدا کی طرف سے تو اُنکے مال کو اور اولاد کو ہلاک کیا بعد اُسکے اُنکے حیوان کو جمع کیا اور اُنکی زراعتون کو جلا دیا پھر خدا سے خواہش کی کہ مجھے اُنکے بدن پر آنکھ اور عقل کے سوا مسلط کر اسکے بعد اُنکے جسم مین پھونکا کہ تمام بدن اُنکا ایک قرحہ ہو گیا اور مدت تک اسی حالت پر رہے اور ہر حال مین شکر خدا سے غافل نہوتے تھے بلکہ اُنکا شکر زیادہ ہوتا تھا یہان تک کہ جسم مین اُنکے کیڑے پیدا ہوے پس جو کیڑا کہ اُنکے جسم سے باہر آ جاتا تھا اُسے اُسکے مقام پر رکھ دیتے تھے یہان تک کہ بدبو اُنکے بدن مین پیدا ہوئی اور جس گانون مین رہتے تھے وہان والون نے انہین گانون سے نکال کر ایک مزبلہ پر گانون سے باہر ڈال دیا بعد اُسکے حضرت یوسف کی بیٹی کہ اُنکا نام رحمت تھا وہ لوگون سے مانگ کے انہین اور حضرت ایوب کو جو اُنکے شوہر تھے دیتی تھین جب یہ زمانہ بلا کا زیادہ گذرا اور شیطان نے قوت صبر ایوب کو دیکھا تو جو اصحاب اُنکے کہ پہاڑون مین راہب تھے اُنکے پاس گیا اور کہا کہ اُس بندۂ مبتلا سے پوچھین کہ وجہ ابتلا کی اُسکے کیا ہوئی وہ لوگ اپنے اشترون پر سوار ہو کر آئے جب اشتر اُنکے قریب آئے تو بسبب بدبوئی کے بھاگ گئے اُسوقت وہ سب پیادہ پا ہو کر آئے اور اُنہین دیکھتے تھے اور کہتے تھے کہ اسقدر ابتلا نہین ہے مگر کسی ایسے گناہ سے کہ ایوب ہمسے اُسے چھپاتے تھے ایوب علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا ے عزوجل جانتا ہے کہ مین اُسکی خوشی و رضامندی چاہتا تھا اور جو عبادت کہ دشوار تر ہوتی تھی اُسے اختیار کرتا تھا پس ایک جوان نے اُن مین سے اُس کہنے والے سے کہا کہ تو نے پیغمبر پر طعن کی یہان تک کہ اُسنے اپنی عبادت کو ظاہر کیا اور کہا کہ خداوند اگر مجلس عدل و حکومت مین اپنی بیٹھے تو اپنی حجت کو ظاہر کرون پس حق تعالی نے ایک ابر کو بھیجا اور فرمایا کہ مین حاضر و ناظر ہون اپنی حجت کو کہو پس اپنی طاعت و مشقت کو جو راہ خدا مین کی تھی ذکر کیا حق تعالی نے جواب مین فرمایا کہ طاقت اور توفیق اور اعانت کسکے تھی اُسوقت اپنے کہے سے پشیمان ہوے اور خاک اپنے منھ مین ڈالی اور طلب عفو خدا سے کیا پس حق تعالی نے سب نعمتین اپنے اموال و اولاد سے پھر ایوب کو عطا فرمائین لیکن کتاب خصال مین مروی ہے کہ

ایوب بے اسکے کہ کوئی عصمت اُنسے ہوتی سات برس مبتلا رہے بار ستیکہ انبیا معصوم ہین کوئی گناہ چھوٹا اور بڑا
نہین کرتے ہین اور ٹیڑھی راہ پر نہین جاتے اور اُن بلاؤن کے ساتھ بد بوئی اُن مین نتھی اور صورت انکی متغیر
نہوئی تھی اور پیپ اور لہو انسے جاری نہوتا تھا اور نہ کوئی کثافت کی راہ سے اُنسے وحشت کرتا تھا نہ انکے بدن مین
کیڑے پڑے تھے اور حق تعالی کی شان اپنے پیغمبرون کے اور دوستون کے مبتلا کرنے مین یہی ہی اور لوگ اُنسے جو دوری کرتے تھے
اسکا سبب انکی فقیری اور حاجتمندی تھی کہ بسبب اسکے انکی قدر نہ جانتے تھے اور یہ آین نہ معلوم تھا کہ حق تعالی انکی مشکل کن
کھولنے مین پھر تائید فرمایگا حالانکہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہی جسکا محصل یہ ہی کہ سب سے زیادہ بلا پیغمبرون کی ہی بعد اسکے
اولیاؤن کی ہی پھر جو انکے مثل ہین پھر جو انکے مشابہ ہین اور اسکے سوا نہین ہی کہ مبتلا کرتا ہی خدا پیغمبر کو بلا سے بزرگ مین تاکہ
لوگ زیادہ خدا کی نعمت کو اُنپر مشاہدہ کر کے انھین کو خدا نہ قرار دین اور جانین کہ ثواب دو قسم پر ہی ایک استحقاقی ہی اور دوسرے
وہ جو بسبب اختصاص کے ملتا ہی اور انکے ضعیف ہونے کو بسبب انکے ضعف کے اور فقیری کو انکی بسبب فقر کے حقیر نجانین
اور جانین کہ بیمار کرنے والا اور صحت کا دینے والا خدا ہی کبھی ایسا ہی کہ بیماری کو عبرت کے واسطے کبھی سعادت کے لیے کبھی
شقاوت کے باعث سے جسپر چاہتا ہی مسلط کرتا ہی اور وہ ان سب احوال مین عدل و حکمت کو ہاتھ سے نہین دیتا اور جو
اصلح ہی وہی کرتا ہی اور اس حدیث سے جو موید بدلیل عقل ہی ظاہر ہوتا ہی کہ پہلی روایت تقیہ کی راہ سے اہل خلاف کی روایت کے
موافق وارد ہوئی ہی پس اُس سے غافل ہونا نہ چاہیے فصل چوتھی بیان مین طریق اثبات نبوت انبیا کے ہی
جان تو کہ پیغمبر کے پہچاننے کے لیے اس سے بہتر بات نہین ہی کہ معجزات اور خوارق عادات اُنکے ہاتھ پر دعوی نبوت کے ساتھ
جاری اور ظاہر ہون اور معجزہ کی تعریف مین جناب سید سند اعلی اللہ مقامہ فی الجنۃ نے حدیقہ سلطانیہ مین فرمایا ہی کہ
معجزات و خوارق عادات وہ امور ہین کہ بنظر طاقت بشری کے انکا وقوع محال عادی ہو اور بنظر قوت پروردگار کے وہ
زیر امکان مین ہون بلکہ سہل و آسان ہون اور خدا کی غرض انکے اظہار سے پیغمبرون کے ہاتھ پر انکی تصدیق ہی تاکہ سب پر
ظاہر ہو کہ یہ خدا کی طرف سے خلق کی ہدایت کرنے کو بھیجے گئے ہین اور یہ تعریف معجزے کی بہت صاف اور واضح اور
محفوظ از اعتراضات ہی اور جناب محقق علیہ الرحمہ نے تجرید مین فرمایا ہی کہ طریقہ نبی کے صدق کے پہچاننے کا معجزے کا ظاہر ہونا
انکے ہاتھ پر ہی اور وہ ثابت ہوتا ہی ایک چیز کا جسکا وقوع عادت کے موافق جاری نہو یا معدوم و مفقود ہو ایسی چیز کا
کہ اسکے مفقود ہو جانے کی عادت جاری نہو اور اس تعریف کے موافق حقیقت معجزہ کی نہین ہی مگر خارق عادت کیونکہ
عادت وجودی اور عدمی دونون حالتون مین ماخوذ ہی پس محقق علیہ الرحمہ کا قول خرق عادت کے ساتھ اس تعریف کے
ضمن مین جو معجزے کے لیے ذکر فرمایا ہی اسطرح سے کہ وَهُوَ ثُبُوتُ مَا لَيْسَ بِمُعْتَادٍ أَوْ نَفْيُ مَا هُوَ مُعْتَادٌ مَعَ خَرْقِ الْعَادَةِ وَمُطَابَقَةِ الدَّعْوَى
مستدرک ہوگا اور اسی لیے فاضل قوشجی نے کہا ہی وَلَمَّا قَوْلُهُ مَعَ خَرْقِ الْعَادَةِ فَلَغْوٌ مَحْضٌ وَلَعَلَّهُ مِنْ طُغْيَانِ الْقَلَمِ
اور شارح بدخشی نے بھی انکی تبعیت کی ہی اور ظاہر یہ بات ہی کہ انھون نے محقق کے کلام کی مراد سمجھی نہین کیونکہ ثبوت سے انکی

فصل چوتھی بیان مین طریق اثبات نبوت انبیا کے

جو معتاد نہو اور نفی اسکی جو معتاد ہی اگرچہ لغت کی راہ سے خرق عادت کے معنی میں ہی لیکن عرف خاص بلکہ عرف عام میں
خرق عادت سے اعم ہی کیونکہ معتاد یہ ہی کہ آدمی ہر روز کھانا کھاتا ہی لیکن اگر تین دن کھانا نہ کھائے تو عادت کی نفی ہو جائیگی
اسی طرح پانی پینے کی سبکو عادت ہی اور بعضے آدمی پانی پینا زیادہ مدت تک ترک کر دیتے ہیں لیکن اسکے ساتھ کوئی اسے خرق عادت
نہیں کہتا ہی کسی کو ماکولات میں حشرات الارض کے اور گھانس کے کھانے کی عادت نہیں ہی لیکن اگر کوئی اسے کھالے
تو نہیں کہینگے کہ اسنے خرق عادت کیا اسی جگہ سے ہی کہ فقہ کی بحث صوم میں معتاد اور غیر معتاد کے کھانے سے بحث کرتے ہیں
اسی واسطے محقق علیہ الرحمہ نے مع خرق العادت کے لفظ کو زیادہ کیا ہی کیونکہ خرق عادت عرف کے موافق مختص اس امر
ظاہر کے ساتھ ہوتا ہی جو بدون عادت خدا کے واقع نہو سکے اور بندہ خود اسے نہ کر سکے ہاں اگر پہلے سے یہ فرماتے
تعریف معجزے میں کہ فھو ثبوت ما لم یکن فی قوۃ من العبد عادۃً تو قید سے خرق عادت کی مستغنی ہو جاتا اور
دوسری وجہ سے بھی کہنا ممکن ہی کہ عادت کی نفی کبھی معتاد ہوتی ہی اور کبھی غیر معتاد ہوتی ہی مثلاً ترک کرنا غذا کا بہ نسبت
کھانا کھانے کے اگرچہ نفی عادت کی ہی لیکن عادت سے باہر نہیں ہی اور شعبدہ اگرچہ بہ نسبت عامہ خلق کی نفی عادت ہی
لیکن اہل شعبدہ کی بہ نسبت انکا معتاد پیشہ ہی پس اسکا واقع ہونا بحسب حاجت یا صنعت عادات بشری کے
خلاف نہیں ہی اور جب خلاف نہوا تو اسے خرق عادت نہ کہینگے حاصل یہ ہی کہ جو کچھ کہ بندے سے اسکا واقع ہونا خواہ
عادت کی راہ سے یا اسکی مقتضاے طبیعت کے موافق ہو گو بطور نادر واقع ہوتا ہو لیکن خرق عادت حصے میں
داخل نہو گا اور جو چیز کہ اسکا وقوع بندے سے بحسب عادت بشری اور طبائع انسانیہ ممتنع بامتناع عادی ہو اگرچہ نظر
قدرت خدا کے حیطۂ امکان سے باہر نہو وہ معجزہ اور خرق عادت ہی مثل مردے کے زندہ کرنے کے اور آب روان پر
راہ چلنے کے یا جو اس طرح ہو جیسا کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا ہی کہ در خیبر کو میں نے اکھاڑا تو وہ بقوت باقیہ تھا
نہ بقوت جسمانیہ اور اسی طرح وہ چیز جو انسان کی قدرت کے موافق ہو لیکن بسبب اعجاز نبی کے اسکی قدرت سے
باہر ہو جائے مثل اسکے کہ ہاتھ کا اپنے پھیلانا بندے کے اختیار میں ہی لیکن جسوقت بادشاہ جبار نے چاہا کہ حرم محترم جناب
خلیل اللہ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھائے تو اس سے نہو سکا اور اسی قسم کو صرفہ کہتے ہیں لیکن فائدہ قید مطابقت دعوے کا
پس وہ آمادہ تصدیق کے لیے ہی جیسا کہ علامہ حلی علیہ الرحمہ نے اپنی شرح میں افادہ فرمایا ہی اور اس سے مراد یہ ہی کہ جب مدعی
نبوت دعا کرے کہ میرے اعجاز سے یہ ہی کہ میں اندھے کی آنکھیں روشن کر دیتا ہوں تو اگر خرق عادت اسکے قول کے مطابق
واقع ہو تو اسکا مصدق ہو گا اور اگر بینائی کے عوض میں کسی اور حواس کو بھی آفت پہونچے مثلاً بہرا بھی ہو جائے تو یہ
خرق عادت اسکی مکذب واقع ہو گی جیسا کہ مسیلمہ کذاب کے حال میں مشہور ہی کہ کسی نے اس سے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وآلہ نے ایک شخص کے لیے جسکی ایک آنکھ اندھی تھی دعا فرمائی اسکی وہ آنکھ روشن ہو گئی پس مسیلمہ نے بھی ایسا ہی
ایک شخص تلاش کر کے بلایا اور دعا کی اسکی دوسری آنکھ بھی اندھی ہو گئی اور اسی طرح منقول ہی کہ جب حق تعالیٰ نے حضرت

ابراہیم علیہ السلام پر آگ کو سرد و سلام فرمایا تو نمرود نے کہا کہ آگ میری ہیبت و خوف سے فسردہ ہو گئی ہو وقت ایک
پارہ اس آگ سے آیا اور اسکی ڈاڑھی کو جلا کر چلا گیا اور اسے فاضل قوشجی یہ سمجھے ہین کہ چاہیے معجزہ موافق دعوی پیغمبر کے ہو
پس قید کا فائدہ احتراز کرامات سے ہی کیونکہ وہ مطابق دعوے کے نہین ہوتی کیونکہ بیان دعوی ہوتا ہی نہین اور
جب یہ معلوم ہوچکا تو جاننا چاہیے کہ فاضل قوشجی نے کہا ہی کہ لیکن یہ قید ارہاص اور جھوٹے معجزے کو نکالتی ہی
باوجود اسکے کہ مصنف اُسے بھی معجزہ نام رکھتے ہین یعنی تعریف مطلق معجزہ سے یہ قید ارہاص معجزہ کاذب کو نکالتی ہی پس
تعریف مذکور جامع افراد معرّف کی نہوگی اور پوشیدہ نہ رہے کہ جناب محقق نے جیسا کہ ارہاص و معجزہ کاذب کا نام
اپنے کلام مین معجزہ رکھا ہی اسی طرح کرامات کو بھی معجزے مین داخل کیا ہی پس اگر ارہاص کا نکل جانا انکی تعریف کے نقص کا
سبب ہوگا تو کرامات کا نکلنا دوسرا نقص تعریف کا ہوگا کیونکہ مصنف نے فرمایا ہی کہ قصہ مریم وغیرہ سے یہ بات
حاصل ہوتی ہی کہ معجزات کا ظاہر ہونا صالحین کے ہاتھ پر جائز ہو اور جو معجزات کہ نبی سے قبل نبوت صادر ہوے
انسے یہ حاصل ہوتا ہی کہ وہ ارہاص تھے اور قصہ مسیلمہ اور فرعون سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ ظہور معجزات کا بالعکس انپر جائز ہو
یعنی جیسا کہ معجزہ تصدیق مدعی نبوت کو مفید ہوتا ہی ویسا ہی یہ معجزہ جسپر جاری ہوا مفید اسکی تکذیب کے لیے ہو
اور جب یہ ہوا تو تفرقہ فاضل قوشجی کا تحکم ہوگا اور حق یہ ہی کہ معجزے کا اطلاق پیغمبر و اُنکے وصی پر بطور حقیقت ہی
اور معجزہ کاذبہ اور کرامات وغیرہ پر بطور مشاکلت و مجاز ہی اور جب ثابت ہوچکا تو تعریف حقیقت کے لیے ہوتی ہی
نہ مجاز کے لیے پس کوئی ایراد و نقض اُسپر وارد نہین ہو سکتا لیکن لفظ دعوی کو انکے کلام مین مع مطابقت الدعوی نبوت
و امامت سے عام سمجھنا چاہیے جیسا کہ شارح نے کہا ہی لیکن جناب علامہ حلی علیہ الرحمہ اس کلام سے یہ سمجھے ہین کہ جو
ائمہ علیہم السلام سے خوارق عادات صادر ہوئے وہ کرامات ہین معجزات نہین ہین اور یہ تعجب کی بات ہی کیونکہ کلام محقق مین
لفظ دعوی عام ہی اور تعمیم اسکی لائق تر ہی ہاں البتہ گنجایش ہی کہ کوئی کہے کہ یہ بات اصطلاح کی ہی گو حقیقت خوارق عادات کی
نبی اور ائمہ کی واحد ہی لیکن انکے خوارق کو ہم اپنی اصطلاح مین معجزہ کہتے ہین اور انکے خوارق کو کرامات کہتے ہین اور بعد
اصطلاح قرار دینے کے پھر کسی کو مقام اعتراض اصطلاح پر نہین ہی اور کسی طرح ہو لیکن ارہاص خوارق عادات کا ظاہر ہونا ہی
بعثت کے پہلے خواہ نبی کے ہاتھ پر جاری ہو خواہ دوسرے کے ہاتھ پر ہو جبکہ ان خوارق کا ظہور ان دوسرے کی طرف
منسوب بسبب اسکے ہو کہ وہ نبی کے باعث سے واقع ہوے اور کرامت ظاہر ہونا خوارق کا ہی دوستان خدا کے
ہاتھ پر جو صلحا اور نیکوکار ہین درحالیکہ وہ مدعی نبوت یا امامت کے نہون اور بعضے خوارق کے ظاہر ہونے کو عام
اس سے کہ معجزے کا اطلاق اُسپر بطور حقیقت ہو یا مجاز غیر پیغمبر کے ہاتھ پر اور بعثت کے پہلے ممتنع جانتے ہین اس گمان سے
کہ غیر کا شریک ہونا اس فعل مین منجر طرف عدم تمیز کے ہوتا ہی اور وہ اختصاص نبی کا معجزے کے ساتھ جو منشا معجزے کی
دلالت کا ہی برطرف ہوتا ہی پس محقق رہ نے اسی بطلان دونون امرون کے جواز اثبات کے لیے فرمایا کہ قصہ مریم اور غیر

اُنکے مثل آصف برخیا کے اِس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خوارق عادت کا ظاہر ہونا غیر نبی کے ہاتھ پر اُسکے اظہار کرامت کے
واسطے جائز ہو اور اِس سے لازم نہین آتا کہ وہ معنی اعجاز سے خارج ہو جاے اور نہ تنفیر نہ عدم تمیز نہ ابطال دلالت کا
معجزے کے اور نہ اُسکا عام ہونا اِس سے لازم آتا ہے اور مروی ہوا ہے کہ معجزات ہمارے پیغمبر کے مثل ایوان کسریٰ کے پھٹ
جانے کے اور دریاچہ کے خشک ہو جانے کے اور سرد ہو جانے اُس آگ کے جو فارس کے آتش خانہ مین دو ہزار برس سے روشن
اور کبھی خموش نہوئی تھی وقت ولادت باسعادت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کے کہ یہ باتین سب ظاہر ہوئین [اور]
بھی قصہ اصحاب فیل کا اور اُس ابر کا جو آنحضرت پر سایہ ڈالتا تھا اور سنگریزون کا قبل نبوت کے آنحضرت پر سلام کرنا
یہ سب دلالت ارہاص پر رکھتے ہین اور بعضے علما نے جو کرامات کے معجزہ ہونے سے انکار کرتے ہین اُنھون نے قصہ[ہا]ے
مریم اور آصف برخیا اور جو اُسکے مثل ہین اُنھین سلسلۂ ارہاص مین کھینچا ہے اسلیے کہ وہ از قبیل تمہیدات و تاسیسات کے
نبی موعود کے لیے یا جو مبعوث ہو چکا ہے ہوتے ہین بہرکیف خارق عادت کا ظاہر ہونا غیر نبی سے لیکن نہ اِس مرتبہ
کثرت کو کہ عادت امکانی کی حد کو پہونچ جاے ممنوع نہین ہے کیونکہ جب یہ معلوم ہوا کہ معجزہ بفضل الٰہی اور تائید سماوی
واقع ہوتا ہے تو وہ دلیل مدعی کے صدق پر ہوگا لیکن چند شرط کے ساتھ کہ آیندہ مذکور ہونگی اور منجملہ اُنھین شروط کے یہ ہے کہ
باوصف طلب معارضہ کے کوئی معارض نہ پایا گیا ہو اور اسی مقام سے مشہور جو تعریف معجزے کی ہے وہ یہ ہے کہ معجزہ
وہ چیز ہے جو خارق عادت ہو اور مقرون ہو تحدی کے ساتھ یعنی معجزہ ظاہر کرنے والے نے اُسکے اظہار کے ساتھ
معارضہ بھی طلب کیا ہو اور پھر کوئی معارض نہ پیدا ہوا ہو اور مخفی نہ رہے کہ مراد خارق عادت سے وہ امر ہے جو
عادت کی راہ سے ممتنع ہو نہ یہ کہ مطلقاً مخالف عادت ہو کیونکہ اگرچہ باعتبار اصل لغت کے دونون کے معنی ایک ہین
لیکن عرف مین خارق مخصوص اُس امر سے ہے جسکا وقوع انسان سے عادت کی راہ سے ممتنع ہو نہ یہ مطلقاً مخالف عادت ہو
یا ممتنع عقلی ہو کیونکہ جو چیز کہ عقلاً ممتنع ہے وہ تو کسی طرح موجود ہو سکتی ہی نہین اور ممتنع عادی اگرچہ بنظر طبائع اور عادات
انسانی ممتنع ہے لیکن حیز امکان سے باہر نہین ہے پس بنظر قدرت کاملہ قادر مطلق کے اور اُسکی معاونت کے واقع ہوتا ہے اور
اُس سے غرض تصدیق پیغمبران حق کی ہوتی ہے اور تحدی کی تفسیر مین جو طلب معارضہ کیا گیا ہے اُسکی صورت اور مراد یہ ہے
کہ جو شخص کہ اُسکے ہاتھ پر معجزہ ظاہر ہو وہ معجزے کے دیکھنے والون سے کہے کہ اگر تمھین میرے بارے مین کچھ شبہ و شک ہے
اور میرے دعوے کے لیے تصدیق نہ کرتے ہو پس جو کام مین نے ظاہر کیا ہے تم بھی ظاہر کرو پس اگر وہ مثل اُسکے نہ کر سکین
تو باب معارضہ متحقق نہوگا اور یہ جو کہا گیا کہ اس صورت مین معجزے کا ظاہر ہونا حقیقت و صدق مظہر پر دلیل ہوتا ہے اسکی وجہ
یہ ہے کہ جب ایسی بات کہ خارق عادات ہو مدعی نبوت و امامت سے خدا کی تائید سے ظاہر ہو تو یہ امر نبی و امام کے صدق کی
دلیل ہوتی ہے کیونکہ اگر وہ سچا نہو تو خداے علیم ایسے امر کو جو بے اُسکے اذن و معاونت کے کسی سے نہین ہو سکتا
اُسکے ہاتھ پر جاری نہ کرتا والا لازم آتا کہ خدا نے برائی کی طرف برانگیختہ کیا کیونکہ دعویٰ کاذب کے موافق پر اسکا اظہار

تحقیق معنی تحدی

بیان دلالت معجزے کا صحت اور صدق نبی پر

گمراہی خلق کا باعث ہوتا ہی اور وہ حکیم علیم سے ممتنع ہی اور اگر بالفرض کوئی حیلہ کرنے والا اور مدعی کاذب کسی ایسے امر

غریب کو بطور مکر و فریب بدی خلق ظاہر کرے کہ اوروں سے انتظام اُسکے ہو سکے اور اُسکا راز سب پر پوشیدہ ہو تو

حق تعالیٰ پر لازم ہی کہ کسی ایسے معارض کو بھیجے جس سے اُس مدعی کی تکذیب سب پر ظاہر ہو جاے ورنہ دروازہ تصدیق کا

بند ہوتا ہی اور بعثت انبیا کا فائدہ معدوم ہوگا اور یہی وجہ ہی کہ پیغمبران برحق کے معجزے کے وقت باوصف طلب

معارضہ کوئی معارض ظاہر نہین ہوا اور کسی نے اُسکی قدرت نہین پائی کہ مثل اُنکے وہ کام کرکے دکھاتا اور اُنکا مقابلہ

کرتا بخلاف شعبدہ و سحر کے کہ وہ معجزے کے مقابل مین باطل ہو جاتا ہی یا کوئی آپس مین معارض پیدا ہو جاتا ہی جس سے

اُسکا اختصاص جاتا رہتا ہی اور اُسکی بے حقیقتی سب پر ظاہر ہو جاتی ہی جیسا کہ جب حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و آلہ و علیہ السلام نے

بحکم خدا اپنے عصا کو اژدہا کیا اور اپنی سفیدی کو ہاتھ کی ظاہر فرمایا جسے ید بیضا کہتے ہین تو ہر چند فرعون و اُسکے اتباع

و اعوان نے سعی نامشکور تلاش و تجسس معارض مین بہت کچھ کی اور ساحرین کو جمع کیا لیکن کچھ نہو سکا اور اُنکا سحر

اعجاز موسوی کے مقابلہ مین مثل نقش بر آب کے ہو گیا اور حق تعالیٰ اُسے قرآن شریف مین نقل فرماتا ہی کہ حاصل اُس قصہ کا

یہ ہی کہ فرعون اور اُسکے جو اشراف قوم تھے اُنھون نے کہا کہ بیشک یہ موسیٰ جادوگر دانا ہی چاہتا ہی کہ تمھین ہمارے اس ملک سے

نکال دے پس کیا رائے ہی تمھاری اُسکے بارے مین سب نے کہا کہ موسیٰ اور اُسکے بھائی کے کام کو تاخیر مین ڈال دے

اور آدمیون کو بھیجا کر جا کر جادوگرون کو جو بڑے بڑے دانا ہے کار ہین تمھین لا دین جب جادوگر آئے تو اُنھون نے

عرض کیا فرعون سے کہ اگر ہم غالب آ جاوین تو ہمارے لیے کچھ مزد و انعام ملیگا فرعون نے کہا کہ ہان ہر آئینہ تم میرے

مقرب ہو گے اُسوقت اُنھون نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ یا تم پہلے اپنے عصا کو چھوڑ دو یا ہم کچھ چھوڑین حضرت موسیٰ

علیہ السلام نے یا اپنی کرامت نفس سے یا اسلیے کہ حق تعالیٰ کی تائید پر اعتماد تھا فرمایا کہ تم چھوڑو پس جب اُنھون نے

چھوڑا تو جادو کیا آنکھون پر آدمیون کی اور آدمیون کو غلط مین واقع کیا اور خوف کو اُنکے دلون مین پیدا کیا اور ظاہر کیا

سحر بزرگ کو اور منقول ہی کہ موٹی موٹی رسیان اور لکڑیان لمبی لمبی ڈالی تھین گویا بڑے بڑے اژدہے تھے کہ صحرا کو

بھرے ہوے تھے اور بعضے بعضون پر سوار ہو گئے تھے اُسوقت فرماتا ہی کہ مین نے وحی کی موسیٰ کی طرف کہ تو بھی

اپنے عصا کو چھوڑ دے پس وہ ایک سانپ کی صورت جلوہ گر ہوا اور ناگہان اپنے منہ مین نگل گیا اُسے جسے

جادوگرون نے بنایا تھا منقول ہی کہ حضرت موسیٰ کے عصا کا اژدہا جتنی رسیان اور لکڑیان کہ ساحرون کی تھین

اُنھین نگل گیا اور بعد اُسکے جو جو وہان دیکھنے کو آئے تھے اور موجود تھے اُنکی طرف متوجہ ہوا پس سب کے سب بھاگے اور

ایک کے اوپر دوسرا گرا اور ایک جماعت اُنمین مر گئی پس ظاہر ہوا امر حق اور باطل ہوا جادو جادوگرون کا اور معارضہ

اُنکا پس جتنے فرعون والے تھے وہ مغلوب ہوے اور ذلیل و خوار ہو کر بھاگ گئے پس سجدے مین گرے جادوگر گویا کہ

کسی نے اُنھین بے اختیار سجدے مین گرا دیا اور کہا اُنھون نے کہ ہم ایمان لائے پروردگار عالم کی طرف جو پروردگار موسیٰ

بیان قصہ حضرت موسیٰ و ساحرون کا و غلبہ معجزہ موسیٰ کا

و ہارون

وہ ہارون سے مروی ہے کہ کہا انھون نے اگر فعل موسیٰ کا سحر ہے تو ہماری رسیان اور لکڑیان مفقود نہو جاتیں اور یہی سبب ہے
کہ قطب الدین راوندی نے بیان اور معجزات کے تفرقہ میں اور ابطال شعبدہ و مخاریق مین فرمایا ہے کہ صاحب حیلہ ظاہر کرتا ہے
اس امر کو جو برخلاف واقع کے ہے اور حیلہ نے اسکے کنہ کو چھپایا ہے جیسا کہ سامری نے حضرت موسیٰ کے زمانہ مین جسوقت گوسالہ
بنایا تو اسکے جسم مین جابجا شگاف قرار دیے تھے کہ بسبب ہوا کے اُس وقت کے اُن سے آواز ظاہر آتی تھی انتہی بعض کلامہ اور
جناب سید سند نے حدیقہ سلطانیہ مین فرمایا ہے کہ یہ بات اس سے جو قرآن مین وارد ہے اور بعض روایات سے مستفاد ہوتا ہے معلوم
ہوتی ہے کہ سامری نے جبرئیل علیہ السلام کے قدم کے نیچے کی خاک لیکر گوسالہ مین ڈال لی تھی کہ اسکی تاثیر کے باعث سے آواز
اس گوسالہ سے نکلتی تھی کیونکہ یہی محتمل ہے کہ اس گوسالہ مین کچھ آوازین بعض اُن شگافون کے ذریعہ سے اور بعض خاک کی تاثیر
ہون لیکن راوندی علیہ الرحمہ نے تمثیل کے لیے ایک کو اُن سے ذکر کیا ہو پھر راوندی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے اور مثل اسکے ہے
شعبدہ کرنے والا دیکھنے والون کو دکھاتا ہے کہ کسی حیوان کو یا انسان کو اسنے ذبح کر ڈالا اور حقیقت مین نہین مارتا لیکن
بسبب سبکی اور سرعت حرکات کے جو حقیقت امر ہے اسے آدمیون پر پوشیدہ کرتا ہے پس ظاہر کے دیکھنے والے جو ہین وہ
گمان کرتے ہین کہ اُسنے ذبح کرنے کے بعد پھر زندہ کر لیا اور پیغمبرون کے معجزے ایسے نہین ہین کیونکہ وہ حقیقت واقعی
نہین رکھتے اور معجزات امور حقیقت واقعیہ ہین کہ صاحبان عقل و دانش علم ضروری سے جانتے ہین کہ انمین گنجائش
مکر و حیلہ کی نہین ہے اگرچہ اشرار مثل کفار کے انکار کرتے ہین لیکن دل اُنکے بھی یقین کرتے ہین اور جانتے ہین کہ یہ مطابق
واقع کے ہین جیسا کہ حق تعالیٰ قرآن مجید مین فرماتا ہے وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا اور اس بیان سے
فاضل مذکور کے صاف واضح ہے کہ سحر تخییل بحت ہے جیسا کہ قول سبحانہ تعالیٰ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَى اسپر متعین ہے اور مؤید اس سے
ظاہر قول معصوم علیہ السلام کا لَوْ كَانَ لِلسِّحْرِ حَقِيقَةٌ لَدَفَعُوا عَنْ أَنْفُسِهِمُ الْمَوْتَ وَالْأَلَمَ اور اگر بالفرض کچھ حقیقت بھی اسکے لیے
ہو تو حق تعالیٰ کو بنظر اپنی علم و حکمت کے لازم ہے کہ جسوقت معجزے کے ظاہر ہونے کا وقت آے تو جادوگرون کے جادو کو
باطل کر دے اور انھین معارضہ سے باز رکھے اور اسی طرح جسوقت کسی امر کا جھوٹا دعا کرین تو اُسے بھی باطل کرے تاکہ حجت کو
فروغ نہونے پاے یا کسی ایسے معارض کو پیدا فرماے کہ اسکا اختصاص اس امر کے ساتھ باقی نہ رہے یا کسی اور راہ سے اشتباہ
دفع کر دے اور اسی طرح اگر کوئی دوا جو اثر نادر رکھتی ہو اور ایک شخص اسپر مطلع ہو کر کوئی بزرگ دعوی کرے تو اسکے دفع کو بھی
انھین امر مذکورہ سے کسی بات کا فرمانا ضرور ہے اور فاضل راوندی نے فرمایا ہے کہ یہ کہان سے معلوم ہوا کہ معجزات بتاثیر
ادویہ ظاہر نہین ہوے کیونکہ ممکن ہے بعض دوائین ایسی ہون کہ جب جسم میت سے چھو جاے تو زندہ ہو جاے اور جب
عصا کے اندر اُسے داخل کر دین تو وہ سانپ ہو جاے اور اگر کوئی حیوان بے زبان کو اُسے کھلا دین تو اُسے گویا کر دے
اور جب کوئی اُسے کھاے تو اسکی فصاحت و بلاغت بڑے مرتبہ کو پہونچ جاے اور اس کلام مین یہ کہ اول ایسی ادویہ
کہ جس سے مردہ زندہ ہو جاے اور لکڑی حیوان ہو جاے اور بے زبان کھا کر ناطق ہو جاے دیکھی نہین گئین تو گویا جن ادویہ سے

کہ علاج کی عادت اطبا کو ہی ہوگی بہ نسبت اور اس مسئلہ حکمت کی پر نسبت کہ تبدیل ماہیت ممکن ہی یا نہین محال
مادی ہی اور بر تقدیر تسلیم کہ سکتے ہین کہ یہ خالی نہین ہی کہ اُسکی راہ بسبب مجری عادت سب آدمیون کو بتائی ہی کہ وہ بھی اُسے
دریافت کر سکتے ہین یا ایسی راہ اُسکی نہین رکھی بر تقدیر اول چاہیے بلکہ لازم آتا ہی کہ اُسے اور بھی معارضہ مدعی اعجاز کا کرین اور
اُسکے دعوے کو باطل کرین اور اُسکا معجزہ بسبب معارض کے پائے جانے کے مصداق معجزے کا نہوگا اور بر تقدیر ثانی
جبکہ علم اُس دوا کی تاثیر کا مدعی رسالت ہی کے ساتھ مخصوص ہو اور رسول کے سوا دوسرا اُسے نہ جان سکے تو ایسی دوا اُسپر
ظفریاب ہونا بھی معجزہ ہوگا پس دلیل صدق مدعی پر ہوگی حاصل یہ ہی کہ درصورت مدعی رسالت کے جھوٹے ہونے کے
حق تعالی پر لازم ہی کہ مکلفین کو معارضہ پر اُسکی تمکین عطا فرمائے اور جب مدعی رسالت سچا ہو تو مکلفین کو تمکین معارضہ سے
نہ دے اور اُنھین باز رکھے جیسا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کے لیے ہوا کہ باوصف اسکے کہ حضرت نے قصر سورہ
کے لیے بھی معارضہ اُسوقت مین طلب کیا کہ جماعت کثیر کفار عرب کی فصاحت و بلاغت مین کامل تھی لیکن کسی سے معارضہ
نہوسکا پھر راوندی نے کہا ہی بیان مین کہ جادو اور حیلہ جو جادوگرون اور شعبدہ بازون کے بنائے ہوتے ہین جب
اُنکی تفتیش کامل کی جائے تو واضح ہوتا ہی اور انجام مین کھل جاتا ہی خصوصا علما اور اذکیا پر کہ یہ امر اُسکا مخفی ہی اسی لیے
اُسمین تعلیم و تعلم کی گنجائش ہی اور اُسکے لیے ایک مثل بھی ذکر کی ہی کہ حیلہ کرنے والے مرغی کے انڈے کو لیکر سرکہ مین تر کرتے ہین اور
جب دو تین روز اُسپر گذر گئے تو اُسکے اوپر کا پوست نرم ہو جاتا ہی اسی طرح کہ جتنا چاہین اُسے طول مین زیادہ کرلین بعد اُسکے
اُسے ایسے شیشہ مین کہ سر اُسکا تنگ ہو اُتار دیتے ہین اور ٹھنڈا پانی اُسپر ڈال کر حرکت دیتے ہین یہان تک کہ وہ انڈا اپنی ہیئت
اصلی پر چند ساعت کے بعد رجوع کرتا ہی اور سخت ہو جاتا ہی کہ توڑنا اُسکا دشوار ہو جاتا ہی پس جو بے عقل و نادان ہین وہ اُسے
دیکھکر جانتے ہین کہ معجزہ بھی ایسا ہی ہوگا حالانکہ معجزے کی شان اِس سے بلند ہی اور یہ بھی کہا ہی کہ جادوگر رسیون مین اور
لکڑیون مین پارے کو چھپا دیتے ہین کہ تابش آفتاب کے وقت جب پارہ گرم ہو تو اُسمین حرکت پیدا ہو اور دیکھنے والون کی
نظر مین بسبب حرکات اور روشنیون کی حقیقت امر مشتبہ ہو جاتی ہی بخلاف پیغمبرون کے معجزے کے کہ اُسمین دشمنان دین
اور منکرین رسالت نے کیا کیا تجسس شناخت مین حیلے کیے اور کس طرح نہ چاہا کہ سر مخفی اُسکا ظاہر ہو جس سے
معجزات کو حیلہ ٹھہرائین اور ناقص کرین لیکن کبھی کوئی ظفریاب نہوا اور حقیقت کو اُسکی دریافت نہ کر سکے انتہی کلامہ بلکہ بعض
احادیث سے ایسا مستفاد ہوتا ہی کہ حق تعالی نے جس زمانہ مین کسی پیغمبر کو مبعوث کیا ہی غالبا کوئی معجزہ اُسے اُس جنس سے
کرامت فرمایا ہی کہ اُسوقت مین اُسکے جاننے والے زیادہ تھے اور وہ جنس اُسوقت شائع و مشہور تھے تاکہ حجت اُنپر تمام ہو جیسا کہ
حضرت موسی کے زمانہ مین مدار جادو پر تھا حق تعالی نے اُنھین عصا اور ید بیضا اور وہ معجزات جو اُس سے مشابہ ہون کرامت کیے
اور جادوگرون نے اور جو فن شعبدہ و سحر کے آگاہ تھے ہمہ تن معارضہ کو پیغمبر برحق کے اور تفتیش حال مین کیا کیا فکر و سعی نکی
کہ تا خطا و غلط کی نسبت حضرت موسی علیہ السلام کی طرف کرین اور کوئی حیلہ و مکر پا جائین کہ اُس سے سب کو آگاہ کرین لیکن کبھی کچھ

بنایا یہان تک کہ سب سے زیادہ اور پہلے اُسی جماعت نے جانا اور اقرار کیا کہ جو کچھ موسیٰ معجزہ ظاہر کرتے ہین وہ سحر نہین ہے
اور سجدہ کیا اور ایمان لاے اور جب حضرت عیسی ابن مریم مبعوث ہوئے کہ نہ بیماریان بہت تھین اور چرچا علاج و معالجہ کا
زیادہ تھا اور اکثر طبیبان حاذق مثل جالینوس وغیرہ کے تھے پس آنحضرت کا معجزہ مُردے کو جلانا اور اندھے کی آنکھ کا روشن
کر دینا اور مبروص کو صحت دینا قرار دیا تاکہ افعال اُن کے اُنکے مشابہ ہو اور اُسی جنس سے ہو لیکن فعل بشر کے
نوع سے نہو اسی طرح ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانے مین کہ عرب کا مدار فصاحت و بلاغت پر تھا اور
فنون فصاحت کے ماہر حد حصر سے زیادہ تھے تو ظاہر ترین معجزہ آنحضرت کا قرآن شریف کو قرار دیا کہ جسکی فصاحت
ایسی ہے کہ اُسکے چھوٹے سورے کے ایسی کوئی معارضہ مین مقابلہ نہ کرسکا اور علماء نے کہا ہے کہ شعبدہ اور جو
اُسکے مانند ہو وہ حیلہ جویان اراذل کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے بخلاف معجزے کے کہ وہ اشرف عقلا اور اہل ورع اور
اہل دیانت سے ظاہر ہوتا ہے اور اُنکی بزرگی سب پر واضح ہوتی ہے اور جعل اور ساختگی کا احتمال ارباب انصاف کے
نزدیک اُنمین نہین ہوتا بلکہ علم ضروری تھوڑی فکر سے اُسکے ساتھ اُنمین بہم پہونچتا ہے اور کوئی اُس سے انکار نہین کرتا مگر
جو دیدہ و دانستہ انکار کرتا ہے اور تمام اس بیان اور کلام سے یہ جانا گیا کہ خلاصہ اُس سب کا یہ ہے کہ تصدیق انبیا کا مدار
معجزات بینہ اور بینات متیقنہ کے ظاہر ہونے پر ہے کہ انسان اُسپر قدرت نہین رکھتا اور سحر و شعبدہ اُس سے مناسبت
نہین ہے چنانچہ آخوند مجلسی علیہ الرحمہ نے حق الیقین مین فرمایا ہے اُسکا محصل یہ ہے کہ جو کوئی دعوی مرتبہ بلند کا کرے
تو محض اُسکے دعوے سے یقین کرنا نہین چاہیے جیسا کہ کہا ہے۔ اے بسا ابلیس آدم روے ہست + پس بہر دستے نباید داد دست
مثل اسکے کہ کوئی شخص یہ دعوی کرے کہ مین بادشاہ کی طرف سے تمپر حاکم ہون تمہین چاہیے کہ میری اطاعت
کرو تو فقط اُسکے کہنے سے کوئی اُسے قبول نہین کرتا جب تک کہ وہ کوئی حجت بادشاہ کی طرف سے مثل فرمان سند خط مہر
یا طمغاے خدمت کہ وہ مخصوص بادشاہ کی ہو نہ رکھتا ہو اور معجزہ حاکمی کے مثل ہے کیونکہ معجزہ وہ فعل ہے کہ انسان اُسکے
کرنے سے عاجز ہے اور اُسکے مجری عادت کے برخلاف ہوتا ہے اور دعوی پیغمبری کے مقارن ظاہر ہوتا ہے اور کوئی یہ
نہ سمجھے کہ جناب آخوند صاحب نے تخصیص معجزے کی پیغمبر کے ساتھ عموما فرمائی ہے بلکہ سبب اس تخصیص کا خصوصیت
مقام ہے والا امام علیہ السلام مین بھی یہی تقریر جاری ہے پھر فرمایا ہے جناب آخوند صاحب نے کہ پس اگر کوئی فعل ایسا ہو
کہ انسان سے صادر ہوسکے تو وہ معجزہ نہین ہے مثل صنائع غریبہ اور ارباب شعبدہ کے حیلون کے موافق کہ اُسے انسان کرتے ہین
اور ایک دوسرے سے سیکھ عمل مین لاتا ہے خاص فعل خدا نہین ہے اسی طرح اگر فعل خدا بھی ہو لیکن موافق عادت کے ہو
وہ بھی معجزہ نہین ہے مثل اسکے کہ جبکہ آفتاب کے طلوع کا وقت آئے کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ مین اب آفتاب کو ظاہر طالع کرتا ہون
اور اگر دعوی پیغمبری کے ساتھ نہو تو اُسے کرامت کہتے ہین مثل حضرت مریم کے مائدے کے اور جب کوئی شخص پیغمبری کا دعوی
کرے اور کہے کہ خدا نے مجھے ریاست دین و دنیا کے واسطے خلائق پر بھیجا ہے اور میرے تصدیق قول پر دلیل یہ ہے کہ مین چاند کو

ہو کرتا ہون بلکہ یہ کہ مردے کو زندہ کرتا ہون اور اُسی وقت وہ امر واقع ہو جاوے تو البتہ ہم جانینگے کہ وہ سچا ہے کیونکہ
حق تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور علم اُسکا ہر چیز کو احاطہ کیے ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہین پھر اگر یہ کہنے والا جھوٹا ہو تو دعویٰ اُسکا
قبیح ہوگا اور ہمکو اُسکی اطاعت کرنا قبیح ہوگا پس خداے عزوجل نے سب کو قبیح کے ساتھ برانگیختہ کیا ہوگا اور فعل قبیح
خدا پر محال ہے جیسا کہ بحث عدل مین معلوم ہو چکا اور چاہیے کہ معجزہ مطابق مدعی ہو تاکہ پیغمبر کی صداقت پر دلالت کرے
اور اگر موافق نہو تو اُسکے کذب پر دلالت کریگا جیسا کہ مسیلمہ کذاب کا ایک قصہ اُس شخص کا جسکی ایک آنکھ روشن تھی
اور ایک کور تھی اور مسیلمہ کی دعا سے جو روشن تھی وہ بھی کور ہو گئی مذکور ہو چکا اور دوسرا قصہ یہ ہے کہ اُس سے کہا لوگون نے
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آب دہان مبارک کو اپنے خشک کنوئین مین ڈالا اور وہ پر آب ہو گیا یہ سنکر اُس ملعون نے بھی
ایسے کنوئین مین جسمین پانی کم تھا آب دہن اپنا ڈالا وہ کنوان خشک ہو گیا اور اسے معجزہ مکذبہ کہتے ہین انتہی کلامہ اور
واضح ہو کہ یہ دو قسمین معجزے کی ایک مصدقہ اور دوسرا مکذبہ جو ہین تو نہ باعتبار شخص مدعی صادق اور کاذب کے کیونکہ
معجزہ نہ فعل صادق کا ہے نہ کاذب کا بلکہ وہ فعل خدا ہے کہ مدعی صادق کے ہاتھ پر اپنے فعل کو ظاہر فرماتا ہے جو اُسکی تصدیق کی
دلیل ہوتا ہے اسی طرح مدعی کاذب کے ہاتھ سے ایسے فعل کو ظاہر کرتا ہے جسسے اُسکی تکذیب پر دلالت واضح کرتا ہے فقط۔

فصل پانچوین ذکر نبوت جناب خاتم الانبیاء والمرسلین یعنے حضرت ابو القاسم محمد بن عبد اللہ بن
عبد المطلب بن ہاشم صلواۃ اللہ علیہ وآلہ المعصومین مین ہے اور اسمین چند فائدے ہین **فائدہ** پہلا تعیین و تشخیص نفس نفیس
آنحضرت کے ہے اور وہ دو راہون سے ہوتا ہے ایک نسب شریف کے ذکر سے دوسرے آنحضرت کے شمائل کے بیان سے
پس جان تو کہ نسب شریف پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ہے کہ والد بزرگوار حضرت کے عبد اللہ ذبیح ہین جو بیٹے عبد المطلب کے ہین
اور وہ ہاشم کے بیٹے ہین اور وہ عبد مناف کے بیٹے ہین جناب سید سند نے حدیقہ سلطانیہ مین صاحب مواہب سے کہ
علماے حضرات اہلسنت سے ہین نقل کیا ہے کہ عالم مذکور نے لکھا ہے کہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف
بفتح میم بن قصی بضم قاف وفتح صاد و تشدید یا بن کلاب بکسر کاف یا مصدر ہو یا جمع ہو بن مرہ بضم میم و تشدید راے مہملہ
بن کعب بفتح کاف و سکون عین بن لوی بضم لام و فتح واو و تشدید یا بن غالب بن فہر بکسر فا و سکون ہا بن مالک بن نضر
بفتح نون و سکون ضاد معجمہ بن کنانہ بکسر کاف و دو نون بن خزیمہ بخاے معجمہ و زاے معجمہ مصغر بلفظ تصغیر بن مدرکہ بضم میم و
سکون دال مہملہ و کسر را و تا اور شاید کہ وہ مبالغہ کے لیے ہو یا نقل ہو بن الیاس بکسر ہمزہ بعض کے قول کے موافق اور بفتح ہمزہ
بموافق قول بعض کے [illegible] ضد ہے اور ہمزہ وصل کے واسطے ہے اور یہ قول صاحب مواہب کے
نزدیک صحیح تر ہے بالجملہ وہ بیٹے مضر کے بضم میم و فتح ضاد [illegible] بن نزار بکسر نون و زاے معجمہ بن معد بضم میم و فتح عین و تشدید دال مہملہ اور بعضے
تصحیح ہین اسکے میم کا فتح و عین کا سکون کہتے ہین بن عدنان بفتح عین و سکون دال اور شاہ عبد الحق دہلوی نے نقل فرمایا ہے
وہ کہتے ہین کہ یہان تک حضرت کا نسب شریف ارباب سیر و تاریخ مین اور اصحاب علم انساب مین متفق علیہ ہے اور اسکے اوپر

معلوم نہین ہو لیکن یہ بالاتفاق ہو کہ وہ حضرت اولاد اسمٰعیل پیغمبر مین ہین اور ابراہیم اور نوح اور ادریس اور شیث
علیہم السلام حضرت کے اجداد صلواۃ اللہ علیہم اجمعین ہین ابن عباس سے روایت ہو کہ انھون نے کہا کہ جب پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ اپنے نسب شریف کا ذکر فرماتے تھے تو عدنان سے زیادہ نہ فرماتے تھے اور بعد اسکے توقف فرماتے تھے اور
فرماتے تھے کہ نسابون نے جھوٹ کہا ہو انتہیٰ کلامہ اور جناب اخوند مجلسی علیہ الرحمہ نے حیات القلوب مین فرمایا ہو کہ مشہور
حضرت کے نسب مین عدنان تک ہو اور بعد اسکے فرمایا ہو کہ بن آدو بن اود بن الیسع بن الہمیع بن سلامان بن النبت بن حمل
بن قیدار بن اسمٰعیل بن ابراہیم الخلیل علیہما السلام بن تارخ بن ناخور بن شروع بن ارغو بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام
بن نوح بن ملک بن متوشلخ بن اخنوخ بن البارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم اور روایت ام سلمہ مین
عدنان بن آدد بن زید بن ثری بن اعراق الثریٰ ہو بعد اسکے ام سلمہ نے کہا کہ زید ہمیع ہو اور ثری بنت ہو اور اعراق الثریٰ اسمٰعیل ہو
اور بنا بر روایت ابن بابویہ کے عدنان بن اد بن اود بن زید بن یقدد بن یقدم بن ہمیع بن نبت بن قیدار بن اسمٰعیل ہین اور سوا
اسکے اور بھی روایتین ذکر کی ہین کہ بعضے کہتے ہین کہ عابر ہود علیہ السلام کا نام ہو اور اخنوخ ادریس علیہ السلام اور والد ماجد
پیغمبر خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کی آمنہ ہین جو بیٹی وہب کی کہ وہ پسر عبد مناف پسر زہرہ پسر کلاب تھے تکمیل
یہ جگہ اس بات کو چاہتی ہو کہ تھوڑا سا احوال حضرت کے نور کا اور اسی طرح کچھ حالات حضرت کے ان اجداد کا جو
مشہور ہین بیان کیا جاے پوشیدہ نہ رہے کہ بعض روایات فریقین مین وارد ہو کہ فرمایا آنحضرت نے کہ اوّل ما خلق
اللہ نوری یعنی پہلے سب سے جو پیدا کیا خدا نے وہ میرا نور تھا اور بعض روایات مین آیا ہو کہ اوّل ما خلق اللہ العقل
اور اسمین بھی احتمال کیا ہو کہ مراد عقل سے نور محمدی ہو جیسا کہ جناب اخوند مجلسی رہ نے اپنے رسالہ اعتقادیہ مین اور ملا صالح
مازندرانی نے افادہ فرمایا ہو اور فاضل کاشانی نے اسکے ساتھ یقین کا اظہار کیا ہو اور بعض روایات مین اوّل ما خلق اللہ القلم
یعنی جسے پہلے خدا نے پیدا کیا وہ قلم تھا اور بعض مین اوّل ما خلق اللہ الماء یعنی پہلے جو خدا نے پیدا کیا وہ پانی تھا اور
مثل اسکے وارد ہوا ہو اور شیخ عبد الحق دہلوی نے پہلی روایت کی تصحیح کی ہو چنانچہ خلاصہ کلام اسکا یہ ہو کہ جان تو کہ
اوّل مخلوقات اور واسطہ صدور کائنات کا اور واسطہ پیدا ہونے عالم اور آدم کا نور محمد اور جوہر ذات نبی صلی اللہ
علیہ وآلہ و صحیح جیسا کہ حدیث صحیح مین وارد ہوا ہو کہ اوّل ما خلق اللہ نوری اور سب مکونات علوی اور سفلی اس نور سے
اور اس جوہر سے پیدا ہوے ہین اور ارواح و اشباح اور عرش و کرسی اور لوح و قلم اور بہشت و دوزخ اور فرشتے اور
آسمان اور انسان اور جنات و تمام زمین اور دریا اور پہاڑ اور درخت اور جملہ مخلوقات اس سے پیدا ہوے ہین اور
کیفیت مین صادر ہونے کے اس کثرت کے اس وحدت سے اور ظاہر ہونے مین ان مخلوقات کے اس جوہر سے عبارات
اور تعبیرات عجیبہ لاے ہین اور یہ کہا ہو کہ محققین کے نزدیک اوّل ما خلق اللہ العقل ثابت ہوا ہو اور حدیث اوّل ما خلق
القلم کو بھی کہا ہو کہ مراد اس اوّل سے یہ ہو کہ بعد عرش اور پانی کے جو پہلے پیدا ہوا وہ قلم تھا کیونکہ یہ قرآن مین وارد ہو کہ

تکمیل بیان مین حضرت کے نور کے اور اجداد کرام کے جو مشہور ہین

كَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ اور کہا ہی کہ عرش سے پہلے پانی کو خلق فرمایا ہی اور وارد ہوا ہی کہ جب قلم پیدا ہوا تو حق تعالی نے
اُس سے فرمایا کہ لکھ اُسنے عرض کیا کہ کیا لکھوں فرمایا کہ لکھ جو کچھ پیدا ہو چکا ہی اور جو کہ ہونے والا ہی ابتک پس معلوم ہوا کہ قلم سے
پہلے بھی کچھ پیدا ہو چکا تھا اور کہا ہی کہ وہ جو اس سے پہلے پیدا ہوے عرش و کرسی اور ارواح ہین اور نور کی خلقت اس سے بھی
پہلے ہی الخ اور شارح مواقف سے فاضل نعمانی نے اخبار ثلثہ کی وجہ جامع اس طرح نقل کی ہی کہ معلول اول اس حیثیت سے
کہ وہ واسطہ ہو الہی انوار کے افاضہ کا اسطرح کہ اُس سے یہ جاننا چاہیے کہ وہ مجرد ہی اور اس جاننے سے اُنکی ذوات اور اُسکا
مبدا کا تعقل ہو تو وہ نام رکھا جاتا ہی ساتھ عقل کے اور اس حیثیت سے کہ وہ واسطہ جملہ موجودات اور نقوش علوم کے
صادر ہونے کا ہو نام رکھا جاتا ہی ساتھ قلم کے اور اس حیثیت سے کہ وہ متوسط افاضہ انوار نبوت کا ہو نور جناب رسالتمآب ہی
انتہی کلامہ لیکن یہ توجیہ بنا بر مذاق حکما کے جاری ہوتی ہی کہ وہ سلسلہ تولید حوادث کو عقول عشرہ کے اور افلاک کے ساتھ
منوط جانتے ہین فقط۔ لیکن پوشیدہ نہ رہے کہ یہ مضامین ہمارے بھی روایات مین وارد ہین لیکن یہ تسمیہ اپنی روایات مین
خلاف ہی اور قدر مشترک اُن امور کے لیے اضافی اور نسبت ہی اور کچھ منافات نہین ہی اور نور محمدی کا پیدا کرنا سب کا تمامی کے
پیدا کرنے کے پیشتر ہی یا سب سے برتر ہی اور جو خصوصیات کہ اخبار احاد مین منقول ہین اُنکا علم علیم خبیر کو ہی یا ائمہ علیہم السلام
اُسے جانتے ہین کیونکہ بعض روایات سے حضرت کے نور کا تقدم جملہ مخلوقات سے لایح ہوتا ہی جیسا کہ کتاب کافی مین ہی
کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے جابر تحقیق کہ خدا نے پہلے جو خلق فرمایا تو محمد اور عترت کو اُنکی جو ہدایت کرنے والی ہی
پیدا کیا پس یہ سب اشباح نورانی خدا کے سامنے تھے او مثل اُسکے ہی جو ابن بابویہ رہ نے بسند اپنی حضرت امام جعفر صادق
علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ حق تعالی نے نور مقدس جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کو
خلق فرمایا پہلے اسکے کہ آسمانون کو اور زمین اور عرش و کرسی اور لوح و قلم اور بہشت و دوزخ کو پیدا کرتا اور پہلے اسکے کہ
کسی اور پیغمبر کو پیغمبران سے پیدا کرتا اور مدت تقدم مذکور کی باعتبار سال مشہور کے چار لاکھ چوبیس ہزار برس تھی اور
اُس نور کے ساتھ بارہ حجاب تھے حجاب قدرت اور حجاب عظمت الخ الحدیث اور بعض روایات سے تاخر خلقت عرش سے
مستفاد ہوتا ہی جیسا کہ کافی مین ہی قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَلَقَ الْعَقْلَ وَهُوَ اَوَّلُ خَلْقٍ مِنَ الرُّوحَانِيِّينَ عَنْ يَمِينِ الْعَرْشِ
ملا محسن نے کتاب وافی مین لکھا ہی کہ عقل جوہر ملکوتی نورانی ہی کہ خدا نے اُسے نور عظمت سے اپنے پیدا فرمایا ہی اور اُسی کے سبب
آسمانون کو اور زمینون کو اور جو کچھ اُنکے جرم مین اور اُنکے درمیان مین ہی خیرات اور نیکیون سے قائم کیا ہی اور اسی کی جہت سے
سب کو جو اس عالم مین ہین خلعت ہستی اور وجود پہنایا ہی اور بواسطہ اُسی کے دروازے کرم و بخشش کے کھلے ہین اور اگر
وہ نہوتے تو ہم سب عدم کی تاریکی مین ہوتے اور دروازے نعمتون کے ہمپر بند ہوتے اور وہ اول مخلوق ہی
روحانیون سے جو عرش کے داہنے پر ہین اور وہ بعینہ نور ہی ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اور روح ہی آنحضرت کی
جس سے شاخین نکلی ہین اُنکی اوصیاے معصومین کے انوار کی اور ارواح پیغمبران و مرسلین سلام اللہ علیہم اجمعین کی

بعد اُنکے پیدا کی گئی اُنکی شعاع سے اُنکے شیعون کی ارواح جو شیعہ کہ پیدا ہو چکے ہین اول مین اور جو شیعہ پیدا ہون گے
آخر مین فرمایا ہی ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ نے کہ پہلے جو خدا نے پیدا کیا وہ میرا نور تھا اور دوسری روایت مین ہی
کہ میری روح تھی اور حدیث قدسی مین ہی کہ اگر تو نہوتا تو کبھی آسمانون کو پیدا نہ کرتا اور اس معنی مین بہت سی احادیث
وارد ہوئی ہین انتہی کلامہ لیکن پوشیدہ نہ رہے کہ اولیت مطلقہ کے لیے اس جگہ ایک معنی لطیف اور بھی ہی اور وہ یہ
کہ تقدم سے مراد علت غائی کا تقدم ہو کہ علم مین مقدم اور وجود مین بعد ہو فتدبر جناب آخوند علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی
جسکا حاصل یہ ہی کہ وہ سب یعنی نبی اور ائمہ علیہم السلام مقصود ہین ایجاد عالم وجود مین اور مخصوص ہین ساتھ شفاعت کبریٰ اور
مقام محمود کے اور معنی شفاعت کبرا کے یہ ہین کہ وہ حضرات وسایط ہین فیوض الٰہی کے اس عالم مین اور آخرت کے عالم مین
کیونکہ وہی قابل ہین واسطے فیوضات الٰہیہ کے اور حمایت قدسیہ کے اور انھین کے طفیل سے رحمت خدا کی سب
موجودات پر فائض ہوتی ہی اور اس قول سے بھی علت غائی ہونا ان حضرات کا مستفاد ہوتا ہی جس سے تقدم
رتبی ظاہر ہوتا ہی اور وہ احادیث کہ جنمین تصریح آئی ہی کہ اُس وجود مین عبادت الٰہی بھی کرتے تھے وہ اس احتمال کے
منافی نہین ہین کیونکہ وجود دو طرح پر ہی ایک وجود روحانی اور دوسرے وجود جسمانی اور علت کا وجود جسمانی متوخر ہوتا ہی
نہ روحانی جیسا کہ بطرق متعددہ عبد اللہ ابن عباس سے منقول ہی کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ
حق تعالی نے پیدا کیا میرے نور کو عرش کے نیچے بارہ ہزار سال پہلے خلقت آدم سے پس جب آدم کو پیدا کیا
اور اُس نور کو صلب آدم مین ڈالا پس وہ نور ایک صلب سے دوسرے صلب مین منتقل ہوتا تھا یہان تک کہ
ہم صلب عبد اللہ و ابوطالب مین جدا ہوے پس حق تعالی نے مجھے اُس نور سے پیدا فرمایا اور بسند ہاے دیگر
معاذ بن جبل سے منقول ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ بیشک حق تعالی نے پیدا کیا مجھے اور علی و فاطمہ و
حسن و حسین علیہم السلام کو سات ہزار سال پہلے دنیا کے پیدا کرنے کے معاذ نے عرض کیا کہ اے رسول خدا پھر آپ کہان تھے
فرمایا کہ عرش کے آگے ہم تھے تسبیح و تحمید و تقدیس و تمجید خدا کرتے تھے معاذ نے عرض کی کہ کس کے مثال تھے فرمایا کہ
چند اشباح نور کے تھے پھر جب حق تعالی نے چاہا کہ ہماری صورت کو پیدا کرے تو ہمین چند عمود نور کی طرح بنایا اور
آدم کے صلب مین جگہ دی پس باہر نکالا ہمین ہمارے آبا کے اصلاب اور امہات کے ارحام کی طرف اور نہین پہونچی ہمین
وہ نجاست شرک و زنا کی جو زمان کفر مین تھی اور بسند معتبر جناب امام جعفر صادقؑ سے منقول ہی کہ محمد اور علی دو نور تھے
قریب خداوند عالم کے دو ہزار برس پہلے اس سے کہ خداے تعالی خلائق کو پیدا فرماے پس جب فرشتون نے دیکھا تو ایک کو
اصل پایا اور اُس سے ایک شعاع روشن تھی کہ وہ اُس اصل کی شاخ تھی پس کہا انھون نے کہ خداوندا یہ نور کیا ہی انپر وحی
نازل ہوئی کہ یہ ایک نور ہی میرے انوار سے کہ اصل اسکی پیغمبری ہی اور فرع اسکی امامت ہی الخ اور دوسری سند انھین
حضرت سے منقول ہی کہ حق تعالی نے حضرت رسالتمآب سے خطاب فرمایا کہ اے محمد بدرستیکہ پیدا کیا مین نے تجھے اور

علی کو ایک نور یعنی روح بے بدن پہلے اس سے کہ آسمانون کو اور زمین کو اور عرش و دریا کو پیدا کرتا پس ہمیشہ ہم
تہلیل و تمجید کرتے تھے اور بسند معتبر جناب ابی ذر رحمہ سے منقول ہو کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا کہ مین اور علی
ایک نور سے پیدا ہوے اور عرش کی جانب راست ہم دونون تسبیح خدا کرتے تھے دو ہزار برس پہلے اس سے کہ حق تعالی نے
آدم کو پیدا کیا پس جب آدم کو پیدا کیا تو ہمارے نور کو انکی پشت مین رکھا اور جب آدم بہشت مین ساکن ہوتے تو ہم
انکی پشت مین تھے اور جب نوح کشتی پر سوار ہوے تو ہم انکی پشت مین تھے اور جب ابراہیم آگ مین ڈالے گئے تو ہم
انکی پشت مین تھے اور ہمیشہ ہمین پشتہاے پاکیزہ اور رحمہاے مطہرہ مین حق تعالی جگہ دیتا آیا یہان تک کہ صلب
عبد المطلب مین پہونچے اُس نور کے دو ٹکڑے کیے تھے صلب عبد اللہ مین اور علی کو صلب ابو طالب مین ڈالا
الخ الحدیث اور اخبار متواتر مین وارد ہوا ہے کہ مین اُسوقت سے پیغمبر ہون کہ آدم مٹی اور پانی مین تھے اور بعض روایات مین
اسطرح ہو کہ آدم روح و جسد کے درمیان تھے اور اس مضامین کی احادیث بہت ہین اور اس اختلافات مین جمع کی
صورتین متعدد ہین مختصر یہ ہو کہ جیسا خلق ایجاد کے معنی پر آیا ہو اسی طرح بمعنی تقدیر بھی آیا ہو یہان تک کہ جناب سید نے
حدیقہ سلطانیہ مین بعض شارحین شمائل ترمذی سے نقل فرمایا ہو کہ کہا ہے انھنے کہ بعضون نے کہا ہو کہ خلق بمعنی تقدیر
حقیقت ہو اور بمعنی ایجاد مجاز ہو اگرچہ استعمال اسکا دوسرے معنی مین بہت ہو اور ہر چند کہ حقیقت مین یہ بات ہو لیکن
لفظ خلق کے دونون معنون مین شائع ہونے مین تامل نہین ہو اور جب یہ ہوا تو محتمل ہو کہ بعض روایات مین خلق تقدیر کے
معنی پر ہو اور تقدیر اعم ہو اس سے کہ تقدیر علمی ہو یا عبارت لوح محفوظ مین لکھنے سے اور فرشتون پر ظاہر کرنے سے ہو اور
بعض روایات مین ایجاد نور اور ایجاد روح کے معنون پر ہو اور یہ لازم نہین ہو کہ نور و روح سے ایک معنی مراد ہون کیونکہ
نور کو اصلاب و ارحام مین رکھنا دلالت کرتا ہو کہ غیر روح ہو اور جب یہ واضح ہو چکا تو جو اختلافات کہ مدت تقدم مین وارد ہوے ہین
اُنمین ممکن ہو کہ بحسب مراتب تقدیر و ایجاد ہو اور پہلے ہونا جیسا محتمل ہو کہ حقیقی ہو اسی طرح محتمل ہو کہ پہلا ہونا بھی اضافی ہو
اور شرف و فضیلت کے مقام پر ایسے بیان نادر نہین ہین اور بعض اعداد مثل سبعہ و سبعین کے محاورہ عرب مین مطلق کثرت کے
واسطے بھی آتے ہین لیکن تقدیر کا احتمال کرنا تقدیر علمی پر یعنی مستبعد ہو کیونکہ علم الٰہی ازلی اور غیر محدود ہو اور اسمین اختصاص
ایک شخص کا دوسرے کی نسبت نہین ہو سکتا پس کتابت لوح مین قلم نور سے مراد ہوگی یا خلق نوری مثل اشباح کے
قبل عالم ارواح کے یا خود عالم مراد ہو یا حضرت کے نور کا وجود کسی اور عنوان سے مقصود ہوگا اور چونکہ شبح کے معنی اصل
لغت مین کالبد کے ہین اس سبب سے مراد ایک جسم لطیف ہو جو مشابہ جسم ظاہر کے ہو [illegible] پس مناسب
تعبیر کی خبیر بصیر پر پوشیدہ نہ ہوگی اور یہ مراد بعض اخبار سے بھی مستفاد ہوتی ہو جیسا کہ وارد ہو [illegible]
اشباح نور بین یدی اللہ قلت وما الاشباح قال ظل النور ابدان نورانیة [illegible] پیغمبر و ائمہ ہدی علیہم السلام کو
بطور اشباح نور اپنے سامنے پیدا فرمایا راوی نے عرض کیا کہ اشباح کیا ہو فرمایا کہ نور کا سایہ ہو یعنی ابدان نورانیہ کہ ارواح لطیف

اور ظاہر یہ ہی کہ بنظر راوی کے سمجھانے کے جسم لطیف کو مختلف بیانون سے اور کسی طرح مناسبات و علامات طرف اشارہ کیا
کیونکہ سایہ لطیف تر ہوتا ہی اُس سے جسکا سایہ ہو اور پس اسی جہت سے اُسے سایہ کہتے ہین اور نور جسم لطیف شفاف ہی
پس اِس جہت سے اگر اُسے ابدان نور کہین تو اچھا ہی اور روح ایک تنزہ شریف ہی اجسام ذوی العقول سے پس وہ انوار
مقدسہ باین مناسبت ارواح ہین ساتھ ہلکے کہ بلفظ ارواح تعبیر کیے جائین ورنہ کنہ حقیقت ان اشباح و انوار کی طاقت
بشری سے باہر ہی جس کسی نے جو کچھ کہا ہی یا کہیگا بطور احتمال ہوگا اور علم حقیقی اُسکا خدا کو ہی اور جناب سید سند نے شارح شمائل
ترمذی سے نقل فرمایا ہی کہ اُنھون نے کہا کہ ارواح اجساد کے پہلے پیدا کی گئی ہین اِس صورت مین قول حضرت کا کُنتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَینَ
الماء والطین اشارہ طرف حضرت کی روح کے ہوگا یا اُسی حقیقت کی طرف آنحضرت کی حقائق سے یہ ایما واقع ہوا ہی کیونکہ حضرت
کی حقیقت کو سوائے خدا کے کوئی نہین پہچان سکتا یا وہ پہچانے جسے اُنسے کا علم عطا فرماکر برگزیدہ کیا ہو اور حق تعالی جس قوت
جیسی اور جو چاہتا ہی اور جسے چاہتا ہی ویسی حقیقت دیدیتا ہی پس حقیقت حضرت کی نبوت کے ساتھ فائز ہوئی اور اسم مبارک
آپ کا عرش پر لکھا گیا تاکہ فرشتے اور جو مخلوقات وہان اُنکے سوا تھین وہ اِس کرامت کو حضرت کی جو خدا کے سامنے ہی جانین
پس مراد یہ ہو کہ یہ روح اور وہ حقیقت جسکی کنہ معلوم نہین ہو سکتی اُسی وقت سے کہ حضرت کا نور خلق ہوا موجود تھے
اگرچہ جسم شریف وجود مین متاخر ہوا پس اوصاف کمالیہ آنحضرت کے ابتدائے پیدائش نور سے آپ کے پہلے ہین اُنمین تاخیر کو
دخل نہین ہی اور متاخر نہین ہی مگر کمون نور وجود جسد شریف کا حضرت کے اور انتقالات اصلاب و ارحام مین انتہی محصلا اور
فی الواقع یہ تقریر شارح مذکور کی بہت متین اور لائق ہی اور ہمارے اخبار کے بھی منافی نہین ہی بہر طور ثابت ہوا کہ فضیلت
تقدم وجود نور کی یا روح دونون کی حضرت کے واسطے ایسی مخصوص ہی جو اور پیغمبرون کے اور مخلوقات کے لیے نہین ہی سوا
اُنکے جنکو حق تعالی نے اُنکی فرع مقرر فرماکر شریک اصل تقدیم خلق مین کیا ہی لیکن اِس سے یہ اعتقاد کرنا کہ پیغمبر اور ائمہ علیہم السلام
موثر اور موجد اور مدبر ہین اُن چیزون کے جو اِس عالم مین پایا گیا ہی پس یہ کفر ہی اور فلاسفہ کے قول سے مشابہ ہی جو وہ کہتے ہین
کہ واحد سے سوا واحد کے اور کچھ صادر نہین ہوتا پس اُس واحد کو واسطہ صدور کثرت کا جانتے ہین جیسا کہ قریب اُسکے
قول شارح مواقف کا نقل کیا گیا ہی اور اسی طرح یہ قول مشابہ قول صوفیہ ہی کہ وہ بھی مظہر واحد کو مظاہر انوار قدرت کا
قرار دیتے ہین اور مشابہ ہین مفوضہ کے ساتھ جو خلق و رزق و تدبیر عالم کو کہتے ہین کہ خدا نے محمد و علی اور سب ائمہ کو سپرد
فرمایا ہی اور یہ سب کفر ہی خواہ آنحضرات کو مستقل فاعل جانین یا فاعل مستقل خدا کو اور انھین بمنزلہ آلات کے قرار دین
کیونکہ حق تعالی غنی بالذات اور محتاج طرف وسایط و آلات کے نہین ہی اور یا قایل تفویض کے ساتھ ہون پس یہ سب
باطل ہی اور یہ بطلان ضروریات دین سے ہی ہان اِن بزرگوارون کی برکات سے یہ عالم قائم ہی اور اسی جہت سے نسبت
مجازی بعض نصوص مین کہ جو اخبار احاد سے ہین وارد ہوئی ہی جیسا کہ باب اول مین مذکور ہو چکی مین اور قریب اسکے ہی
وہ روایت کہ جو فاضل نعمانی نے عبداللہ بن مسعود سے کہ اُنھنے پیغمبر خدا سے نقل کیا ہی حاصل اُسکا یہ ہی کہ پوچھا مسعود نے

انحضرت سے کہ مین نہین جانتا کہ آپ اور علی علیہ السلام دونون مین افضل کون ہے حضرت نے فرمایا کہ بیٹھ جا مین سامنے
بیٹھ گیا بعد اُسکے فرمایا کہ جان تو کہ حق تعالی نے مجھے اور علی بن ابیطالب کو اپنے نور عظمت سے پیدا کیا دو ہزار برس پہلے
اور مخلوقات کے پیدا کرنے سے کہ اُسوقت تسبیح و تقدیس و تہلیل کرنے والا کوئی نہ تھا اور جب چاہا کہ سب خلق کو پیدا
فرمائے تو میرے نور کو پھاڑا اور اُس سے آسمانون کو اور زمین کو پیدا کیا اور مین قسم ہے خدا کی کہ آسمانون سے اور زمین سے
بہتر و بزرگ ہون اور نور علی بن ابیطالب کو شگافتہ کیا پھر اُس سے عرش و کرسی کو پیدا کیا اور علی بن ابیطالب علیہ السلام
بزرگ ہین عرش و کرسی سے اور شگافتہ کیا نور حسن کو اور خلق فرمایا اُس سے لوح و قلم کو اور قسم ہے خدا کی کہ حسن بزرگ ہے
لوح و قلم سے اور شگافتہ کیا نور حسین کو اور اُس سے پیدا فرمایا بہشتون کو اور حور عین کو اور حسین قسم ہے خدا کی کہ بزرگ ہے
بہشت و حوران عین سے بعد اُسکے تاریکی نے مشرق و مغرب کو سیاہ کیا اور فرشتون نے خدا سے شکایت کی اسلیے
کہ اُس تیرگی کو دفع کرے پس حق تعالی نے ایک کلمہ خلق فرمایا اور اُس کلمہ سے روح کو پیدا کیا بعد اُسکے دوسرا کلمہ فرمایا
اور اُس دوسرے کلمہ سے نور کو پیدا کیا پس اُس نور کو اُس روح کے ساتھ ملا کر عرش کے آگے اپنے کھڑا کیا پس جمیع
مشارق و مغارب روشن ہوئے پس وہ فاطمہ زہرا ہے اور اسی لیئے زہرا کے ساتھ نام رکھی گئین الخ الحدیث اور اسی
مضمون کو بتفاوت یسیر جناب سید سند نے حدیقہ سلطانیہ مین اسطرح لکھا ہے کہ جب خدا نے چاہا کہ تمامی خلق کو
پیدا کرے تو میرے نور کو شگافتہ فرمایا اور اُس سے عرش کو پیدا کیا پس عرش میرے نور سے ہے اور میرا نور خدا کے
نور سے ہے اور میرا نور عرش سے افضل ہے بعد اُسکے میرے بھائی علی بن ابیطالب کے نور کو شگافتہ فرمایا اور اُس سے
فرشتون کو پیدا کیا اور علی کا نور نور خدا سے ہے اور علی افضل ہین فرشتون سے بعد اُسکے میری بیٹی فاطمہ کے نور کو شگافتہ
فرمایا اور اُس سے آسمانون کو اور زمین کو پیدا کیا پس آسمان و زمین میری بیٹی کے نور سے مخلوق ہین بعد اُسکے میرے
فرزند حسن کے نور کو شگافتہ کیا اور اُس سے آفتاب و ماہتاب کو پیدا کیا پس آفتاب و ماہتاب میرے فرزند حسن کے
نور سے پیدا ہوے ہین اور حسن کا نور نور خدا سے ہے اور حسن آفتاب و ماہتاب سے افضل ہین بعد اُسکے نور حسین کو شگافتہ
فرمایا اور اُس سے بہشت اور حور العین کو پیدا کیا پس بہشت اور حور العین نور حسین سے ہین اور حسین کا نور نور خدا سے ہے
اور حسین افضل و بہتر ہین بہشت اور حور عین سے الخ بالجملہ ان اخبار سے یہ ظاہر ہین سمجھا جاتا ہے کہ انوار مقدسہ ان بزرگوارون کے
اصل و سبب ہین خلق مخلوقات کے لیے جیسا کہ حیوان سے بچہ یا انڈا یا نطفہ یا انسان سے آواز و کلام یا بلغم یا اور
فضول پیدا ہوتے ہین کہ وہ بمنزلہ اصل کے اُسکے ہوتا ہے اور جو اُس سے نکلتا ہے اور خارج ہوتا ہے وہ بمنزلہ شاخ کے
ہوتا ہے اور حقیقت مین اصل کے شریک ہوتا ہے لیکن واقع مین یہ اعتقاد بیان کرنا اور اِس سے مراد جاننا نہین چاہیے
کیونکہ اول یہ اخبار احاد ہین جو مفید اعتقاد نہین دوسرے یہ کہ واقع مین جو یہ مضامین وارد ہوے ہین وہ از قسم
استعارات اور مجازات ہین کہ دلالت مزید اختصاص اور علو مرتبہ پر اُنکے کرتے ہین نہ از راہ حقیقت اور اِس مقام مین

اگر کوئی قیاس کرے کہ جسطرح یہ اشیاے مذکورہ اُن حضرات کے انوار سے پیدا ہوئی ہین اسی طرح ان حضرات کے انوار انور ذات خدا سے پیدا ہوے ہین تو یہ قیاس باطل ہو کیونکہ حق تعالی مخصوص ہو ساتھ اس بات کے کہ نہ اُس سے کچھ پیدا ہوا ہو اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہو کما قال عزّ من قائل لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ جناب سید سند نے ایک روایت حضرت امام حسین علیہ السلام سے نقل کی ہو حاصل اسکا یہ ہو کہ کوئی کثیف چیز خداے تعالی سے پیدا نہین ہوتی مثل فرزند اور بول و غائط و منی و بلغم اور جملہ کثافات کے جو مخلوقین سے پیدا ہوتی ہین اور نہ کوئی لطیف چیز مثل کلام و آواز و نور بصر کے اُس سے پیدا ہوتی ہین اور نہ حوادث اُس سے اٹھتے ہین مثل پسینے کے اور خواب و خطورات قلبی اور غم و اندوہ و شادی کے اور نہ خود وہ کسی سے پیدا ہوا ہو نہ کسی چیز سے باہر آیا ہو جیسا کہ سب اشیاے کثیفہ عناصر سے اپنے باہر آتی ہین مثل حیوانات کے اور گھانس کے اور نباتات کے کہ زمین سے اُگتے ہین اور پانی کی طرح کہ چشمہ سے نکلتا ہو نہ مانند چیزہاے لطیف کے کہ اپنے مرکز سے نکلتی ہین جیسا کہ بینائی آنکھ سے نکلتی ہو اور سُنا کان سے ظاہر ہوتا ہو الخ اور چاہیے نا کہ ترجمہ لفظ اشتقاق کا ہو اسپر دلالت نہین کرتا کہ حضرات العیاذ باللہ مادہ و ہیولے اجسام کے ہین جیسا کہ متصوفہ پر لازم آتا ہو کیونکہ یہ سب ان سب مراتب کو منزلات وجود مطلق اور وجود حق پر حمل کرتے ہین اور مٹی اور کوزہ اور دریا اور امواج کی مثال لاتے ہین بالجملہ ایسے استعارات جنکی کُنہ حقیقت معلوم نہو جہان جہان کہین واقع ہون وہان اپنی طرف سے کسی معنی کی تعیین نہ کرنا بہتر ہو اور ایسی جرأت و جسارت سے جو مورث خسارہ ہو احتیاط ضروری ہو بلکہ ایسی حدیثون کے علم کو حوالہ بخدا و رسول کرنا باعث سلامتی دین و ایمان کا ہو جیسا کہ آیات و احادیث مین وارد ہو تتمیم بیان مین اس امر کے کہ حضرت کے آباے طاہرین سب مومن و موحد تھے اور کچھ کچھ احوال اُن حضرت کے آبا و اجداد کا جو مشہور ہین جاننا چاہیے کہ اجداد حضرت کے سب موحد تھے دل اُنکے نور ایمان سے نورانی تھے اور نجاست کفر سے صاف و پاک تھے اور یہ مسئلہ فرقہ حقہ امامیہ مین اتفاقی ہو کسی نے اسمین اختلاف نہین کیا ہو مگر حضرات اہل سنت مین مختلف فیہ ہو چنانچہ جناب سید سند نے فرمایا ہو کہ مواہب لدنیہ سے ظاہر ہوتا ہو کہ محققین اہل سنت قائل ہوے ہین کہ عبد اللہ باپ آنحضرت کے کافر تھے اور اسی طرح عبد المطلب کے لیے جو جد عالی مقدار حضرت کے ہین تکفیر کرتے ہین اور مذہب منصور اسی کو کہتے ہین اور اُنکے اثبات مین سعی کرتے ہین یہان تک کہ بعض فضلا نے اُنکے لکھا ہو کہ اس مسئلہ مین بحث اس جہت سے کہ مشتمل اوپر استخفاف و ایذاے پیغمبر خدا کے ہو ترک کے لائق ہو جیسا کہ قسطلانی نے بھی مواہب لدنیہ مین اُسکا اعتراف کیا ہو کیونکہ پہلے تطویل کلام اس جگہ نقض و ابرام کی ساتھ بہت کے ہو اور اپنے زعم مین اثبات کفر حضرت کے آبا کا نعوذ باللہ بمفاد بعض روایات مسلم کے کیا ہو اور متمسک اس روایت سے ہین کہ جو ایک شخص سے مروی ہو کہ اُسنے آنحضرت سے عرض کیا کہ میرا باپ کہان ہو فرمایا آگ مین ہو جب وہ چلا تو اُسے طلب کیا اور فرمایا کہ بدرستیکہ میرا باپ اور تیرا باپ دونون آگ مین ہین اور روایت بریدہ سے استدلال کرتے ہین کہ کہا اُسنے کہ ایک روز پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ حضرت آمنہ کی قبر پر تشریف لیگئے

تتمیم بیان مین اس امر کے کہ آباے طاہرین حضرت کے سب مومن تھے

اور روئے حاضرین نے وجہ گریہ پوچھی فرمایا کہ مین نے خدا سے اجازت مان کی خبر چاہی انکی چاہی حکم ہوا بعد اسکے
انکی مغفرت کو طلب کیا انکی رخصت نہوئی اسلیے مین رویا پس سب حاضرین ایسا روئے کہ ایسا رونا کبھی نہی سنے
نہین دیکھا تھا بعد اسکے شیعہ جو استدلال مین آیات واحادیث آنحضرت کے آبائے طاہرین کے بری ہونے پر کفر سے
نقل کرتے ہین انکا ایک جواب جو بہت بے حقیقت و رکیک ہے اپنے زعم باطل مین دے کر کہا ہو کہ هذا انما تعيّن لي
من البحث في مستندو الادلة وكان الاولى ترك ذلك وانما حررنا الدرء ما وقع من المباحثة بين علماء العصر فالحذر
الحذر من ذكرهما بما فيه نقص فان ذلك يؤذي النبي صلى الله عليه وسلم ولا ريب ان اذاه كفر يقتل فاعله لم يتب عندنا انتهى كلامه
بعد اسکے جناب سید سند نے فرمایا ہو کہ سبحان اللہ جو شخص منکر اثبات کفر آبائے کرام مین آنحضرت کے تھا اور خاوند نے اُسی کی زبانی
اُسکا کفر ثابت کیا کون سا نقص اس سے زیادہ ہو کہ کفر سے نسبت بلکہ اُسکا اثبات حضرت کے آبا کی طرف کیا جائے اثبات کفر میں
کچھ خوف نہین کرتے نقص کے اثبات مین ڈراتے ہین اور جب مطلق نقص کی نسبت حضرت کے آبائے طاہرین کی طرف
باقرار ربانی فاضل مذکور کے مستلزم پیغمبر خدا کی اذیت رسانی کا سبب ہے اور اذیت کا پہونچانا پیغمبر کو مستلزم کفر ہو تو
اُسکے فاضل کا قتل کرنا وجب ہے تو نسبت کفر کے کرنا تو بطریق اولی اُسکا سبب ہوگا مگر کہین کہتے منے اب توبہ کی ہے
پھر یہ کہان ہو سکتا ہے انتہی کلامہ اعلی اللہ مقامہ حقیقت امر یہ ہے کہ ایسی بات مین ان فضلا کو یہ جرأت کرنی لائق
تعجب ہے کیونکہ اگر مخالفت علماے امامیہ کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا ہے اور ظاہر ہے کہ یونہین ہے تو نبی کے بارے مین تو کوئی وجہ
مخالفت کی نہین ہے سب مسلمان اقرار شہادتین مین جسطرح متحد ہین اُسی طرح تنزیہ آنحضرت مین رذائل سے اور اثبات فضائل مین جناب
رسالتمآب کے لیے یکدل و زبان ہونا چاہیے اور اگر بالفرض بعض روایات کے ذریعہ سے اثبات کفر کا بہ نسبت آبائے
طاہرین پیغمبر خدا کے کرتے ہین تو اول یہ اخبار بہت شاذ اور اُسکے معارض روایات اُنکے یہان بھی موجود پھر انھین اخبار کی
تاویل کیون نہین فرماتے جیسا کہ ہمین کلام کو طول دیا اُسی طرح تاویل اخبار مذکورہ مین بھی زور علم دکھاتے کیا آبائے نبی کا
اثبات ایمان جو بشہادت قرآن واحادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ ثابت اور ظاہر ہے اثبات ایمان فرعون سے بھی جو
مدعی الوہیت ہوا اور کتب سماویہ اُسکے ذکر کفر پر مشتمل ہین اور اہل ادیان سب بکثرت فرق اُسکے کفر پر گواہ ہین زیادہ مشکل ہے
پھر تعجب اقرار یہ بات ہے کہ اُسکے اثبات ایمان کے لیے بعض اہل سنت نے ایک مستقل کتاب لکھی اور آیات قرآنی کی تاویل کی
لفظ عذاب کو جو اُسکے حال مین واقع ہوا ہے مشتق عذوبت سے جو شیرینی کے معنون پر کیا گیا اور ایمان اُسکا بزور علم ثابت کیا
یہان نہ حمایت اسلام و دینی مسلمین کی ثواب کا شوق نہ تاذی پیغمبر کا اس نقص سے خوف مانع ہوا مباحثہ علماے عصر سے
اسقدر غصہ تیز ہوا کہ مطلق اخبار متفق علیہ بین الفریقین سے چشم پوشی اختیار کی آخر حضرات اہل سنت سے اور بھی تو علما
اور فضلا نامی ہین جنھون نے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ پیغمبر نے فرمایا ينقلني الله من اصلاب الطاهرين الى ارحام
المطهرات حتى اخرجني في عالمكم هذا یعنی ہمیشہ حق تعالی مجھے نقل فرماتا رہا پشت ہاے پاکیزہ سے طرف رحم ہاے

یہان تک کہ ظاہر فرمایا مجھے تمہارے اس جہان مین امام رازی نے اس روایت کی نقل کرنے کے بعد اپنے تفسیر
وا وقت مین جو کہا ہے محصل اسکا یہ ہو کہ مشرکین نجس ہین پس اگر آنحضرت کے آباے ظاہرین شرک رکھتے ہوتے تو طہارت کے
ساتھ موصوف نہوتے اور امامیہ کے طریقہ کے موافق روایات کثیرہ اسپر دلالت کرتی ہین جیسا کہ ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے
اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے کہ اُسنے کہا کہ سنا مین نے امیرالمومنین علی سے کہ فرماتے تھے کہ عبادت نہین کی میرے
باپ نے نہ میرے دادا عبدالمطلب نے نہ ہاشم نے نہ عبدمناف نے کسی وقت مین کسی بت کی اور اُصول کافی مین
انکی سند سے حضرت امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ حق تعالی نے نور محمد و علی کو اُسوقت پیدا کیا کہ کسی اور چیز کو خلق
نہین فرمایا تھا اور پشت ہاے پاکیزہ مین انہین جاری کیا درحالیکہ وہ پاک و پاکیزہ تھے یہان تک کہ وہ علیحدہ ہوے
پاکیزہ ترون مین کہ وہ عبداللہ اور ابوطالب علیہما السلام ہین اور حدیث معتبر مین حضرت صادق سے منقول ہے کہ
جبرئیل پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل ہوے اور کہا کہ حق تعالی تمپر سلام بھیجکر فرماتا ہے کہ حرام کیا مین نے آگ کو
اُس پشت پر کہ جس سے تم زمین پر آئے یعنے عبداللہ اور اسی طرح اس شکم پر کہ جسنے تمہین اٹھایا یعنی آمنہ و اُس کنار و
گود پر کہ جس نے تمہاری کفالت کی یعنی ابوطالب و حضرات اہلسنت سے سوا اُن صاحبون کے جو تکفیر آباے نبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بناہ بخدا قائل ہوے ہین بعض ایسے بھی ہین مثل صاحب کتاب احکام کے کہ جنھون نے حضرت کی
پاس خاطر سے کہا ہے محصل اسکا یہ ہے کہ ہم امیدوار ہین کہ عبدالمطلب بطوع و رغبت داخل بہشت ہونگے اور نجات پاوینگے
ولیکن العیاذ باللہ ابوطالب نجات نہ پاوینگے اسلیے کہ انھون نے زمان بعثت کو پایا اور ایمان نہ لاے انتہی کلامہ اور پوشیدہ
نہ رہے کہ یہ بھی خلاف واقع ہے کیونکہ جو روایت متفق علیہ مین الفریقین اس سے پہلے نقل کی گئی اسکے خلاف ہے اور انشاء اللہ
عنقریب تفصیل اسلام حضرت ابوطالب بیان ہوگی اور جو شخص کہ آنحضرت کے آباے علیہم السلام کے حالات سے آگاہ ہو جانتا ہے
کہ نور محمدی انکی پیشانی سے ظاہر و درخشان تھا اور انکی سیرت و حالات کے دیکھنے سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ ہر حال مین
وہ ہدایت کنندہ و باایمان تھے بالجملہ جاننا چاہیے کہ حضرت کے والد بزرگوار کو ذبیح اسلیے کہتے ہین کہ حضرت نے
فرمایا ہے کہ انا ابن الذبیحین یعنی مین ہون فرزند دو ذبیحون کا اور یہ فریقین کی روایت ہے اور عیون اخبار الرضا علیہ السلام مین
مروی ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ مین بیٹا دو ذبیحون کا ہون ایک عبداللہ اور ایک اسمعیل جو جدالاجداد آنحضرت کے تھے
لیکن اسمعیل پس وہ ایسے فرزند حلیم تھے کہ حق تعالی نے اُنکے ساتھ بشارت دی ابراہیم کو اور جب ابراہیم اُنکے ساتھ
مشغول اعمال حج ہوے تو کہا انھون نے کہ مین نے خواب مین دیکھا ہے کہ ذبح کرتا ہون مین تمہین پس نظر و فکر کرو کہ کیا
تمہاری راے مین آتا ہے اور کیا مصلحت دیکھتے ہو کہا اے باپ جسکا حکم آپکو ہوا ہے بجا لائیے پائیے گا مجھے صبر
کرنے والون سے اگر خدا چاہے جب ابراہیم نے انکے ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو حق تعالی نے فدیہ کیا اسکا ایک گوسفند سیاہ کہ
کہ سیاہی مین کھاتا تھا اور سیاہی مین پیتا تھا اور سیاہی مین نظر کرتا تھا یعنی دیکھتا تھا اور سیاہی مین راہ چلتا تھا اور سیاہی مین

پیشاب کرتا تھا اور سیاہی مین فضلہ اسکا لینڈے گراتا تھا اور اس روایت کو تفسیر صافی مین محقق کاشانی نے نقل کیا ہے
اور جناب سید سند نے بھی حدیقہ سلطانیہ مین نقل کیا ہے اور اُسکی تاویل مین فرمایا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ ایسے سبزہ زار مین
اُسنے تربیت وپرورش پائی تھی کہ جہان وہ بیٹھتا تھا یا اُٹھتا تھا یا کھاتا تھا یا پیتا تھا اور اسی طرح جملہ افعال جہان اس سے
سرزد ہوتے تھے وہ سب مقامات سرسبز وشاداب تھے وجو سبزی کہ اُسمین تیرگی ہوئے کبھی تعبیر مین سیاہ کہتے ہین اور
یا مراد اس سے یہ ہے کہ یہ اعضا اُسکے یعنی شکم اور آنکھین اُسکی اور اسی طرح سب اعضا اُسکے سیاہ رنگ تھے انتہی کلامہ
علی اللہ مقامہ پھر محصل روایت سے یہ ہے کہ وہ گوسفند چالیس برس پیشتر اپنے فدیہ ہونے سے باغہائے بہشت مین
چرا تھا اور اُسکی خلقت رحم مادر سے نہین ہوئی بلکہ حق تعالی نے فرمایا کہ پیدا ہو جا وہ موجود ہو گیا اسلیے کہ فدیہ اسمعیل ہو
ہین جو گوسفند کہ منی مین قربانی کیا جاتا ہے وہ روز قیامت تک فدیہ اسمعیل کا ہے فقط واضح ہو کہ جو مراد مذکور ہوئی شاید
ایسا ہی ہو کیونکہ احتمال ہے کہ الفاظ روایت کے قرینہ سے استنباط کیا گیا ہے کیونکہ بول وبراز کا بہشت مین ہونا کیسا مگر یہ
بہشت دنیا مراد ہو غرض یہ صفت گوسفند مذکور کی روایت مین وارد ہوئی ہے اور معصوم اپنے کلام کی مراد خوب جانتے ہین
چاہے وہ حقیقی معنون مین ہو یا استعارہ ہو کسی حالت سے اِس مقام پر ذبیحین کے بیان سے جو بطور اخبار خاصہ وارد ہوا ہے
مطلب تھا تو ایک ذبیح کا آبائے حضرت سے حال بیان ہوا دوسرے ذبیح کہ عبد اللہ پدر قریب آنحضرت کے ہین اُنکا
قصہ جو جناب سید سند نے لکھا ہے یہ ہے کہ عبد المطلب نے حلقہ در کعبہ سے لپٹ کر دعا کی تھی کہ حق تعالی دس فرزند مجھے
کرامت فرمائے اور نذر کی تھی کہ اگر خداوند تو یہ نعمت مجھے دے تو ایک کو مین قربانی کرونگا جب حق تعالی نے دس فرزند
انھین عطا فرمائے تو انھون نے کہا کہ خدا نے اپنے وعدہ کو وفا فرمایا مین بھی اپنی نذر پر وفا کرونگا بعد اُسکے اپنے بیٹون کو
خانہ کعبہ مین داخل کیا اور تین بار قرعہ اُنکے نام پر ڈالا ہر بار قرعہ عبد اللہ کے نام پر نکلا جو والد بزرگوار آنحضرت کے تھے
اور اپنے باپ کے نزدیک اور اولاد مین اُنکی گرامی تر تھے اُسوقت عبد المطلب نے عبد اللہ کو اپنے ساتھ لیا اور اُنھین
زمین پر لٹایا اور اُنکے ذبح کا ارادہ کیا جب یہ خبر بزرگان قریش کو پہونچی تو سب مجتمع ہوئے اور حضرت عبد المطلب کو اس سے
منع کرنے لگے اور زنان عبد المطلب نے جمع ہو کر رونا باواز بلند شروع کیا اُسوقت عاتکہ نے جو عبد المطلب کی بیٹی تھی اُ
عرض کیا کہ ای باپ تم اپنے عذر کو جو تمھارے اور خدا کے بیچ مین ہے تمام کرو عبد المطلب نے کہا کہ ای بیٹی کیونکر عذر کو
تمام کرون تو صاحب برکت ہے اپنی رائے کو بیان کر عاتکہ نے کہا کہ ای باپ یہ اونٹ جو تمھارے ہین حرم مین چرتے ہین
اُنکے اور اپنے فرزندون کے بیچ مین قرعہ ڈالو اور زیادہ کرتے جاؤ یہان تک کہ حق تعالی راضی ہو جائے پس عبد المطلب نے
اپنے اونٹون کو حاضر کیا اور دس اونٹ اُنمین سے جدا کیے اور اُنکے اور عبد اللہ کے بیچ مین قرعہ ڈالا قرعہ عبد اللہ کے
نام پر آیا پھر دس اونٹ زیادہ کیے اور پھر قرعہ عبد اللہ کے نام پر آیا یہان تک کہ سو اونٹ تک جب ہوئے تو قرعہ
اونٹون کے نام پر آیا اور سب قریشون نے آواز تکبیر کے ساتھ بلند کی یعنی باواز بلند اللہ اکبر کہنے لگے یہان تک کہ

پہاڑ نکلے کہ انکی آوازون سے ہلنے لگے تب عبد المطلب نے فرمایا کہ جب تک تین بار قرعہ اونٹون کے نام نہ آئے مین
عبد اللہ کے ذبح کرنے سے ہاتھ نہ اٹھاؤنگا اسکے بعد پھر دو بار قرعہ ڈالا گیا اور اونٹون کے نام پر نکلا اسوقت زبیر
اور ابو طالب نے اور انکی بہنون نے عبد اللہ کو عبد المطلب کے ہاتھ کے نیچے سے کھینچا اور اسوقت حال یہ تھا کہ جلد
روے نورانی کی انکے بسبب گھسیٹنے کے چھل گئی تھی پس اُس گوہر یکتا کو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ مین پھراتے
اور سونگھتے تھے اور انکی سلامتی کے سجدے درگاہ خدا مین ادا کرتے تھے اور خاک کو انکی روے مبارک سے انکے
پاک کرتے تھے اور عبد المطلب نے حکم دیا کہ اونٹون کو مقام حزورہ پر جو صفا و مروہ کے بیچ مین ہے ذبح کرین اور کسی کو منع
نہ کرین جسکا جی چاہے اسکا گوشت لے اور یہ از جملہ سنتہاے عبد المطلب ہے جسے حق تعالے نے اسلام مین جاری فرمایا
کہ ہر مرد مسلمان کی دیت سو اونٹ ہوے بالجملہ حضرت کے ابن الذبیحین سے موسوم و مخصوص ہونیکی وجہ مین اکثر
روایات فریقین مین اسی مضمون سے قریب واقع ہوئی ہین اور چونکہ آوازہ حسن و جمال اور نور و ضیا اُن مقرب خدا کا
کمال مرتبہ پر مشہور تھا اور یہ بھی قصہ ذبح و فدا کا باعث زیادتی اشتہار کا ہوا تو زنان قریش آرزو مند وصال کی انکے ہوتین
اور از بسکہ اہل کتاب نے بادراک بعض علامتون کے جانا کہ پیغمبر آخر الزمان پشت مبارک عبد اللہ سے پیدا ہونگے
اس جہت سے انکی عداوت و مخالفت مین سرگرم ہوے اور انکے ہلاک کرنے کی فکر مین بیٹھتے تھے اور ہمیشہ آثار غریبہ اور امور
عجیبہ کا انسے مشاہدہ کرتے تھے اور خائب و خاسر ہو کر پھر آتے تھے ایک روز عبد اللہ شکار کو گئے تھے ایک جماعت کثیر
دست بشمشیر شام کی طرف انکے قتل کرنے کے ارادے سے پہونچی وہب بن مناف جو باپ آمنہ کے تھے جو مادر گرامی
پیغمبر خدا کی ہین انھون نے اس صحرا مین دیکھا کہ بہت سے سوار جو اہل جہان سے یہان کی مشابہت نہین رکھتے وہ غیب سے
مددگاری کو آنحضرت کی ظاہر ہوے اور اُن دشمنون کو حضرت سے دور کیا جب وہب نے یہ دیکھا اور اپنے گھر مین آئے
تو اپنی زوجہ سے کہا کہ مین چاہتا ہون کہ آمنہ کو عبد اللہ کے ساتھ تزویج کرون اس مطلب کو میرے بعضے دوستون کے
ذریعہ سے عبد المطلب کی جناب مین پہونچانا چاہیے چونکہ عبد المطلب بھی چاہتے تھے کہ عبد اللہ کی تزویج ہو اور تفحص
کرتے تھے کہ اگر کوئی عورت ایسی ہو کہ شرافت نسب و حسب و عفت کی اُسے حاصل ہو تو اسکے ساتھ انکی تزویج ہو چونکہ
آمنہ کو ان صفات کے ساتھ متصف پایا راضی ہو کر انکے ساتھ تزویج کر دی منقول ہے کہ عبد اللہ ایک عورت پر یہودیہ کی
گذرے کہ نام اسکا رقیقہ جو صیغہ تصغیری تھا جب اُسنے عبد اللہ کو دیکھا تو عاشق ہو گئی اور کہا کہ جو تمہارے سو اونٹ
نحر ہو گئے وہ میرے ذمہ ہین عبد اللہ نے اُسکے احسان کو نہ قبول کیا دوسرے روز ایک عورت کے پاس سے کہ
خثعمیہ سے تھی گذرے کہ اُسے علم کہانت مین مہارت تام تھی اور مالدار تھی اُسنے اپنے مال سے انھین بہت فریب دیا
لیکن عبد اللہ نے اُس سے بھی دوری کی اور کہا کہ مین پہلے گھر پہونچون اور رمی جمرات کر لون پھر آؤنگا جب گھر مین گئے
اور جناب آمنہ سے ہم صحبت ہوے تو نور محمدی صلی اللہ علیہ و آلہ جناب آمنہ کے شکم مبارک کی طرف منتقل ہوا جب

دوسرے وقت عبد اللہ پھر اُس عورت کی طرف سے گذرے تو اُس عورت نے اُس نور کو نہ پایا عبد اللہ سے پوچھا کہ جب سے مجھسے ملاقات ہوئی تھی اُسکے بعد تمنے کسی عورت سے صحبت کی تھی اُنھون نے کہا ہان شمیہ سے کہا کہ اب مجھے تجھسے کچھ کام نہین ہی تیری پیشانی مین ایک نور دیکھا تھا اِسلیے مین چاہتی تھی کہ وہ نور میرا ہو جاے اب وہ اور کی قسمت مین گیا لیکن عبد المطلب پس نام اُنکا شیبہ ہی اور یہ نام اُنکا اِسلیے ہوا کہ پیدا ہونے کے وقت اُنکے سر مین سفید بال پیدا ہوے تھے اور بعضون نے وجہ اِس تسمیہ کی یہ کہی ہی کہ شیبۃ الحمد سے ہی بسبب کثرت افعال حمیدہ کے جو اُنسے صادر ہوتے تھے اور اس سبب سے لوگ اُنکی تعریف و توصیف بہت کیا کرتے تھے اور بعض مورخین نے اُنکا نام عامر کہا ہی اور کنیت اُنکی ابو الحارث ہی کہ بڑے اولاد کے نام سے اُنکے کہ اُسکا نام حارث تھا لیکن عبد المطلب کا وجہ تسمیہ کیا ہی پس اِسمین چند وجہین ذکر کی ہین مشہور تر اُنمین وجہ یہ ہی کہ اُنکے والد ایک وقت مین مدینہ گئے تھے اور وہان متزوج ہوے تھے اور ایک بیٹا پیدا ہوا تھا جب مطلب ہاشم کے بھائی مدینہ مین گئے اور وہان اُس لڑکے کو اُنھون نے دیکھا کہ صورت و سیرت مین خوب اور بے نظیر ہی تو کہا اُنھون نے کہ یہ لڑکا مجھسے مشابہ ہو سکتا ہی تو جو جانتے تھے اُنھون نے کہا کہ ہاشم بن عبد مناف کا لڑکا ہی پس اُسکو مطلب نے اپنے ساتھ لیا اور اونٹ پر اپنے پیچھے بٹھا لیا لیکن بسبب اِسکے کہ پوشاک اُنکی میلی تھی اور حیات شکستہ تھی تو جو پوچھتا تھا تو یہ کہدیتے تھے کہ میرا غلام ہی اِس جہت سے اُنھین عبد المطلب کہنے لگے اِسکے سوا اور بھی وجوہ ہین کہ جناب سید سند نے اپنے حدیقہ سلطانیہ مین لکھا ہی مین نے وجہ مشہور پر اکتفا کیا بالجملہ مروی ہی کہ جب حضرت ہاشم نے سلمیٰ کی خواستگاری کی تو گوہر شاہوار نطفہ جناب سید المرسلین شکم طاہر سلمیٰ مین منتقل ہوا جب اِس نور کی حامل ہوئین تو اُنکی پیشانی نورانی سے شعاع اِس نور کا ظاہر ہوتا تھا اور مدینہ کی عورتین اُنکے جمال کے مشاہدہ کو آیا کرتی تھین اور اُنکی روشنی اور چمک سے حیران ہوتی تھین اور سلمیٰ جس درخت اور پتھر اور ڈھیلے کے پاس گذرتی تھین وہ اُنپر سلام بھیجتا تھا اور مبارکباد و اکرام کرتا تھا اور ہمیشہ جانب راست سے اپنے ایک آواز سنا کرتی تھین کہ السلام علیک یا خیر البشر اور اِن امور عجیبہ کو ہاشم سے کہا کرتی تھین اور اپنی قوم سے چھپاتی تھین یہان تک کہ ایک رات کو سنا اُنھون نے کہ ایک منادی نے پکار کر کہا کہ بشارت ہو تجھے کہ حق تعالیٰ نے تجھے ایسا فرزند عطا فرمایا ہی کہ جو اہل شہر اور اہل صحرا سب سے بہتر ہی اور بعد اُسکے ہاشم نے چند روز مدینہ مین رہکر پھر سلمیٰ کو وداع کیا اور کہا کہ مین سپرد کرتا ہون تجھے وہ امانت جسے حق تعالیٰ نے آدم کو سپرد کیا اور آدم نے شیث کو سپرد کیا اور بزرگان دین ہمیشہ اِس نور کو ایک دوسرے کو سپرد کرتے آئے یہان تک کہ یہ نور بزرگوار مجھ تک پہونچا اور بزرگی ہماری بسبب اِسکے زیادہ ہوئی اور اب مین اِس نور کو بحکم خدا تیرے سپرد کرتا ہون اور تجھسے عہد و پیمان لیتا ہون کہ اِس نور کی بہت حفاظت کرنا اور میری غیبت مین یہ فرزند پیدا ہو تو چاہیے کہ تیرے پاس آنکھ سے زیادہ بزرگ اور جان سے زیادہ عزیز ہو اور اگر ہو سکے تو ایسا کر کہ کسی کی آنکھ اُسپر نہ پڑ سکے کہ اُسکے دشمن اور حاسد یہود وغیرہ سے بہت ہین اور اگر مین اِس سفر سے زندہ نہ پھرون اور میرے مرنے کی

خبر سُنتا تو اُنکی محافظت اور خبرگیری میں تقصیر نہ کرنا اور جب سن شباب کو یہ پہونچے تو اُسے حرم خدا میں جو مکہ ہے
بھجوا دینا اور چچا سے اُسکے دور نہ کرنا کہ حرم خدا ہماری عزت و نصرت کا گھر ہے سلمی نے کہا کہ مین نے دل و جان سے قبول کیا
تو نے میرے دل کو اپنی جدائی سے درد مین ڈالا خدا تعالی تجھے جلد پھر آنا میرے پاس نصیب کرے بعد اسکے ہاشم
باہر گئے اور اپنے اور دوسرے عزیزون سے کہا کہ موت ایسی راہ ہے کہ کسی کا اسمین اختیار نہین ہے اور سب اُس سے لاچار ہین
مین تم سے غائب ہوتا ہون اور نہین جانتا کہ تمہاری طرف پھر آؤنگا یا نہین پس تمہین وصیت کرتا ہون بعد اسکے وصیتین
اپنی بیان کین اور مطلب کو اپنا جانشین قرار دیا اور فرمایا کہ خانہ کعبہ کی نگہبانی اور سقایت حاج و زمزم کی اور ہمارے
دادا نزار کا علم اُسے سپرد کرین اور اپنے فرزند کے لیے وصیت کی اور شام کی طرف متوجہ ہوے جب غزہ کو پہونچے
اور شغل تجارت سے سلمی کے لیے اور ہدیون کے خریدنے سے فارغ ہوے چاہا کہ اب مدینہ کی طرف پھرین ناگاہ بیمار ہوگئے جب
پہونچی پس ایک کاغذ طلب کیا اور بعد نام خدا کے اُسپر لکھا کہ یہ نامہ ہے بندۂ ذلیل کی طرف سے اُس وقت مین کہ مولاے
جلیل نے اُسے فرمان طلب بھجوایا اور جان اُسکی کشاکش مرگ مین تھی اور لکھا اسمین اور وصیت کی اسمین اپنے فرزند کے
احترام کے لیے اور اُسکے حق کی رعایت کے لیے سلمی کے بارے مین بعد اسکے کہا کہ مجھے لٹا دو پھر نظر آسمان کی طرف ڈالی
اور کہا کہ اے مدار اکرم و اے میرے خدا کے بھیجے ہو واسطے نور محمد مصطفے کے جسکا مین حامل تھا جب یہ کہا تو آسانی سے
عالم بقا کو رحلت فرمائی جب یہ خبر سلمی کو مدینہ مین پہونچی اور حضرت کے جو عزیز مکہ معظمہ مین تھے اس سے آگاہ ہوے تو
رسم تعزیت کو اُنکی بجالاے اور جب وقت وضع کا سلمی کے پہونچا تو جو درد عورتون کو ہوتا ہے وہ انہین پہونچا اور ایک آواز
ہاتف کی اُنھون نے سنی کہ اُسے دیکھنے والون کی آنکھ سے پوشیدہ رکھ تاکہ تمام روے زمین اُس سے سعادت مند ہو
پس موافق اُسکے وہ محمل مین لائین دروازے بند کر دیے ناگاہ دیکھا کہ ایک پردہ نور کا آسمان سے دیکر زمین تک اُنکے
ڈالا گیا تاکہ شیاطین اُنکے پاس نہ آئین بعد اسکے شیبۃ الحمد پیدا ہوے اور نور محمدی اُنسے ساطع تھا اور اسی وقت
ہنسے اور جب انہین اُٹھایا اور دیکھا تو ایک سفید بال اُنکے سر مین دیکھا اور اسی سبب سے شیبۃ الحمد اُنکا نام رکھا
اور سلمی نے اُنکے پیدا ہونے کو پوشیدہ کیا ایک مہینے کے بعد جو عورتین اُنکے رشتہ قرابت مین تھین وہ آگاہ ہوئین اور
مبارک باد کو اُنکی آئین اور اُس مولود کے احوال عجیبہ سے متعجب ہوئین جب دو مہینے کے ہوے اور راہ مین یہودون نے
اُنہین دیکھا اور دیکھتے تھے تو اندوہ و کینہ سے بیتاب ہوتے تھے کیونکہ جانتے تھے کہ جو نور کہ اُن سے ساطع ہے وہ نور
محمدی ہے کہ عنقریب جلوہ گر ہوگا اور اُنکے دین کو زائل کریگا حاصل یہ کہ یوماً فیوماً قوت و شوکت اور متانت جناب
شیبۃ الحمد کی زیادہ ہوتی جاتی تھی یہان تک کہ سر حد جوانی کو پہونچے اپنے چچا کی خدمت مین پیام بھیجا اور بہت شکایتین
کہلا بھیجین کہ اے فرزندان عبد مناف اپنی عترت سے تمنے غفلت کی ہے اور اپنے گھر کے چراغ کو دوسرون کے گھر مین جلایا ہے
جب مطلب کو معلوم ہوا اُسی وقت سواری آپ نے طلب کی اور تنہا سوار ہو کر مدینہ کو روانہ ہوے جب مدینہ مین پہونچے

تو شیبۃ الحمد کو لڑکون مین مدینہ کے کھیلتے دیکھا پس بعلامت نور محمدی انہین پہچانا اونٹ کو اپنے بٹھایا اور کہا کہ ای
یادگار برادر میرے پاس آ پس شیبہ انکے پاس آئے اور کہا کہ مین گمان کرتا ہون کہ میرے چچا ہو انہون نے کہا کہ
مطلب ہون یہ کہکر انہین گود مین لیا اور خود بھی سوار ہوے اور شیبہ کو بھی اپنے ساتھ سوار کر لیا اور مکہ کی طرف
روانہ ہوے پس شیبہ نے کہا کہ ای میرے چچا جلد چلو کہ مین ڈرتا ہون کہ میری مان کے قرابت دار مطلع ہو کر مجھے
نہ چھوڑین اور چھین لے جائین یا قوم یہود سے کہ ہمیشہ آزار رسانی کے میرے درپی پھرتے ہین کوئی آسیب و اذیت
پہونچائین مطلب نے کہا کہ کچھ غم نہ کہاؤ کہ حق تعالی انکی شر سے بچائیگا جب یہود مطلع ہوے کہ تنہا شیبۃ الحمد کو
روانہ ہوے ہین تو انکے مارنے کی آرزو مین ستر آدمی انہنے ہتھیار باندھ کر انکے پیچھے سے روانہ ہوے جب گھوڑون کی
ٹاپون کی آواز کان مین آئی تو شیبہ نے کہا کہ ای چچا راہ پھیر دو مطلب نے کہا کہ تیری پیشانی راہنمائی کرتی ہی جہان
مین جاؤنگا اس نور کے نشان پر پہونچینگے شیبہ نے عرض کیا کہ اس نور کو چھپا دیجیے تین تہ کر کے کپڑا پیشانی پر شیبہ کی
ڈالا لیکن اس چمک مین کچھ فرق نہ آیا مطلب نے کہا کہ یہ نور نہین چھپ سکتا لیکن جسنے اس نور کو کرامت فرمایا ہی
وہ تجھسے خوف و خطر کو بھی دفع کریگا شیبہ نے چچا سے کہا کہ مجھے اونٹ سے اُتار دو کہ مین تمہین قدرت خدا
دکہاؤن جب نیچے اُتارا خاک پر انہون نے سجدہ کیا اور اپنے منھ کو خاک پر ملا اور دعا کی جب یہود پہونچے تو ایسا خوف
عظیم و ہیبت شیبہ کی اور انکے چچا کی ان پر طاری ہوئی کہ ہاتھ باندھکر کھڑے ہو گئے اور عرض کی کہ چاہتے ہین کہ یہ برکت ہمارے
شہر سے باہر جاے اور انکی مان سلمی تک ہم انہین پہونچاوین شیبہ نے کہا کہ تمسے سوا دشمنی کے مین کبھی نہین دیکھتا اب جو
قدرت خدا تم پر ظاہر ہوئی ہی تو تملق کرتے ہو پس وہ نادم ہو کر پھرے بعضون نے انمین سے کہا کہ جادو کیا کیونکہ ہم کیا ارادہ رکھتے تھے
اور کس طرح پھرے پھر دوبارہ ننگی تلوارین کھینچ کر ان دونون بزرگوارون کی طرف پھر آئے مطلب نے کہا کہ تمہارا مطلب
ظاہر ہوا اور جو ارادہ تمسے واجب ہوا یہ کہکر کمان اپنی پکڑی اور چند تیر انکی طرف مارے جس سے چند یہود دشمن سے واصل بجہنم ہوے
پس جب انہون نے یہ دیکھا تو ایک بار سب نے ملکر انپر حملہ کیا مطلب نے خدا کا نام لیکر انسے لڑنا شروع کیا اور شیبہ نے
تضرع و زاری درگاہ جناب باری مین آغاز کی ناگاہ دور سے ایک غبار پیدا ہوا اور گھوڑون کی ٹاپون کی صدا اور
ہتھیارون کی قعاقع پیدا ہوئی اور بہادران اوس اور خزرج قوم سلمی سے شیبہ کے لینے کو پہونچے جب سلمی نے
دیکھا کہ مطلب یہود سے مشغول محاربہ ہین تو آواز دی انہین کہ وای ہو تمپر یہ کیا کردار ہی آواز کو سنکر یہود بھاگے مطلب نے
جو منشاء فساد قوم یہود تھا کہ بلاطیہ اسکا نام تھا اس سے کہا کہ ای دشمن خدا اب کہان جاتا ہی اور دونون قبیلون کے بہادر
یہودون پر گرے اور سب کو قتل کیا کوئی نکل کر جانے نہین پایا اسوقت سلمی کو اپنے فرزند کی ہلاکت کا ڈر ہوا اور اپنی قوم کو
قتل سے منع کیا اور مطلب سے کہا کہ تو کون ہی جو میرے فرزند کو مجھسے جدا کرتا ہی مطلب نے کہا کہ مین اسکا چچا ہون
امیدوار ہون کہ حق تعالی اسے صاحب حرم اور پیشوای امم کرے اسوقت سلمی نے کہا کہ ای فرزند اب تجھے اختیار ہی پس

شیبہ رونے لگے اور کہنے لگے کہ ای مان تمھاری جدائی سے ڈرتا ہون اور خانہ خدا کی مجاورت چاہتا ہون اُسوقت
سلمی روئین اور کہا کہ تیری خواہش کو اپنی خواہش پر اختیار کرتی ہون مجھے نہ بھولنا اور وداع کیا اور مطلب سے
سفارش کی کہ اُسکی تزویج جلد کر دینا اور آپسمین عہد و پیمان ہوا مطلب نے کہا کہ ای کریمہ تو نے احسان کیا ہے مین جبتک
مین زندہ رہونگا تیرے حق کو نہ بھولونگا بعد اُسکے مطلب نے شیبہ کو اپنے پیچھے بٹھایا اور مکہ معظمہ کی طرف متوجہ ہوے
جسوقت مکہ مین داخل ہوے تو آفتاب جمال شیبہ سے پہاڑ تک مکہ کے منور ہو گئے اور اہل مکہ کو اُس روشنی سے حیرت ہوئی
اور لوگ اپنے اپنے گھرون سے باہر نکلے اور مطلب سے پوچھا کہ یہ کون ہے کہ جسے اپنے ہمراہ لائے ہو مصلحت وقت اُنہون نے
کہا کہ یہ میرا غلام ہے اِسی سبب سے شیبہ کا عبد المطلب نام ہو گیا بعد اُسکے اُنہین اپنے گھر مین لائے ایک مدت تک
اُنکی حقیقت امر سے کسی کو مطلع نہ کیا لوگ دیکھتے تھے اور نور سے اُنکے تعجب کرتے تھے یہ نہ جانتے تھے کہ پیغمبر خدا کے
دادا ہونگے بعد اسکے احکام مرتبہ قریش مین بہت بڑھا اور ہر بات مین قریش اُنسے برکت طلب کرتے تھے اور ہر بلا و مصیبت مین
اُنسے پناہ چاہتے تھے اور ہر قحط و شدت مین حضرت کے نور سے توسل کرتے تھے اور حق تعالی اُس شدت کو اُنسے دفع فرماتا تھا
اور معجزات باہرہ اُس نور سے ظاہر ہوتے تھے یہان تک ملخص حیات القلوب کا ہے جو جناب آخوند مجلسی رہ نے بذریعہ اپنی اسناد
و تحقیقات کے لکھا ہے فقط اور کتب حضرات اہلسنت مین بھی اسکے شواہد موجود ہین جیسا کہ جناب سید سند نے حدیقہ مین
شاہ عبد الحق دہلوی سے نقل فرمایا ہے اور ملخص اُسکا یہ ہے کہ جب مطلب نے وفات پائی تو ریاست اہل مکہ کی عبد المطلب کے ساتھ
قرار پائی اور منصب کعبہ کے حج کرانیکا حجاج کو اور پانی پلانیکا اُنہین مفوض ہوا اور سب اہل مکہ اُنکے مطیع و منقاد ہوے اور
تعظیم و احترام اُنکا کرتے تھے اور عبد المطلب ایسے تھے کہ اُنسے بوے مشک اذفر ظاہر ہوتی تھی اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
و آلہ کا نور پیشانی سے اُنکی روشن تھا اور جب اہل مکہ کو کوئی حادثہ پیش آتا تھا تو جبل ثبیرہ پر جو بفتح تاے مثلثہ و کسرہ موحدہ
و سکون تحتانیہ ایک پہاڑ کا نام کوہ ہاے مکہ سے ہے اُنہین لے جاتے تھے اور خدا سے اُنکا وسیلہ کرتے تھے اور جب گرانی
و قحط ہوتا تھا تو اُنسے پانی طلب کرتے تھے اور برکت نور محمدی سے حاجت اُنکی بر آتی تھی اور مہم سر ہو جاتی تھی یہان تک کہ
فاضل مذکور نے کہا کہ جب ابرہہ ملک یمن سے آیا اور سفید ہاتھی خانہ کعبہ کے گرانے کو لایا اور عبد المطلب کو اُسکی خبر پہونچی تو
فرمایا کہ ای گروہ قریش کچھ نہ ڈرو کہ اس گھر کے لیے پروردگار ہے کہ اُسے محفوظ رکھتا ہے مین اُسکا حافظ نہین ہون اور جب
ابرہہ مکہ مین آیا اور اُسنے عبد المطلب کے منہ کی طرف دیکھا تو بیہوش ہو کر گر پڑا اور جب ہوش مین آیا تو سجدہ کیا عبد المطلب کے واسطے
اور کہا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ تو حقیقت مین سردار قریش ہے اور مروی ہے کہ جب عبد المطلب حاضر ہوے تو ابرہہ نے سفید
ہاتھی کو جو کعبہ کے گرانے کے لیے اپنے ساتھ لایا تھا طلب کیا جب اُس ہاتھی نے عبد المطلب کو دیکھا تو عبد المطلب کے لیے
سجدہ کیا اور یہ بات اُس سے جدید ظاہر ہوئی کیونکہ مثل اور ہاتھیون کے اُسکی عادت سجدہ کرنے کی نہ تھی کبھی اُسنے ابرہہ کو بھی کہ
جو بظاہر بادشاہ تھا اُسکا سجدہ نہین کیا تھا اور حق تعالی نے اُس ہاتھی کو گویا کیا اور اُسنے کہا کہ سلام ہو اُس نور پر جو تیری

پشت مین ہوای عبد المطلب اور یہ لشکر وہ ہاتھی اوٹھ کھڑا ہوا ہر چند اوسکے سر مین مارا لیکن اوسنے اطاعت نہ کی پھر لاچار ہو کر
یمن کی طرف پھر گئے بعد اوسکے حق تعالی نے بھیجا ابابیل کو جو مشہور طائر خرد ہے دریا کی طرف سے اور ہر ایک کے پاس
تین تین سنگریزے تھے ایک چونچ مین اور دو دونون پاؤن مین اور ہر ایک بقدر دانہ عدس تھا اور سنگریزہ پہونچتا تھا
کسی پر مگر یہ کہ وہ زمین پر گر پڑتا تھا اور ابرہہ کے بدن پر اور منہ پر یہ سنگریزہ پڑا تو اوس سے اوسکی انگلیان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر
گر پڑین اور زرد آب اور چربی اور خون بدن سے اوسکے جاری ہوا اور دل اوسکا پھٹ گیا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ غَضَبِ اللّٰہِ
اور یہ قصہ آنحضرت کے معجزات سے ہے جو نبوت کے پہلے ظاہر ہوا اور اس قسم کے معجزات کو ارہاصات کہتے ہین اور
علی بن ابراہیم قمی نے کہا ہے کہ سورہ فیل حبشہ کے بارے مین نازل ہوا جبکہ وہ ہاتھی لائے تھے کہ اوس سے خانہ کعبہ کو
گرا دین پس اوسے جب دروازہ مسجد کے قریب لائے تو عبد المطلب نے کہا کہ آیا تو جانتا ہے کہ کیا کیا چاہتے ہین اوسنے
اپنے سر سے اشارہ کیا کہ مین نہین جانتا عبد المطلب نے کہا کہ تجھے اسلیے لائے ہین کہ تو خدا کے گھر کو گرا دے آیا تو
اس کام کو کرے گا اوسنے سر سے اشارہ کیا کہ کبھی نہ کرونگا پس ہر چند کوشش و بیہودی انھون نے بہت کی کہ مسجد مین
وہ داخل ہو لیکن اوسنے نہ مانا پس اوسپر سب نے ملکر حملہ کیا اور تلوارون سے اوسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا پس حق تعالی نے
اوپر بہت سے پرندے بھیجے کہ بعض بعض کے پیچھے تھے اور سنگریزے پتھر اور مٹی کے لیے ہوے تھے ہر طائر پاس تین کنکریان تھین
ایک ایک چونچ مین اونکے تھی اور دو دو چنگل مین اونکے تھین اور ہر ایک ٹڑیا اونپر سے پھینکتی تھی اسی طرح کہ سر پر اونکے گرتی تھی اور
جاے براز سے اونکے نکلتی تھی او بدن کو اونکے خراب کرتی تھی اور جناب اخوند مجلسی علیہ الرحمہ نے حیات القلوب مین فرمایا ہے
کہ از جملہ معجزات متواترہ نور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ کہ جو زمان حضرت عبد المطلب مین ظاہر ہوا قصہ اصحاب فیل کا ہے
چنانچہ بسند معتبر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب ابرہہ بن صباح نے کہ حبشہ کا بادشاہ تھا
ارادہ کیا کہ خانہ کعبہ کو خراب کرے اور مکہ معظمہ کے حوالی مین پہونچا تو اہل مکہ کے مال کو غارت و تاراج کیا منجملہ اوسکے
عبد المطلب کے بھی اونٹ غارت مین آئے بعد اوسکے عبد المطلب نے بادشاہ مذکور سے آنے کی اجازت لے کر
اوسکے پاس گئے اوسوقت وہ ایک تخت پر بیٹھا تھا کہ وہ دیبا کے قبہ مین رکھا تھا جب پہونچے تو اوسپر سلام کیا جب اوسکی نظر
عبد المطلب پر پڑی تو اونکے حسن و نور و مہابت و وقار سے حیران ہوا اور پوچھا کہ آیا تمھارے باپ دادا مین بھی
یہ حسن و جمال تھا عبد المطلب نے کہا کہ ہان بعد اوسکے ابرہہ نے کہا کہ تم سب مخلوقات سے بہتر ہو بسبب فخر و جمال کے
لائق ہے تمکو کہ اپنی قوم کے سردار ہو بعد اوسکے حضرت عبد المطلب کو اپنے تخت پر بٹھایا اور اوسکا ایک ہاتھی بہت بڑا
سفید تھا کہ اوسکے دونون دانتون کو انواع جواہر سے مرصع کیا تھا اور اوس ہاتھی کے باعث سے اور بادشاہون سے
مباہات کرتا تھا پس اوسکے حکم سے اوس ہاتھی کو طرح طرح کی زینت اور طرح طرح کے لباس زیور سے آراستہ کر کے
عبد المطلب کے سامنے لائے جب وہ عبد المطلب کے قریب آیا تو اوسنے سجدہ کیا اور ہرگز کبھی اپنے بادشاہ کو سجدہ نہ کیا تھا

اور بقدرت خدا اور اعجاز نور جناب رسالتمآب سے زبان عربی فصیح میں عبدالمطلب پر سلام کیا اور کہا کہ سلام ہو تجھپر
اے نور بہترین خلائق اور اے جد بہترین پیغمبران تیرے لیے عزت و شرف ہے اور ہرگز تو مغلوب نہوگا جب ابرہہ نے یہ عجیب
حالتون کا مشاہدہ کیا تو ڈرا اور گمان کیا کہ یہ جادو ہے حکم کیا کہ ہاتھی کو پھیر لے جاؤ اور حضرت عبدالمطلب سے کہا کہ تم
کس کام کے لیے آئے ہو مین نے تمھاری سخاوت اور شرف و بزرگی کا آوازہ سنا ہے اور جو کچھ تمھارا اجلال و مہابت دیکھا
اسکی رو سے مجھپر لازم ہے کہ جو حاجت کہ مجھسے طلب کرو وہ روا کرون عبدالمطلب نے کہا کہ تمھارے اصحاب نے میرے
اونٹون کو لوٹ مین لے لیا ہے وہ مجھے پھیر دو ابرہہ کو یہ گمان تھا کہ یہ مجھسے کہینگے کہ خانہ کعبہ کو خراب نہ کرو جو میرا اصل
ارادہ ہے جب انکی زبانی اونٹون کا قصہ سنا تو غصہ مین آیا اور کہا کہ تم میری نظر سے گر گئے مین اسلیے آیا ہون کہ جو تمھارا
خانہ شرف و کرامت اور تمھاری قوم کا ہے کہ اُس گھر کے باعث سے ساری دنیا پر فخر کرتے ہین اور ہر سال لوگ ہر طرف سے
حج کرنے کو آتے ہین اُسے خراب کرون اسکے لیے تو کچھ نہین کہتے اپنے اونٹون کے لیے مجھسے کہتے ہو اور طلب کرتے ہو
عبدالمطلب نے کہا کہ مین اُس گھر کا صاحب نہین ہون مین اپنے مال مین تجھسے کلام کرتا ہون وہ گھر ایسا صاحب
رکھتا ہے کہ سب سے زیادہ قادر ہے اور اپنے گھر کی حفاظت کے لیے وہ خود اولی ہے بعد اسکے ابرہہ نے حکم کیا کہ اونٹون کو
عبدالمطلب کو پھیر دو یہ اپنے اونٹون کو لیکر مکہ کو پھر گئے اور ابرہہ وہ بڑا ہاتھی اور بہت سا لشکر اپنے ہمراہ لیکر حرم
کی طرف متوجہ ہوا جب قریب حرم کے پہونچا وہ فیل سفید حرم مین داخل نہو سکا زمین پر لیٹ گیا اور جب ہاتھی کو مارتے تھے
اور جبر کرتے تھے وہ لیٹ جاتا تھا بعد اسکے عبدالمطلب نے اپنے غلامون کو حکم فرمایا کہ میرے بیٹے کو لاؤ جب عباس آئے
تو کہا اسے نہین بلاتا یہان تک کہ عبداللہ آئے کہا اے فرزند ابو قبیس جو پہاڑ ہے اسپر چڑھ جاؤ اور دیکھو دریا کی طرف اور
جو کچھ تمھین دکھائی دے اُس سے مجھے خبر دو جب عبداللہ پہاڑ پر گئے تو دیکھا کہ جانوران پرندہ قسم ابابیل سے مثل سیلاب کے
یا شب تاریک کے اُس طرف منہ کیے ہوے آتے ہین اور وہ سب کوہ ابو قبیس پر آکر بیٹھین اور وہان سے اُڑ کر
سات شوط خانہ کعبہ کے گرد طواف کیا اور سات بار صفا و مروہ کے بیچ مین سعی کی بعد اسکے عبداللہ نے عبدالمطلب سے
خبر کی کہ اُسکے بعد وہ چڑیان حبشہ کے لشکر کی طرف روانہ ہوئین بعد اسکے عبدالمطلب نے اہل مکہ سے فرمایا کہ جاؤ
انکی لشکرگاہ کی طرف اور مال غنیمت کو اُٹھا لاؤ جب اہل مکہ انکے مقام لشکر پر گئے تو دیکھا کہ عذاب الٰہی سے بسبب
اُن چڑیون کے وہ سب ہلاک ہو کر مثل بوسیدہ لکڑی کے پڑے ہین اور مثل اُن چڑیون کے نہ اُسسے پہلے کسی نے دیکھا تھا
اور بعد اسکے بھی پھر نہین دیکھا حاصل کلام یہ ہے کہ کثیر روایات اسی مضمون کی اور اور مضامین کی جنسے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ حضرت عبدالمطلب کو اطلاع امور غیبیہ کی ساتھ ہوتی تھی اور حال پیغمبر مبعوث سے آگاہ تھے اور اعتقاد نبوت کا بھی رکھتے
تھے اور خوارق عادات اُنسے ظاہر ہوتے تھے گو انکی نسبت آنحضرت کے ساتھ ارہاصات کے قبیل سے ہین لیکن
ظہور دلالت اسپر ضرور کرتا ہے کہ مرتبہ اُنکا خدا کے نزدیک بلند ہے اور جناب سید سند نے حدیقہ مین فرمایا ہے کہ بلکہ انکا

انبیاے سابق کے لیے بعض روایات سے لایح ہوتا ہی چہ جاے ایمان پس جو لوگ کہ انکے ایمان مین شک کرتے ہین
انکا قول سننے کے قابل نہین ہی جیسا کہ جناب اخوند صاحب نے حیات القلوب مین بھی فرمایا ہی کہ علماے امامیہ کا
اجماع اسپر منعقد ہی کہ باپ و ماں پیغمبر خدا کے اور سب دادا اور دادیان حضرت کی جناب ابو البشر آدم تک موحد و
دیندار تھے اور کبھی حضرت کا نور پشت اور رحم مشرک مین نہین رہا اور حضرت کے نسب مین اور آبا و امہات حضرت کے
نسب مین نہین ہوا اور ان مضامین پر احادیث متواترہ طرق خاصہ اور عامہ سے دلالت کرتی ہین بلکہ احادیث
معتبرہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہی کہ حضرت کے اجداد سب پیغمبر اور حاملان دین خدا تھے اور فرزندان اسمعیل کہ حضرت کے
اجداد تھے وہ اوصیاے ابراہیم تھے اور ہمیشہ بادشاہی مکہ کی اور حجابت کعبہ کی اور تعمیر اسکی انھین سے متعلق رہی اور
اور تمام خلق کے مرجع تھے اور ابراہیم کی ملت انکے درمیان مین تھی اور شریعت حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ سے
شریعت ابراہیم کی فرزندان اسمعیل مین منسوخ نہین ہوئی اور یہ اس شریعت کے حافظ تھے اور ایک دوسرے کو
وصیت کرتا تھا اور پیغمبرون کے آثار کو ایک دوسرے کو سپرد کرتا تھا یہان تک کہ عبد المطلب تک یہ سب پہونچے
عبد المطلب نے ابو طالب کو اپنا وصی کیا ابو طالب نے کتابین اور آثار انبیا اور انکی امانتین بعثت کے بعد پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ و آلہ کو سپرد کین جناب سید سند نے ایک حدیث معتبر جناب امام جعفر صادق ؑ سے روایت کی ہی کہ فرمایا
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے یا علی عبد المطلب نے ایام جاہلیت مین پانچ چیزین اپنا طریقہ و سنت قرار دی تھی
کہ حق تعالی نے اُسے اسلام مین جاری فرمایا اور ظاہر مراد انکی یہ ہی کہ جب وقت شیوع جاہلیت خلق مین تھا
اسوقت پانچ چیزون کو اُس شریعت سے جسکے موافق خود عمل کرتے تھے تازہ کیا تھا اس جہت سے وہ منسوب
حضرت کی طرف ہوئین پہلی یہ کہ باپ کی ازواج کو فرزندون پر حرام کیا تھا پس حق تعالی نے قرآن مین موافق اسکے
حکم فرمایا وَلَا تَنكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُم مِّنَ النِّسَاءِ دوسری یہ کہ ایک گنج پایا تھا کہ اُسکے پانچوین حصہ کو راہ خدا مین دیا تھا
پس خدا نے بھی وہی حکم بھیجا وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ تیسری یہ کہ جب چاہ زمزم کو کھودا تو
کھودنے والے کو حاج کے پانی پلانے کی خدمت اس کنوین سے سپرد کی پس حق تعالی نے بھی بھیجا کہ أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ
الْحَاجِّ چوتھی یہ کہ آدمی کے مارنے کی دیت سو اونٹ مقرر کیے تھے بعد اسکے حق تعالی نے بھی یہی حکم کو بھیجا پانچوین
یہ کہ طواف مین قریش کے نزدیک کوئی عدد معین نہ تھا عبد المطلب نے سات شوط مقرر کیے خدا نے بھی ایسا ہی
فرمایا اے علی عبد المطلب ازلام سے قمار بازی نہ کرتے تھے اور بتون کو سجدہ نہ کرتے تھے اور جو جانور کہ بت کے نام
یا بتون کے واسطے مارا جاتا تھا اسے نہ کھاتے تھے اور کہتے تھے کہ مین اپنے باپ ابراہیم کے دین پر باقی ہون
فقط جاننا چاہیے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کا سن شریف بہت کم تھا کہ پہلے حضرت کے والد بزرگوار اور انکے بعد
والدہ ماجدہ نے آنحضرت کی انتقال فرمایا انکے بعد تربیت و کفالت حضرت کی جناب عبد المطلب سے جو دادا حضرت کے

متعلق ہی جب اِن بزرگوار نے بھی انتقال فرمایا تو اُنکے بعد جناب ابوطالب تھے جو حضرت کے چچا تھے حضرت کی
تربیت اپنے ذمہ لی روایت ابن عباس مین وارد ہی کہ جب عبد اللہ نے انتقال فرمایا تو فرشتون نے بارگاہ احدیت مین
عرض کیا کہ اِلٰھنا وسیّدنا بقی نبیک یتیماً فقال اللہ تعالیٰ انا الحافظ ونصیرہ یعنی ای آقا اور سردار ہمارے تیرا نبی
تنہا اور یتیم باقی رہگیا ہی اُسکے جواب مین حق تعالیٰ نے فرمایا کہ مین اُسکا حفاظت کرنے والا ہون اور مدد کرنے والا ہون
روایت مین وارد ہوا ہی کہ جناب صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ پیغمبر خدا سن طفولیت مین والدین کی طرف سے اپنے
یتیم کیون ہوے فرمایا اسلیے کہ تا کسی بشر کا حق حضرت پر نہو لیکن یہ روایت ایک شخص سے ہی کہ نام اُسکا ابوحیان ہی
اور حضرات اہلسنت سے ہی برتقدیر صحت روایت شاید مراد یہ ہو کہ چونکہ حق باپ مان کا حقوق بشری مین سب سے
زیادہ ہی اور اُسکا مقتضی یہ ہی کہ اولاد اُنکی اطاعت و خدمت سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرین اور یہ امر نسبت جناب
پیغمبر خدا کے شایان نہ تھا اسلیے حق تعالیٰ نے نہ چاہا کہ ایسا حق حضرت کے ذمہ مین رہے فقط اور اسمین بھی اختلاف
علما نے کیا ہی حضرت عبد اللہ اور جناب آمنہ نے کسوقت وفات پائی چنانچہ تحقیق شاہ عبد الحق دہلوی سے کہ اُنھون نے
محمد بن اسحاق سے روایت کی ہی ایسا معلوم ہوتا ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ جناب آمنہ کے بطن شریف مین تھے جو عبد اللہ نے
وفات پائی اور صاحب مواہب نے کہا ہی کہ دو مہینے حمل کے مدت کو گذرے تھے حضرت کے جو عبد اللہ نے انتقال کیا
اور فاضل مذکور نے اِس قول کو راجح جانا ہی اور کہا ہی کہ بعض کہتے ہین کہ حضرت جھولے مین تھے اور عمر شریف
اٹھائیس مہینے کی تھی اور بعض نے کہا ہی کہ سات مہینے کی عمر تھی او بعض نے دو مہینے کہے ہین اور اس روایت کو
فاضل دہلوی نے قوی جانا ہی اور بنابر روایت حیات القلوب کے جو جناب مجلسی نے ابن شہر آشوب سے کی ہی
واضح ہوتا ہی کہ جب جناب آمنہ کی تزویج حضرت عبد اللہ کے ساتھ واقع ہوئی تو دو سو عورتین اِس حسرت مین مر گئین
اور جب زمانہ انتقال نور کا شکم جناب آمنہ کی طرف قریب پہونچا تو اس مرتبہ زیادتی اشراق و اشتعال مین اُس نور کی ہوئی
کہ کسی کی طاقت نہ تھی کہ عبد اللہ کے منھ کی طرف اچھی طرح دیکھ سکے اور جس درخت اور پتھر کی طرف سے گذر جاتے تھے
وہ سجدہ کے لیے جھک جاتا تھا اور کہا ہی اُسی نے کہ جب عبد اللہ بہشت کے راہی ہوے تو دو مہینے پیغمبر خدا کی عمر
شریف سے گذرے تھے اور ایک روایت مین سات مہینے اور ایک روایت کے بموجب یہ ہی کہ حضرت پیدا نہ ہوے تھے
کہ عبد اللہ نے مدینہ مین وفات پائی اور جب جناب آمنہ نے وفات پائی تو چار برس عمر شریف سے گذرے تھے اور
بعض روایات مین دو برس چار مہینے وارد ہوے ہین اور موضع وفات جناب آمنہ کا مقام ابوا ہی جو مکہ و مدینہ کے
بیچ مین منزل ہی اور حیات القلوب مین جو روایت بمقام رضاع پیغمبر خدا مین منقول ہوئی ہی اُس سے ظاہر ہوتا ہی کہ جب
جناب آمنہ نے انتقال فرمایا تو چار مہینے عمر شریف سے گذرے تھے اور یہ روایت حضرت کے سن رضاع سے مناسب ہے
اور اسکے پہلے جو مذکور ہوا وہ ظاہر مین حلیمہ کے دودھ پلانے سے مخالف ہین کیونکہ چار برس یا دو برس چار مہینے کے بعد

پھر ضرورت دودھ پلانے کی نہین ہوئی مگر یہ کہ حیات مین جناب آمنہ کی کسی ضرورت کے باعث سے حلیمہ سے
دودھ پلوایا ہو جیسا کہ اکثر لڑکون کی ماؤن کو موانع دودھ پلانے سے عارض ہو جاتے ہین اور قریب اس سے ہی جو حدیث
معتبر جناب سید سند نے حدیقہ مین جناب امام جعفر صادقؑ سے نقل کی ہی کہ جب حضرت رسولؐ پیدا ہوے چند روز تک
کہ آنحضرت کو دودھ میسر نہ آیا کہ نوش فرماوین اُسوقت ابوطالب اپنی چھاتی اُنکے منھ مین دیتے تھے اور حق تعالی اُسمین دودھ
پیدا فرماتا تھا چند روز اسی طرح دودھ نوش فرمایا یہان تک ابوطالب نے حلیمہ کو تلاش کرکے بہم پہونچایا اور حضرت کو
اُنکے سپرد کیا اور ابن عباس سے منقول ہی کہ کعبہ معظمہ کے آگے کسی کے لیے مسند نہین بچھاتے تھے مگر عبد المطلب کے لیے
اور کوئی اُنکی اولاد سے اُس مسند پر بلحاظ اُنکے جلال و اکرام کے نہ بیٹھتا تھا لیکن جسوقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ تشریف
لاتے تھے اور چاہتے تھے کہ اُس مسند پر بیٹھین اور چچا آنحضرت کے چاہتے تھے کہ اُنھین منع کرین تو عبد المطلب کہتے تھے
کہ چھوڑ دو میرے فرزند کو کہ اُسکی شان و مرتبت بڑی ہی اور قریب ہی کہ تمھارا سردار بزرگ ہوگا اور مین نور سعادت کو
اُسکی پیشانی مین مشاہدہ کرتا ہون اور تمام خلائق کا پیشوا ہوگا یہ کہکر حضرت کو اُٹھا لیتے تھے اور اپنی گود مین بٹھالیتے
اور ہاتھ کو ریش مبارک پر پھیرتے تھے اور مکرر بوسے لیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہرگز اس سے بہتر اور پاکیزہ بو نہین سونگھی
مین نے اور ایسا کسی کا بدن پاکیزہ و نرم تر مین نے نہین پایا ہی اور چونکہ عبد اللہ اور ابو طالب دونون بھائی ایکماں کے
پیٹ سے تھے اسلیے ابو طالب کی طرف منھ کرکے فرمایا کرتے تھے کہ اے ابو طالب اس فرزند مین بزرگی کی شان ہی پس
اُسکے دامن مین چنگل مار اور اسکی محافظت کر کہ یہ تنہا ہی اور اپنے باپ و ماں سے جدا ہوگیا ہی اور اُسکے لیے مثل مہربان
بھائی کے ہو جا تاکہ اُسے کوئی بُرائی نہ پہونچنے پاوے پھر اُنھین اپنی گردن پر سوار کرتے تھے اور سات شوط کعبہ کے گرد
طواف کرتے تھے اور جب چھ برس عمر شریف سے آنحضرت کے گذرے تو آمنہ نے کہ ماں تھین آنحضرت کی مقام ابوا مین
جو منزل درمیان مکہ و مدینہ کے ہی انتقال فرمایا اور یہ سفر مادر حضرت نے اسلیے کیا تھا کہ حضرت کو اُنکی خالاؤن پاس جو
قوم بنی عدی سے تھے لیے جاتی تھین پس جب حضرت باپ و ماں دونون کی طرف سے یتیم ہوگئے تو شفقت
عبد المطلب کی زیادہ از سابق بہ نسبت حضرت کے بڑھ گئی اور جب زمانہ وفات عبد المطلب کا آیا تو پیغمبر خدا کو
اپنے سینہ پر بٹھایا اور بوسے لیے اور روے بعد اُسکے ابو طالب کی طرف منھ کرکے کہا کہ اے ابو طالب محافظت کر
اس تنہا کی کہ اُسنے باپ کی بو نہین سونگھی اور شفقت مادر کا ذائقہ نہین چکھا چاہیے کہ اسے اپنے کلیجہ کا ٹکڑا جانتا او
اور مین نے اپنی سب اولاد مین اُسکی خدمت کرنے کو تجھے اختیار کیا ہی کیونکہ باپ اُسکا تجھسے ہم مادر تھا اے ابو طالب
اگر اُسکی جلالت و رفعت کے ظاہر ہونے کے ایام کو پائیگا تو جانیگا کہ مین نے اُسے پہچانا تھا اُسکی ناتوانی اور بیکسی کے
وقت مین کوشش اور مددگاری کرنا ہاتھ سے اور دل سے اور زبان سے قسم خدا کی وہ بہت جلد تمھارا سرگروہ ہوگا
اور بادشاہی اور بزرگی ایسی اُسے نصیب ہوگی جو ہمارے آبا و اجداد مین کسی کو میسر نہین ہوئی کیونکہ اے فرزند میرے

وصیت کو تو نے قبول کیا ابو طالب نے عرض کی کہ ہان قبول کیا مین نے اور خدا کو اپنے اقرار پر گواہ لیتا ہون بعد
اسکے عبد المطلب نے ابو طالب کا ہاتھ پکڑا اور اقرار کو محکم کیا بعد اسکے کہا کہ اب موت مجھپر آسان ہوئی بعد اسکے
پیغمبر خدا کے بوسے لیتے تھے اور کہتے تھے کہ گواہی دیتا ہون کہ مین نے اپنی اولاد مین کسی کا بو نہین لیا جو تجھسے زیادہ
خوشبو اور خوشبو ہو اور کاش کہ مین تیرے زمانہ بزرگ کو پاتا بالجملہ اسی حالت پر عبد المطلب تھے کہ حضرت کی
روح مقدس بہشت کی طرف منتقل ہوئی حضرت عبد المطلب کی عمر مین اختلاف کیا ہو بعض کہتے ہین کہ ایک سو
دس برس کے سن مین وفات پائی اور بعض ایک سو چالیس برس کہتے ہین چنانچہ مواہب لدنیہ مین یہی قول کو
لکھا ہو اور اسوقت آٹھ برس سے کچھ زیادہ عمر شریف سے حضرت پیغمبر خدا کے گذرے تھے اور بعضون نے کہا ہو کہ چھ برس
اور بعض نے نو برس اور بعضون نے دس برس کہے ہین بالجملہ بعد جناب عبد المطلب کے حسب وصیت ابو طالب نے
آنحضرت کو اپنی جان سے زیادہ عزیز کیا اور گھڑی بھر بھی رات دن مین اُنسے جدائی نہ کرتے تھے اور اپنے پہلو مین اپنے
سلاتے تھے اور کسی کو اپنے سوا اُنپر امین نہ کرتے تھے پس ابو طالب کفیل و مددگار حضرت کے رہے صاحب مواہب نے
کہا ہو کہ پیغمبر خدا کی کفالت ابو طالب نے کی اور اُنکا نام عبد مناف تھا اور عبد المطلب نے حضرت کی کفالت کے
اُنہین وصیت کی تھی اسلیے کہ وہ عبد اللہ کے شفیق تھے اور صاحب عمدۃ الطالب نے لکھا ہو کہ بعضون نے کہا ہو کہ
ابو طالب کا نام عبد مناف تھا اور بعضون نے کہا ہو کہ عمران نام تھا اور یہ ضعیف روایت ہو عیسیٰ طرسوسی نسابہ کی ہو
اور بعض کی تحقیق یہ ہو کہ نام اُنکا کنیت اُنکی ہو لیکن قول اول کو صحیح جانتا ہو اور بھی صاحب مواہب نے روایت کی ہو
عساکر سے کہ اُسنے حلیمہ سے اور اُنھون نے عرفطہ سے کہ کہا اُسنے کہ میرا ورود مکہ مین ایک سال ہوا اور اہل مکہ قحط سے
بہت خستہ حال تھے پس ابو طالب سے سب نے خشک سالی کا حال اور قحط اور تباہی عیال کو اپنی عرض کرکے درخواست
کی کہ آپ پانی برسنے کے لیے دعا کیجیے پس ابو طالب گھر سے باہر نکلے اور ایک لڑکا آفتاب جمال اُنکے ساتھ تھا اور گرد غلام
پس ابو طالب نے اُسے اپنی گود مین لیا اور اپنی پشت کو خانہ کعبہ سے لپٹایا اور پناہ لی اُس لڑکے کے ساتھ اور
اپنی انگلی سے اشارہ کیا اور اُسوقت تک آسمان مین ابر نہ تھا پس مجتمع ہوا اسکے ہر طرف سے ابر متوجہ ہوا اور پھیلا اور اسقدر
پانی برسا کہ نالے اور گڑھے بھر کر بہنے لگے اُسوقت مین ابو طالب نے قصیدہ کہا اور اُسمین یہ شعر تعریف مین کہا
وَ اَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ ثِمَالُ الْيَتَامىٰ عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ اور ذکر کیا اُسمین قصہ کو کہ کفار چاہتے ہین کہ محمد کو مجھسے لے لین
اور خدا اس امر سے غافل نہین ہو اور مین نہین دونگا اُسے جب تک کہ بہت سے سر جدا نہو جائین اور لاشین نہ گرین
اپنی اولاد و ازواج کو بھول جائین اور صاحب مواہب نے کہا ہو کہ ابن التین نے کہا ہو کہ ان شعرون مین ابو طالب کے
اشعارہ اس امر کا ہو کہ وہ مسلمان تھے اور یہ مفہوم ہوتا ہو کہ وہ پیغمبر کی پیغمبری کو پہچانتے تھے اور اس مضمون پر دلالت صریح
کرتی ہو وہ روایت جسے کافی مین جناب صادقؑ سے نقل کیا ہو اور حاصل اُسکا یہ ہو کہ فرمایا حضرت نے کہ ابو طالب کی مثال

تحقیق عمر عبد المطلب

تحقیق اسم ابو طالب

اصحاب کہف کی ہو کہ ایمان کو پوشیدہ کرتے تھے اور شرک کو ظاہر کرتے تھے پس انھین حق تعالی نے انکا ثواب عطا فرمایا
دو بار یعنی دو چند ثواب دیا اور فاضل کاشانی نے کہا ہو تفسیر صافی مین کہ اسکے سوا نہین ہو کہ اظہار شرک و اخفاء ایمان
ابو طالب اسلیے کرتے تھے کہ تا اس پردے مین پیغمبر کی مددگاری پر قادر ہون جیساکہ اور روایات سے مستفاد ہوتا ہو
اور جو کچھ کہ اس مقام پر فریقین کے کلام سے ذکر کیا گیا ہو اس سے ایمان ابو طالب بخوبی ظاہر ہوتا ہو پس جو کچھ کہ بعض
حضرات اہلسنت آیہ انک لا تھدی من احببت کی تفسیر مین کہتے ہین کہ یہ آیہ شان ابو طالب مین نازل ہوا ہو بسبب
ایک روایت کے کہ اسکے وہ خود روایت کرنے والے ہین یہان تک کہ کتاب احکام مین کہا ہو کہ ہم امید رکھتے ہین کہ
عبد المطلب بہشت مین داخل ہونگے الا ابو طالب کہ انھون نے زمانہ بعثت کو بھی پایا اور معاذ اللہ ایمان نہ لائے
انتہی کلامہ ولیکن فی الواقع یہ ہو کہ بعد وارد ہونے ان اخبار و روایات کے جو مذکور ہوئین پھر ایسی بات کو کہنا نہین چاہیے
والا محمول اوپر تعصب اور خلاف واقع کے ہوتا ہو اور جو علی بن ابراہیم نے اسکے مثل کہا ہو وہ بھی یا محمول تقیہ پر ہو
یا خود روایات عامہ سے ہو اور اسپر صریح دلالت کرتا ہو جو جناب سید سند نے نقل فرمایا ہو جناب صادق ؑ سے کہ
انحضرت سے عرض کیا گیا کہ وہ لوگ گمان کرتے ہین کہ ابو طالب کافر تھے فرمایا جھوٹ کہتے ہین ابو طالب کیونکر کافر
ہو سکتے ہین حالانکہ وہ کہتے تھے کہ شعر الم تعلموا انا وجدنا محمداً نبیاً کموسی خط فی اول الکتب یعنی آیا نہین جانتے ہو کہ
ہمنے پایا ہو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو پیغمبر مثل موسی کے کہ لکھا تھا وہ اول ہین کتابون کے کتاب مواہب مین حافظ ابو الفضل
بن حجر نے نقل کی ہو کہ اسنے ابن اسحاق سے کہا اسنے کہ ابو طالب کا ان اشعار کو کہنا اور معرفت انکی مبعوث کے ساتھ
اخبار کثیرہ مین وارد ہوئی ہو کہ وہ فرقہ شیعہ کا متمسک ہو اس امر مین کہ ابو طالب مسلمان تھے اور کہا ہو اسنے کہ علی بن حمزہ
بصری نے ایک جز تالیف کیا تھا کہ اسمین ابو طالب کے اشعار جمع کیے تھے اور وہ گمان کرتا تھا کہ وہ مسلمان تھے اور
اسلام کی حالت مین وفات پائی اور حشویہ کا فرقہ گمان کرتا ہو کہ وہ حال کفر مین مرے انتہی کلامہ اور خود حافظ نے
دلالت کو ان اشعار کی اپنے دعوے پر منع کیا ہو اور حقیقت یہ ہو کہ قطع نظر ان روایات و اشعار کے جو حضرت ابو طالب کے
ایمان پر دلالت کرتے ہین جو شخص کہ تتبع کرے گا انکے احوال مین کہ کفالت و تربیت جناب رسالتمآب کی کس طرح کی اور
حفاظت و حراست پیغمبر کی کس سیرت سے کرتے تھے اس سے اسی بات سے واضح ہو جائیگا کہ وہ جناب متصف
بایمان تھے اور نور ایمانی سے خانہ دل منور و مملو تھا اور کیونکر ہو سکتا ہو کہ جسکے نور کو حق تعالی نے ہمیشہ پشت ہائے
طاہرہ اور ارحام پاکیزہ کے سوا نہین رکھا خود اسکو کافر کے گھر مین رکھتا اور کس مدت دراز تک نجاسات ناکولہ د
مشرکہ و ملبوسہ مین اسے مبتلا اور آلودہ کرتا ما ذلک الظن بہ اور ساتھ اسکے یہ بات ہو کہ جناب صادق ؑ نے فرمایا
کہ جب ابو طالب نے وفات پائی تو جبرئیل پیغمبر جلیل پر نازل ہوے اور کہا کہ تمھارا پروردگار سلام تمپر نازل فرماتا ہو
اور حکم کرتا ہو کہ تم مکہ سے باہر جاؤ جون پہاڑ کی طرف کیونکہ اب کوئی تمھارا مددگار و کفیل مکہ مین باقی نہین ہو فقط

اور بھی انھین حضرت سے ماثور ہے کہ جبرئیل نے کہا کہ اے محمد خداوند عالم تمپر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ مین نے حرام کیا
آتش جہنم کو اُس پشت پر جسنے تمھین زمین پر پہونچایا اور اُس رحم پر جسنے تمھین ایام حمل مین اُٹھایا اور اُس کنار پر جسنے
تمھاری کفالت و تربیت کی پس صلب عبد اللہ کا صلب ہے اور شکم جسنے تمھین اُٹھایا وہ آمنہ بنت وہب کا شکم ہے اور
وہ کنار جسنے تمھاری کفالت کی کنار ابو طالب ہے فقط لیکن جب بعض علماے اہلسنت والدین نبی جلیل الشان کی تکفیر
کرتے ہین تو ابو طالب کی تکفیر کی شکایت بیکار ہے اور کچھ محل تعجب نہین ہے شاہ عبد الحق دہلوی نے فی الجملہ بقول سابق سے
تنزل کیا ہے اور کہا ہے کہ روضۃ الاحباب مین اخبار موت ابی طالب کے بحالت کفر نقل کی ہین اور یہ بھی کہا ہے کہ پیغمبر خدا
ابو طالب کے جنازے کے ساتھ چلے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ اے میرے چچا جو حق صلہ رحم تھا وہ تم بجالاے اور
میرے حق مین تقصیر نہین کی خداے تعالی تمھین جزاے خیر دے اور یہ بھی فرماتے جاتے تھے کہ غفر اللہ لہ و رحمہ
بالجملہ قصہ ابو طالب غرابت سے خالی نہین ہے اور اسی طرح وہ جو وارد ہے کہ ابو طالب نے کہا کہ مین مرتا ہون ملت
عبد المطلب و ہاشم و عبد مناف پر اور پیغمبر نے فرمایا ہے کہ عبد المطلب اور انکی قوم سب آگ مین ہین و متاخرین نے
اثبات کیا ہے کہ آنحضرت کے اجداد سب پاک اور صاف تھے نجاست شرک سے اور بہتر یہ بات ہے کہ اس مسئلہ مین توقف
کرین انتہی کلامہ اور جناب سید سند نے حدیقہ مین فرمایا ہے کہ فاضل دہلوی کا توقف اسلیے ہے کہ وہ راکب سفینہ
اہلبیت نہین ہین والا حق ظاہر و آشکار ہے اور ما اھل البیت ابصر بما فی البیت ہین اور ان سب نے اسلام اور ایمان ابو طالب کو
ثابت کیا ہے جیسا کہ ابن اثیر نے اپنی کتاب جامع الاصول مین کہا ہے کہ اہلبیت علیہم السلام زعم کرتے ہین کہ ابو طالب
مسلمان مرے اور مصنف کتاب مقصد اقصی نے کہ کتاب مستقصی کا ترجمہ ہے کہا ہے کہ اتفاق ائمہ اہلبیت کا اسپر ہے کہ ابو طالب نے
بحالت اسلام وفات پائی اور کتاب بشارۃ المصطفی مین منقول ہے کہ ایک روز جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب
محلہ رحبہ مین بیٹھے تھے اور گرد حضرت کے اجتماع مردم تھا پس ایک شخص معاندین سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہا اُسنے کہ آپ تو
اس مرتبہ پر ہون اور باپ آپ کے آتش دوزخ مین معذب ہون یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ خداے تعالی تیرے منھ کو
توڑے قسم اُس خدا کی کہ جسنے محمد کو برسالت مبعوث فرمایا باپ میرا ایسا ہے کہ اگر شفاعت کرے گنہگارون کی تو
حق تعالی اُنکی شفاعت کو قبول فرماے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ باپ میرا آگ مین ہو اور مین بہشت و دوزخ کا تقسیم کرنیوالا
ہون قسم خدا کی ابو طالب کا نور قیامت کے دن سب نورون کو پوشیدہ کرے گا مگر انوار خمسہ اہلبیت علیہم السلام کو بالجملہ
ابو طالب عبد المطلب کے وصی تھے اور اُنکے بعد خلق پر بمنزلہ حجت کے تھے لیکن نہ وہ حجت کہ پیغمبر پر بھی حجت ہون
جناب موسی کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ آیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ ابو طالب سے محجوج تھے یعنی محکوم تھے فرمایا نہین
لیکن ابو طالب پاس وصایاے پیغمبران سابق بطور امانت سپرد تھین پس اُنھون نے انکو حضرت کے سپرد فرمایا الخ
بالجملہ فرقہ حقہ امامیہ باتباع ارشاد اہلبیت علیہم السلام سب اس امر مین متفق ہین کہ حضرت ابو طالب اول امر سے کفر و شرک سے

منتشر تھے نور منور اسلام و ایمان دل اُنکا منور تھا اور جانشین با تمکین جناب عبد المطلب کے تھے اور بحالت ایمان
انھون نے انتقال فرمایا اور وہ بہشت مین ہین اور اہل حق کو اُنکا اتباع ضروری ہے فقط اور اجداد سے حضرت کے ہاشم ہین
اُنکے حال مین شاہ عبد الحق دہلوی نے کہا ہے کہ نام اُنکا عمرو ہے اور ہاشم انھین اسلیے کہتے ہین کہ ہشم کے معنی روٹی کے
ٹکڑے کرنے کے ہین اور جسنے پہلے اپنی قوم کو ایام گرانی مین اشکنہ کہ غذاے معروف ہے کھلائی وہ تھے اور انھین عمرو العلی بھی
کہتے تھے بسبب اسکے کہ صاحب مرتبہ بلند تھے اور وہ ایک مرد صاحب جمال اور صاحب جاہ و ثروت تھے چار بیٹے اُنکے تھے
ایک کا نام اسد تھا یہ مادر علی مرتضیٰ کے باپ ہین دوسرے نضلہ تیسرے صیفی چوتھے عبد المطلب کہ غریب الاوطان
اور انکی اولاد سوا عبد المطلب کے اور کسی سے نہ رہی بالجملہ ان حضرت کا حال اور مقامات و کیفیت انتقال جناب
عبد المطلب کے احوال مین مذکور ہو چکا ہے ولیکن عبد مناف پس شاہ عبد الحق نے کہا ہے کہ اُنکا نام مغیرہ ہے اور کنیت
انکی ابو عبد الشمس ہے اور انکے بھی چار بیٹے تھے ایک ہاشم جو پیغمبر کے دادا اور عبد اللہ کے باپ ہین جو والد بزرگوار جناب
رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ کے ہین دوسرے عبد شمس کہ جو بنی امیہ کے دادا تھے تیسرا نوفل جو جبیر بن مطعم کا دادا ہے
چوتھا مطلب جو جد اعلا ہے امام شافعی کا ہے اور کہا ہے کہ عبد شمس اور ہاشم توام پیدا ہوے تھے اور شانے ان
دونون کے آپس مین لپٹے ہوے تھے ہر چند سعی کی کہ آپس سے جدا ہون لیکن جدا نہوے یہان تک کہ انکے اولیاؤن نے
تلوار سے ایک کو دوسرے سے جدا کیا اسی جہت سے انکی اولاد کے بیچ مین عداوت اور تلوار چلی آتی ہے اسی طرح
روضۃ الاحباب مین مذکور ہے اور مشہور سب مین یہ بات ہے کہ ان دونون کی پیشانیان آپس مین ملی ہوئی تھین انھین تلوار سے
جدا کیا انتہی کلامہ لیکن اس جگہ موافق مذہب حق امامیہ کے دو باتون مین جو مذکور ہوئین بحث و کلام ہے ایک
خاص کر کے انکی عبد مناف کے ساتھ موسوم ہونے کی وجہ مین کہ اس توجیہ سے امامیہ کے عقیدے کے موافق جو وجوب
ایمان آبائی حضرت کے قائل اور معتقد ہین موافق نہین ہوتا چنانچہ جناب سید سند نے حدیقہ مین فرمایا ہے کہ ہمارے
بعض افاضل نے اس تسمیہ مین اشکال کیا ہے اور کہا ہے کہ ہو سکتا ہے اہل جاہلیت سے مماشاۃ و تقیہ کی راہ سے ایسا
اتفاق ہوا ہو گا لیکن اس نام کا رکھنا قصے سے جو عبد مناف کے باب مین ممنوع ہے کیونکہ جائز ہے کسی غیر نے یہ نام
رکھا ہو اور قرینہ اسپر یہ ہے کہ اصل نام انکا مغیرہ ہے پس اگر کسی اور نے عبد مناف نام انکا رکھا ہو تو مستغرب نہین ہے بلکہ
مصنف کتاب عمدۃ الطالب نے تصریح کی ہے کہ یہ نام انکی مان نے رکھا تھا اور جب اس کتاب کے مصنف نے کہ
کہ وہ بھی علماے حضرات اہلسنت سے ہین انکے والد بزرگوار کو اس نام رکھنے سے بری کیا تو اب ان ہماجون کو
اس تسمیہ سے یا جو اسکے مثل ہو حجت لانا نہین چاہیے اب رہا یہ کہ مان نے آنحضرت کی تو یہ نام رکھا تھا اسکا جواب یہ ہے کہ
یہ قول کتب متفق علیہ ہے کیونکہ فقط قول صاحب کتاب عمدۃ الطالب کا کچھ حجت نہین ہے بلکہ جیسا محتمل یہ ہے کہ مان نے یہ نام
رکھا اسی طرح یہ بھی محتمل ہے کہ اور کسی نے عزیزون سے یا غیرون سے یہ نام رکھا ہو اور ابن شہر آشوب نے کتاب مناقب مین

فرمایا ہو یعنی بل ذلک لانہ علا واخاف و انمہ للمغیرۃ اگرچہ یہین بھی کلام کو دخل ہی کیونکہ اس تقدیر پر بھی چاہیے کہ مناف
نام ہو نہ عبد مناف لیکن یقینا یہ قول اُسکا موید ہو کہ یہ نام اصل مین حقیقی نہین ہو بلکہ از قبیل القاب شمار ہو کہ بسبب جلالت
قدر کے اِس سے پکارے گئے مگر نہین ثابت ہوتا کہ یہ نام اُنکے والد بزرگوار نے رکھا ہو فقط دوسرا امر جسمین بحث ہی
ہو کہ بنی امیہ کی نسبت عبد الشمس کی طرف کلام علماے حضرات اہل سنت سے ظاہر ہوتی ہو اور اسی جہت سے
بنی امیہ کو وہ قرشی جانتے ہین لیکن یہ امر ہمارے بیان ثابت نہین ہوا بلکہ مشہور یہ ہو کہ امیہ قریش سے نہ تھا عبد الشمس کا
غلام رومی تھا کہ اُسے امیہ کہتے تھے بعد اُسکے عبد الشمس کی طرف منسوب ہو گیا ہی لیے بنی امیہ کی نسبت قریش
کی طرف ہونے لگی و الا اصل اُنکی روم ہو اور عرب مین جائز تھا کہ غلام منسوب طرف آقا کے ہوتا ہو اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ نے بھی ایسا فرمایا ہو جیسا کہ زید بن حارثہ کلبی کے بارے مین ہوا اور اسے صاحب مجمع البحرین نے کہا ہو اور
شیخ حسن بن علی بن حسن طبرسی نے کتاب کامل بہائی مین حکم لعنین کا اُسکے ساتھ دیا ہو اگرچہ سند اپنا نہین لکھا لیکن
موید ہو اِس سے وہ کلام جو جناب امیر علیہ السلام نے مکاتبہ معویہ کے جواب مین لکھا ہو اما قولک انا بنو عبد مناف
فکذلک نحن ولکن لیس امیۃ کہاشم ولا حرب کعبد المطلب ولا ابو سفیان کابی طالب ولا المہاجر کالطلیق ولا الصریح
کاللصیق ولا المحق کالمبطل ولا المومن کالمدغل یعنی یہ قول تیرا کہ ہم اولاد عبد مناف سے ہین پس ہم بھی اسی طرح ہین لیکن امیہ
مثل ہاشم کے نہین ہو اور حرب مثل عبد المطلب کے نہین ہو اور نہ ابو سفیان مثل ابو طالب کے ہو نہ مہاجر یعنی وہ شخص
جسنے غرض دین کے واسطے اپنا وطن چھوڑا ہو مثل طلیق یعنی وہ شخص جو قید ہو کر آیا ہو اور اُسے رہا کیا ہو ہو سکتا ہو اور
نہ صریح یعنی صحیح النسب مثل لصیق کے یعنی نسب ملحقی ہو ہو سکتا ہو نہ محق مانند مبطل کے ہی نہ مومن برابر مدغل کے ہی شیخ ابن می
ثم نے شرح نہج البلاغہ مین فرمایا ہو کہ صریح وہ شخص ہو کہ جسکا نسب خالص ہو اور لصیق وہ شخص ہو کہ جو اپنے باپ کے سوا اور کے
نسب مین مل گیا ہو جیسا کہ لے پالک اور متبنی کا حال ہی اور اسے زبان عرب مین دعی کہتے ہین اور ظاہر بھی ہی
اور ابن ابی الحدید نے اِس مقام پر تاویل بعیدہ کی ہو کہ صریح سے مراد صریح الاسلام ہو اور لصیق وہ ہو جو ایسا نہو لیکن بنابر
اِس تاویل کے تکرار بیکار لازم آتی ہی کیونکہ فقرہ آخرہ ولا المومن کالمدغل کے بھی تو یہی معنی ہین علاوہ اسکے جو معنی کہ
ثیم نے کہے ہین انمین قوت اِس روایت سے زیادہ حاصل ہو جسکو ابن میثم اور ابن ابی حدید دونون نے نقل کیا ہو کہ
معاویہ نے عمرو عاص سے مکاتبہ لکھنے کے بارے مین مشورہ کیا اور اثناے مشورہ مین کہا السنا بنی عبد مناف قال بلی
ولکن لہم النبوۃ دونک یعنی کیا ہم اولاد عبد مناف نہین ہین عمرو عاص نے کہا کہ ہان لیکن اُنکے لیے بنوت ہی یعنی فرزند حقیقی ہین
بنوت تمہین حاصل ہو فقط۔ اور اگر کوئی کہے کہ یہ معنی اُسوقت صحیح ہوتے ہین کہ لفظ بنوت بتقدیم باے موحدہ تحتانی
نون پر پڑھا جاے اور جائز ہو کہ بتقدیم نون باے موحدہ پر پڑھین تو پھر یہ معنی کیونکر صحیح ہونگے بلکہ اُسوقت مین معنی
یہ ہونگے کہ عمرو عاص نے کہا کہ ہان یہ سچ ہو کہ تم بھی اولاد عبد مناف ہو لیکن اُنکے واسطے پیغمبری ہو جو تمہارے لیے نہین ہی

توجواب اُسکا یہ ہے کہ یہ اُسوقت مین معنی صحیح ہوتے کہ علی بن ابیطالب پیغمبر ہوتے، والا نبیہم النبوة صحیح ہوتا نہ لہم النبوة
پس مراد اِس جواب کی ظاہر وہی ہے کہ نبوت حقیقی اُنکے لیے ہو نہ تمہارے لیے فقط و لیکن اجداد مشہور بین آنحضرت
قصی جو ہین اُنکا نام قصی کی تصغیر ہے جسکے معنی دور کے ہین اور یہ نام اِسلیے ہوا کہ وہ بلاد قضاعہ مین اپنے گھر سے
دور پڑ گئے تھے جبکہ اُنکی مان فاطمہ نے حمل سے باردار ہوئین اور اُنہین مجمع بھی کہتے ہین اسلیے کہ اُنھون نے قبائل
عرب کو جو وقت استیلا اور غلبہ خزاعہ کے مکہ معظمہ سے جدا اور متفرق ہو گئے تھے پھر جمع کیا جب کہ قصی بڑے ہو گئے
اور مکہ کو خزاعہ کے ہاتھ سے نکالا تو پھر عرب کے قبائل کو اُنہین جمع اور آباد کیا اور کہتے ہین کہ قصی نے ایک گھر بنایا تھا
اور دار الندوة اُنکا نام رکھا تھا کہ جب قریش کو کوئی مہم درپیش ہوتی تھی تو اُس گھر مین جمع ہوتے تھے اور مشورہ کرتے
اور ندوة لغت مین بات کرنے کے ہے اور ندی اور نادیہ مجلس کے معنون پر اِسی سے آیا ہے اور اصل نام قصی کا زید ہے
جیسا کہ عمدة الطالب مین وارد ہے فقط و لیکن کلاب پس یا وہ مصدر ہے مکالبت کے معنی پر جو ہم معنی منازعت اور
مخاصمت ہے عرب کہتے ہین کالبت العدو مکالبة نازعته وخاصمته یا کلب کی جمع ہے کہ اُسے نام رکھا جیسا کہ اور
فرزندون کے نام برے نام رکھتے ہین مثل اسد کے مشہور ہے کہ ایک اعرابی سے پوچھا کہ تم اپنے فرزندون کے برے نام مثل
کلب و ذیب کیون رکھتے ہو اور غلامون کے اپنے اچھے نام مثل مرزوق و رباح کیون رکھتے ہو کہا کہ فرزندون کے نام
بدخواہ دشمنون کے لیے رکھتے ہین اور غلامون کے نام اپنے پکارنے کو رکھتے ہین بالجملہ یہ واضح رہے کہ وجہ تسمیہ
عبد مناف مین بھی کہا گیا اور کہتا ہون کہ برے نام جو حضرت کے اجداد کے مشہور ہین اُنمین محتمل یہ ہے کہ یا وہ ازراہ تعمیہ
اور حماشاة کے اُنکی قوم کے ساتھ ہین اور یا یہ احتمال ہے کہ آنحضرت کے والدین نے اصل نام اچھے رکھے ہون لیکن وہ دوسرے
جو نام بد رکھے وہ مشتہر ہو گئے ہون جیسا کہ یہ اکثر جگہ ہوتا ہے کہ اصلی نام والدین کے رکھے نہین مشہور ہوتے بلکہ ایسے
کوئی نہین جانتا اور غیر والدین کے رکھے نام جسے اکثر صغر سنی مین پکارتے ہین مشہور ہو جاتے ہین جیسا کہ اُنکے لیے بھی
بعضون نے کہا ہے کہ اصل نام کلاب کا عمرو تھا اور کے ساتھ اور بعضون نے کہا ہے کہ حکیم نام تھا اور صاحب عمدة الطالب نے
کہا ہے کہ کلاب اُنکا نام نہین ہوا مگر اِسلیے کہ وہ شکار کو بہت دوست رکھتے تھے اور کتے اُنھون نے بہت جمع کیے تھے
کہ اُنسے شکار کرتے تھے اور جب اُنکے کتے قریش پر سے گذرتے تھے تو وہ کہتے تھے هذا کلاب ابن مرة اور قصد کرتے تھے
حکیم کو پس یہ نام اُنپر غالب ہو گیا اور مصدق ہوا اُسکے جو کہا گیا کہ ایسے نام اجداد حضرت کے اُنکی والدین کے رکھے
نہین ہین فقط اور لیکن مغیرہ بن کعب پس اُنکے حال مین شاہ عبد الحق دہلوی نے لکھا ہے کہ وہ پہلے شخص ہین جو روز
جمعہ قریش کو جمع کرکے خطبہ پڑھتے تھے اور بعثت پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ کو یاد دلاتے تھے اور تعیین آنحضرت کا کرتے
کہ وہ میری اولاد سے ہونگے اور سب کو حکم کرتے تھے اُنکی اطاعت کے لیے اور حضرت کے ساتھ ایمان لانے کو اور
اِس مضمون کے اشعار کہا کرتے تھے ازانجملہ ایک یہ شعر اُنکا ہے یا لیتنی شاهد فحواء دعوته اذا قریش تبغی الحق خذلانا

یعنی کاشکے مین اُس وقت موجود ہوتا جس وقت کہ وہ حضرت بحکم خدا دعوت فرمائینگے اور قریش اُنکی دعوت سے بسبب
گمراہی کے کر جائینگے فقط اور لیکن لوی بن غالب پس یہ نام تصغیر لاے کے ہی اور لاے کے معنی شدت کے ہین [illegible]
فقط اور لیکن فہر پس ایک جماعت نے مورخین سے لکھا ہو کہ اُنکا لقب قریش تھا اور قریش کو اُنہین کی طرف منسوب
کرتے ہین اور جو کہ فہر کا بیٹا نہوا سے قریشی نہین کہتے بلکہ کنانی کہتے اور اکثر اہل تاریخ میں سے [illegible] کہ قریش
نضر بن کنانہ کا لقب ہی اور اُنکی اولاد کو قریشی کہتے ہین اور قریش کے ساتھ نام رکھنے کی وجہین متعدد ذکر کرتے ہین لیکن جو
مشہور وہ یہ ہو کہ قریش ایک دابہ یعنی جانور کا نام ہو کہ وہ زمین پر چلتا ہو اور بڑا جانور ہو مچھلیان بہت کھاتا ہو اور اُسکے
سوا دواب مین کوئی مچھلی نہین کھاتا اور وہ سب دواب پر غالب ہو کسی سے مغلوب نہین ہو اور بعضے کہتے ہین کہ اُنکا نام
قریش مشتق قرش سے ہو جسکے معنی اجتماع کے ہین عربون کو قریش اسلیے کہا کہ وہ سب حرم مین جمع رہتے تھے یا قرش سے
مشتق ہو جو کتساب کے معنون پر ہو کیونکہ اُنکی صناعت سوداگری تھی یا تقریش سے مشتق ہو جو تفحص و تلاش کے معنی پر ہو
اور اسکا سبب یہ ہو کہ وہ لوگ حج کے وقت فقرا کے حال کی تفتیش کرتے تھے اور اُنہین کچھ دیتے تھے فقط اور لیکن مدرکہ
پس اُنکا نام عامر ہو یا عمرو ہو گا مضمون نے لکھا ہو کہ ایک روز وہ ایک خرگوش کے پیچھے دوڑے اور اُسے پکڑ لیا
اسلیے اُنکے والد نے اُنکا نام مدرکہ رکھا اور بعضے کہتے ہین کہ جو عزت و شرف کہ اُنکے آبا و اجداد کو حاصل تھی وہ اُن سبکے
جامع تھی اسلیے اُنہین مدرکہ کہتے تھے اور تاے قریشت مبالغہ کے لیے ہی اور صاحب کتاب روضۃ الاحباب کا یہی مختار ہو
فقط اور لیکن الیاس پس یہ اول وہ شخص ہین جنھون نے اونٹون کو قربانی کے لیے بیت الحرام مین بھجوایا اور یہ حج مین اپنی
پشت سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کی لبیک فرمانے کی آواز سنا کرتے تھے فقط اور لیکن مضر پس [illegible]
اونھون نے خدا کی بنا ڈالی اور سب سے زیادہ خوش آواز تھے [illegible] اور دین ابراہیم پر موافق ملت [illegible]
جیسا کہ مدارج النبوت مین ہو لیکن یہ تعجب ہو کہ صنعت کتاب نے یہ نام کتاب کا رکھا اور درجات نبی کو نہ پہچانا
اسلام کی تخصیص ایک شخص کے ساتھ آباے نبی سے کی اور حقیقت یہ ہو کہ سب حضرت کے بزرگ مومن و موحد تھے
جیسا کہ اوپر مذکور ہوا جناب امیر المومنین علی بن ابیطالب سے منقول ہو کہ فرمایا قسم ہو خدا کی عبادت نہین کی میرے
باپ نے اور نہ میرے دادا عبد المطلب نے اور نہ میرے دادا ہاشم نے اور نہ عبد مناف نے کبھی بت کی بلکہ سب نماز
کرتے تھے اور حضرت ابراہیم کے دین پر تھے اور لیکن نزار پس یہ نام ماخوذ ہو نزر سے جو کم کے معنی پر ہو اور اسکا سبب یہ ہو
کہ جب یہ بزرگوار پیدا ہوے اور اُنکے والد نے نور محمدی کی طرف دیکھا کہ اُنکی دونون آنکھون کے بیچ مین تھا تو خوش ہوے
اور مساکین کو کھانا دیا اور کہا کہ یہ سب حق مین اس فرزند کے کم ہو اور کیفیت اُنکی بہت ہو دسوین جلد مین کتاب بحار الانوار کی
مروی ہو کہ جب حجاج بن یوسف لعین نے سنا کہ امام زین العابدین اپنے جد بزرگوار امیر المومنین سے حدیث مشتمل اوپر
بشارت خروج مختار بن ابو عبیدہ ثقفی کی اور اُسکے قتل کرنے کو تراسی ہزار تین سو منافقین بنی امیہ اور اُنکے انصار کو

نقل کرتے ہین تو وہ لعین غصہ مین آیا اور مختار کے مارنے کے درپے ہوا اور بہت سے منافقین کو ایک کے بعد دوسرے
مامور کیا کہ مختار کو قتل کرین اور وہ سب اُسکے مارنے سے عاجز ہوتے تھے تو اُسوقت مختار نے کہا کہ تو میرے مارنے پر
قدرت نہین رکھتا ہی ای حجاج والے ہو تجھپر تجھے یاد نہین ہی کہ نزار بن معد بن عدنان نے شاپور ذی الاکتاف سے کیا کہا تھا
جب کہ اُسنے عرب کے قتل پر کمر ہمت اپنی چست باندھی تھی اور چاہتا تھا کہ کوئی عرب کی قوم سے باقی نہ رہے چونکہ نزار
بہت پیر و لاغر ہوگئے تھے دربار مین نہ جاسکتے تھے اِسلیے اُنھون نے اپنے بیٹون سے کہا کہ مجھے ایک زنبیل مین رکھکے شاپور کی
راہ مین ڈال دو جب شاپور نے دیکھا تو پوچھا کہ کون ہی نزار نے کہا کہ مین ایک مرد عرب کی قوم سے ہون چاہتا ہون
تجھ سے پوچھون کہ تو عرب کو کیون مارتا ہی حالانکہ کوئی تیرا گناہ اُنھون نے نہین کیا ہی تو نے گناہ گارون کو اِسلیے مارا
کہ تیری عملداری مین اُنھون نے فساد کیا تھا عرب کہ اِس کام سے بری ہین اُنکے مارنے کی کیا وجہ ہی اُسنے کہا کہ مین نے
کتابون مین لکھا ہی کہ عرب سے ایک مرد پیدا ہوگا کہ اُسے محمد کہتے ہونگے اور وہ ادعاے نبوت کرے گا اور دولت
بادشاہان عجم کو برباد کرے گا اِسلیے مین عرب کی قوم کو مارتا ہون کہ تا اُسکے پیدا ہونے کی نوبت نہ آے اُسوقت
نزار نے کہا کہ جو کچھ تو نے کتابون مین پایا ہی دو حال سے خالی نہین ہی یا یہ کہ وہ کتابین جھوٹون کی ہین پھر اگر جھوٹ
بات ہی تو بے گناہون کے مارنے پر کیون جسارت و جرات کرتا ہی یا وہ سچون کی کتابین ہین اور اگر ایسا ہی تو بہت جلد
حق تعالی قادر ہی اِس شخص کی اصل کی حفاظت کرے گا اور وہ اُس اصل سے پیدا ہوگا اور تو اُسکے ابطال پر قوت رکھے گا
اور یقینی قضاے الہی نافذ ہوگی اور حکم اُسکا جاری ہوگا اگرچہ تمام عرب سے ایک بھی باقی رہ جاے پس شاپور نے کہا
کہ تو سچ کہتا ہی نزار یہ مقالہ شاپور ہی یعنی یہ مرد لاغر ہی اور ایسا ایسا کہتا ہی بعد اُسکے قتل عرب سے باز آیا اور یہ حدیث بھی
کمال عقل و فراست و دین و دیانت نزار پر دلالت کرتی ہی اور لیکن معد بن عدنان پس اُنکے باپ کے دو بیٹے تھے
ایک کا عد نام تھا اور دوسرے کا معد نام تھا حضرت کے اجداد مین معد ہین عد نہین ہین یہان تک حال جو حضرت کے
اجداد و شہون کا معلوم تھا وہ لکھا گیا اور اِسے جاننا چاہیے کہ اِسی طرح سب اجداد طاہرین آنحضرت کے نجاست کفر و
شرک سے منزہ اور نور ایمان و اسلام سے منور تھے گو حضرات اہلسنت اِس سے مخالفت کرین لیکن اِس مخالفت کو
کبھی صحیح نہ جاننا چاہیے بلکہ اُنکی اصل وجہ یہ ہی کہ جب شیعون نے امامت کی شرائط کو مثل شرائط نبوت کے جانا
اور یہ فضائل بجز ائمہ اثنا عشر کے جو ہم نسب و حقیقی قائم مقام نبی ہین دوسرون مین جو اُنکے غیر ہین پاے نہ جاسکتے تھے
اِسلیے اُس طرف سے اِن امور سے انکار ہوا بلکہ اسی لیے اثبات کفر مین آنحضرت کے آبا و اجداد کے بہت کچھ تلاش و سعی
کی گئی ولیکن الحق یعلو و لا یعلی کسی طرح چھپ نہین سکتا اور جابجا خود اُنکے علما کی کتابون مین حق تعالی نے اپنے
نبی کے اکرام و اعزاز کے لیے ایسا کچھ کہا اور لکھوا دیا کہ جس سے وہ تمام کوششین باطل ہو جاتی ہین اور اُسی سے
اہل حق استدلال کرتے گئے چنانچہ خود فاضل عبد الحق دہلوی نے مدارج النبوت مین بیہقی سے روایت کی ہی کہ فرمایا

پیغمبر خدا انکے گھر مین پیدا نہین ہوا مگر نکاح اسلام سے فقط اب کہان کسی بات کی گنجایش ہے سوا اسکے کہ سب اجداد
و جدات کو آنحضرت کے مسلمان اور منزہ شرک و کفر سے جانین اور یہی کا اعتقاد کرین اور جناب امیرالمومنین علی بن ابیطالب سے
مروی ہے کہ فرمایا کہ ہمیشہ خدا ہمکو پشت ہاے پاکیزہ سے ارحام طاہرہ مصفا و مہذب کی طرف نقل فرماتا رہا اور جب
دو شاخین نکلتی تھین مگر یہ کہ جو شاخ بہتر ہوتی تھی ہم اسمین ہوتے تھے فقط اب اسکے بعد کسی مورخ کے قول یا شعر کی
یا اخبار موضوعہ پر کان رکھنا نہین چاہیے اَهْلُ الْبَيْتِ أَبْصَرُ بِمَا فِي الْبَيْتِ وَإِنَّ مَلْجَأَهُ النَّبِيِّ وَآلِهِ الْمَعْصُومِينَ حَقٌّ
لَا رَيْبَ فِيهِ وَتَمَّ الْأَمْرُ الْأَوَّلُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ظَاهِرًا وَبَاطِنًا لیکن امر ثانی کہ تشخیص شخص آنحضرت کی بذریعہ شمائل شریف ہے پس پہلے اسکے
احوال ولادت باسعادت کو آنحضرت کے جو مبداء ظہور شمائل ہے جاننا چاہیے اور بعد اسکے ذکر شمائل لکھونگا انشاءاللہ تعالیٰ
تاکہ ترتیب ذکر کے موافق ترتیب طبیعی کی ہو پس جان تو کہ ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ جناب آمنہ والدہ شریفہ
آنحضرت کی شب جمعہ ہیجدہم ماہ جمادی الآخر کو حاملہ ہوئین اور آنحضرت کا نور پشت جناب عبداللہ ذبیح سے کہ
والد بزرگوار آنحضرت کے تھے شکم طاہر جناب آمنہ کی طرف منتقل ہوا اور بعض روایات مین آیا ہے کہ حاملہ ہوئین
مادر شریفہ آنحضرت کی ایام تشریق مین قریب جمرہ وسطی کے عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر مین پس اسوقت مین
ابتداء جسم انور کے بننے کی ظاہر ہوئی اور ولادت باسعادت آنحضرت کی سترھوین کو ماہ ربیع الاول کے واقع ہوئی
اور یہ امر باجماع علماے امامیہ ثابت ہے فقط محمد بن یعقوب کلینی علیہ الرحمہ نے اسمین خلاف کیا ہے اور اکثر اہلسنت
بارھوین شہر مذکور کو حضرت کی ولادت نقل کرتے ہین اور بعض آٹھوین یا دسوین کو اسی مہینے کی کہتے ہین اور ماہ مبارک
رمضان مین بھی ولادت کی نقل کرتے ہین مگر وہ نادر ہے لیکن محمد بن یعقوب کلینی پس وہ کہتے ہین کہ ولادت آنحضرت کی اسوقت
واقع ہوئی کہ ماہ ربیع الاول سے بارہ راتین گذر چکین تھین اس سال مین کہ کفار ہاتھی خانہ کعبہ کے خراب کرنے کو
لاے تھے اور معذب ہو چکے تھے سنگریزون کے عذاب سے روز جمعہ کا تھا اور وقت زوال تھا کہ آفتاب جمال باکمال
دنیا مین تابندہ ہوا اور دوسری روایت سے قریب طلوع فجر کے ہے چالیس برس پہلے بعثت سے اور ولادت
باسعادت مکہ معظمہ مین شعب ابیطالب مین واقع ہوئی اور مصنف کتاب عدد قویہ سے جناب سید سند نے نقل فرمایا ہے
کہ لکھا انہون نے کہ ولادت آنحضرت کی قریب طلوع صبح روز جمعہ ہفدہم ماہ ربیع الاول کو واقع ہوئی اور متفق علیہ امامیہ مین یہی ہے
اور جناب آخوند صاحب نے خلاف کلینی علیہ الرحمہ کو تقیہ پر حمل کیا ہے بسبب موافق ہونے انکی روایت کے واسطے
عامہ کے قول کے اور جناب سید سند نے فرمایا ہے کہ یہ مستبعد ہے کیونکہ کلینی زمان تقیہ مین نہ تھے اور اپنی کتاب مین بہتون نے
جملہ خاص مین جب تقیہ نہین کیا تو خاص اس حکم مین تقیہ کے کیا معنی ہان یہ محتمل ہے کہ بعض روایات تقیہ پر بسبب اسکے
کہ انکے راویون پر وثوق تھا انہین اعتماد کیا ہو اور ان روایات کو تقیہ پر حمل کرنے کو متنبہ نہوے اور اسکے مفاد کے موافق
حکم دے دیا معہذا اہل سنت اکثر حضرت کی ولادت کو روز دوشنبہ مین کہتے مین بعض نے جمعہ کو کہا ہے اور روایت

کلینی میں خاص یوم جمعہ ہی اور یہ مخالف اُنکے کثر کے ہی مگر یہ کہہ سکتے ہین کہ اُسوقت سے بعض کے اُنکی روایت جسمین روز جمعہ ہی شاید مشہور ہو گئی فقط اور کہتے ہین کہ سات برس نوشیروان کی بادشاہی مین باقی تھے جب ولادت حضرت کی واقع ہوئی اور بعضے کہتے ہین کہ نوشیروان کا بیٹا ہرمز بادشاہ تھا جب سرور کائنات پیدا ہوے اور طبری نے کہا ہی کہ نوشیروان کی بادشاہی کو بیالیس برس گذرے تھے اور موید اسکی ہے وہ روایت مشہور کہ حضرت نے فرمایا کہ مین بادشاہ عادل کے زمانے مین پیدا ہوا ہون اور مورخین نے بحساب ماہ غیر عربی لکھا ہی کہ شباط رومی کی بیسوین تھی اور بعضے کہتے ہین کہ غرہ یا بائیسوین یا اٹھائیسوین تاریخ نیسان رومی کی اور سترھوین ماہ دی کی بحساب ماہ فارسیان تھی اور ساعت سعید بحساب منجمین ولادت باسعادت کی یہ تھی کہ غفر منازل قمر سے طالع تھا اور وہ بفتح غین معجمہ و بسکون فا تین تارے چھوٹے چھوٹے ہین منازل قمر سے اور مواہب اللدنیہ مین کہا ہی کہ سب پیغمبرون کا مولد یہی منزل قمر ہی کہ طلوع مین پیغمبر پیدا ہوتے رہے ہین اور ابو معشر نے کہ بڑا منجم اور ریاضی دان ہی زائچہ ولادت باسعادت کا اسطرح لکھا ہی کہ طالع ولادت آنحضرت کا بیسوان درجہ جدی کا تھا اور مشتری اور زحل عقرب مین تھے اور مریخ اپنے گھر مین کہ حمل ہی تھا اور آفتاب شرف مین تھا برج حمل مین اور زہرہ حوت مین تھا اپنے شرف مین اور عطارد بھی حوت مین تھا اور قمر اول میزان مین تھا اور راس جوزا مین تھا اور ذنب قوس مین تھا اور ولادت باسعادت حضرت کی اپنے گھر مین واقع ہوئی اور اُس گھر کو حضرت نے عقیل ابن ابیطالب کو عطا فرمایا تھا اور جناب سید سند نے لکھا ہی کہ بعض منجمین نے جو ماہر اس فن کے ہین ساعت سعید ولادت کو حضرت کی بحساب اپنے علم کے بہت نیک اور مبارک جانا ہی بعض ثقات نے احباب راقم رسالہ سے بیان کیا کہ اُنکے باپ نے کہ وہ بھی اس فن مین تھے اور مداخلت کچھ قواعد نجوم سے رکھتے تھے ایکبار سنہ ۱۲۰۴ ھ ماہ ربیع الاول کو ایک زائچہ لکھا اور اُسے لیکر ایک عالم ہنود کے پاس شہر دوم مین کہ اُسوقت وہ اس علم مین کامل مشہور تھا گئے اور کہا کہ شب کو ایک لڑکا پیدا ہوا ہی کہ زائچہ ولادت اُسکا یہ ہی مین چاہتا ہون کہ اسکے احکام تم لکھو اُس نے دیکھا اور بہت تامل و غور کے بعد کہا کہ یہ اجتماع کواکب کبھی نہین ہوا اور جب سے دنیا شروع ہوئی اور جب تک تمام ہو گی نہ ایسا اجتماع ہوا نہ ہو گا مگر ایکبار یہ کہکر پھر حساب کیا اور وہ مدت بتائی کہ اُسوقت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ کی ولادت باسعادت کو اُتنا ہی زمانہ ہوا تھا اور کہا کہ یہ ایک لڑکا اس ساعت مین پیدا ہوا ہی انھون نے کہا کہ اگر پیدا ہو تو کیا ہو کہا کہ اس ساعت کا مولود زندہ نہ رہیگا اور اگر رہیگا تو جمیع مخلوقات خدا کا مالک ہو گا اور برگزیدہ خلق اور مقرب بارگاہ خدا ہو گا اور ہر بدی سے منزہ ہو گا چونکہ یہ بھی ایک اقرار فضیلت ہی کہ زبان غیر سے ہوا اسلیے اسکا نقل کرنا مناسب جانا بالجملہ وہی کہ جس شب کو نور حضرت رسالت پناہ نے جناب آمنہ کے شکم مبارک کی طرف انتقال فرمایا جسقدر بت روے زمین پر تھے وہ الٹ گئے اور کسی بادشاہ کا تخت باقی نہین رہا کہ سرنگون نہو جاے اور کوئی گھر اُس شب کو باقی نہین رہا کہ اُسمین

روشنی نہ معلوم ہوئی ہوا اور اسی طرح ہر سرا کا حال اور کوئی حیوان زمین پر چلنے والا نہ تھا مگر یہ کہ گویا ہوا اور وحوش مشرق نے
وحشیان مغرب کو بشارت دی ایک روایت مین وارد ہوا ہی کہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جب مین حمل رسول خدا سے
حاملہ ہوئی تو کچھ علامت حمل کی اپنے مین نہ پاتی تھی جیسا کہ عورات کو عارض ہوتی ہین اور وہ سبب انکے متاذی ہونے کا
اور بے رونقی کا ہوتی ہین اور خواب مین دیکھا مین نے کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور کہا اُسنے کہ تو حامل ہوئی اس
شخص کے ساتھ جو سب آدمیون سے بہتر ہی اور جب پیدا ہونیکا وقت آیا تو اِس آسانی سے پیدا ہوئے کہ مجھے
کسی طرح کی اذیت نہین ہوئی اور پہلے اپنے دونون ہاتھ زمین پر رکھے بعد اُسکے تشریف فرما ہوئے اُسکے بعد ایک
ہاتف نے آواز دی کہ بہترین بشر تجھسے پیدا ہوا ہی اُسے خداوند یگانہ صمد کی حفظ و پناہ مین دے شر سے ظالم اور
حاسد کی کعب الاخبار سے مروی ہی کہ کہا اُسنے کہ مین نے بہتر کتاب آسمانی پڑھی ہی اور صحف دانیال کو پڑھا لیکن
سب مین پیغمبر خدا کی ولادت کا ذکر اور اُنکی عترت کی ولادت کا ہی اور نام آنحضرت کا معروف ہی سب کتابون مین
اور کسی پیغمبر کے پیدا ہونے کے وقت فرشتے آسمان سے نہین اُترے سواے عیسیٰ و احمدؐ کے اور بہشت کے پردون کو
کسی عورت کے لیے نہین گرایا مگر مریم اور آمنہ کے لیے اور فرشتے کسی عورت کے وقت حاملہ ہونے کے موکل نہین ہوے
مگر مادر مسیح اور مادر احمدؐ کے لیے اور علامت حمل کی عالم بالا پر آنحضرت کی یہ تھی کہ جس شب کو آمنہ آنحضرت کے حمل سے
حاملہ ہوئین تو منادی نے ساتون آسمانون مین ندا دی کہ تمھین بشارت ہو کہ در شاہوار نطفہ خاتم انبیا نے صدف
عصمت و جلالت مین قرار پکڑا اور سب زمینون مین اور دریاؤن مین اِس خوشخبری کی ندا پہونچائی گئی اور سب بہشتون کو
شب ولادت مین آنحضرت کے زینت دی گئی اور یاقوت سرخ اور مروارید بے بہا کے قصر بنائے گئے اور مین نے سنا ہی
کہ اُس روز کوئی پہاڑ دنیا مین نہین رہگیا مگر یہ کہ اُسنے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ آواز بلند کی انتہی کلامہ
جناب آخوند صاحب رہ نے حق الیقین مین فرمایا ہی کہ خاصہ و عامہ نے بہت سے طریقون سے روایت کی ہی کہ شب میلاد
کثیر الاسعاد مین آنحضرت کے شیاطین کو آسمان پر جانے کی ممانعت ہوئی اور اِسی سے شہب آسمان پر ظاہر ہوئے اور
اِس کثرت سے تھے کہ دیکھنے والون کو خوف ہوا کہ کہین قیامت برپا نہو جاے اور کاہنون کا علم برطرف ہوا
اور جادوگرون کا سحر ضعیف ہو گیا اور جو بت کہ زمین پر تھا منہ کے بھل زمین پر گر پڑا اور طاق کسریٰ کہ جسے بادشاہ
عجم نے بہت مضبوطی سے بنایا تھا اور اب تک باقی ہی کانپ گیا اور چودہ کنگرے اُسکے گر پڑے اور بیچ مین سے
ٹوٹ کر زمین تک دو حصہ ہو گیا اور اب تک سوا اُس شکستگی کے کہین اور سے وہ نہین ٹوٹا اور جو قصر کہ دجلہ پر بنایا تھا
وہ خراب ہو گیا اور پانی اُسمین جاری ہو گیا اور وہ دریاچہ ساوہ کہ جسے پوجتے تھے وہ اُسی رات کو خشک ہو گیا
اور اب بجاے اُسکے نمک زار ہی کہ کاشان سے وہ قریب ہی اور وہ فارس کا آتشکدہ کہ جسکی ہزار برس پرستش ہوتی تھی
اور آگ اُسکی کبھی نہ بجھی تھی اُسی رات کو بجھ گیا اور سماوہ کا رود خانہ کہ سالہاے سال سے خشک تھا اُسمین پانی جاری ہو گیا

اور اُس رات کو ایک نور حجاز کی طرف سے ساطع ہوا اور اُسنے تمام عالم مین ظہور و انتشار پایا اور ہر بادشاہ کا تخت
سرنگون ہوا اور سب بادشاہ اُس دن گنگ تھے کسی کی زبان سے بولا نجاتا تھا اور فرشتگان مقرب ورادواح پیغمبران
وقت ولادت حضرت کے دولت سرا مین حاضر ہوئین اور رضوان خازن بہشت حورون کے ساتھ اُترے کہ سب کے
ہاتھون مین آفتابے اور طشت بہشت کے سونے اور چاندی کے تھے اور خضاب آب منہ کے لیے شربتہاے بہشتی انحضرت
کو انہین پلایا اور حضرت کو ولادت کے بعد بہشت کے پانی سے نہلایا اور بہشت کے عطر و خوشبوئیون سے معطر کیا
اور مہر نبوت کو پشت مبارک پر حضرت کی چسپان کیا کہ اُسکا نقش ہوگیا اور پارچہ حریر سفید مین جو بہشت سے لائے
حضرت کو پیچیدہ کیا اور اُنہین سب روحانیون کو دکھایا اور انہین آگاہ کیا اور سب ملائکہ آسمانون کے حضرت کی
خدمت مین حاضر ہوئے اور سلام حضرت پر کیا اور حضرت کی ساعت ولادت مین چارون رکن کعبہ معظمہ کے
جدا ہوے اور حجرہ مقدسہ کی طرف چارون نے سجدہ کیا اور اور غرائب و معجزات جو اُسوقت مین اور اُسکے بعد
ایام نشو و نما مین حضرت سے ظاہر ہوے وہ اِس سے زیادہ ہین کہ کوئی شمار کر سکے تھوڑا اُسمین سے حیات القلوب مین
مذکور ہوا انتہی کلامہ اعلی اللہ مقامہ اور ملا معین نے معارج النبوت مین جو تاریخ لکھی ہی اُسمین صفیہ بنت عبدالمطلب سے
نقل کیا ہی کہ وہ کہتی ہین کہ شب ولادت مین حضرت کی مین قابلہ کی جگہ کام کرتی تھی حضرت کی ولادت کے وقت
ایک روشنی نور کی ایسی ظاہر ہوئی کہ چراغ کے نور پر بھی غالب ہوگئی اور اُس رات مین مین نے چھ علامتین مشاہدہ کین
ایک جب یہ زمین پر تشریف لائے تو سجدہ کیا دوسری یہ کہ سر مبارک اُٹھایا اور بزبان فصیح اور عبارت صریح فرمایا کہ
لا الٰہ الا اللہ انی رسول اللہ تیسری یہ کہ گھر کو اُنکے نور سے روشن دیکھا چوتھی جب مین نے موافق عادت کے چاہا
کہ غسل دون تو ایک ہاتف نے آواز دی کہ اے صفیہ اپنے تئین مشقت مین نہ ڈال کہ مین نے اُسے غسل دیکر بھیجا ہی
پانچوین یہ کہ ختنہ کیے ہوے پیدا ہوے تھے اور ناف کٹی ہوئی تھی چھٹی یہ کہ جب مین نے چاہا کہ اُنہین کپڑے مین
موافق عادت کے لپیٹون تو پشت پر اُنکی خاتم نبوت کو دونون شانون کے بیچ مین دیکھا کہ اُسمین لکھا ہوا تھا
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتاب روضۃ الواعظین مین روایت کی ہی کہ شیطان نے وقت ولادت
باسعادت آنحضرت کے اپنی اولاد کو پکارا کہ وہ سب اُس پاس جمع ہوے اور کہا کہ اے ہمارے سردار کیا سبب ہی کہ
تو نے اپنے مقام سے حرکت کی اُسنے کہا کہ واے ہو تمپر اول شب سے اِسوقت تک مین آسمان کا حال متغیر پاتا ہون
ضرور کوئی حادثہ بزرگ واقع ہوا ہی کہ جب سے عیسی ابن مریم آسمان پر گئے ایسا واقعہ نہین ہوا پس چاہیے کہ تم سب جاؤ
اور دنیا مین پھرو اور تفحص کرو کہ کون سی نئی بات حادث ہوئی ہی جس سے یہ تغیر مین دیکھتا ہون پس یہ سنکر جملہ شیاطین
متفرق ہوے اور دنیا مین خوب پھر کر آئے اور کہا کہ ہمنے کچھ نہین پایا اُسوقت اُس ملعون نے کہا کہ اِسکی خبر لانا میرا کام ہی
یہ کہکر دنیا مین داخل ہوا اور بہت جلد حرم مکہ معظمہ تک پہونچا دیکھا اُسنے کہ فرشتے اطراف حرم کو گھیرے ہوے مین چاہا

روایت صفیہ بنت عبدالمطلب

حکایت شیطان ملعون ابلیس

کہ حرم کے اندر داخل ہوئے کہ فرشتون نے آواز دی پھر بعد اسکے ڈرایا کہ ابر چھپتا ہو گیا او چھپتا ہو کیونکہ خدا کی طرف سے
داخل ہوا جبرئیل نے فرمایا پھر جا ای ملعون اُسنے کہا کہ ای جبرئیل ایک حرف تمسے پوچھتا ہون یہ بتاؤ کہ آجکی شب زمین پر کیا
واقع ہوا ہی جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کہ بہترین پیغمبران ہین آج پیدا ہوے ہین اُسنے پوچھا کیا میرا بھی
اُنمین ہی جبرئیل نے کہا کہ نہین کہا انکی امت مین میرا حصہ کچھ ہی کہا ہان شیطان نے کہا کہ اب مین راضی اور خوش ہوا ہون
واقعی یہ ہی کہ جسوقت آنحضرت نے رحلت اِس جہان سے فرمائی حصہ شیطان کا اِس اُمت سے ظاہر ہوا پہلا جلسہ
سقیفہ بنی ساعدہ مین جو ہوا وہی بنیاد فساد کی اِس اُمت مین اور ابتدا مخالفت خدا اور رسول کی تھی اور اب دیکھیے
کہ کسکے ہاتھ سے اِس امت کو نجات کب حق تعالیٰ عطا فرماتا ہی بسند معتبر جناب صادق علیہ السلام سے منقول ہی کہ
شیطان آگے سات آسمان تک جاتا تھا اور اخبار سماویہ کو سن پایا کرتا تھا جب حضرت عیسیٰ ابن مریم پیدا ہوے تو
تین آسمانون سے جانے کا ممنوع ہوا چار تک جاتا تھا جب جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ پیدا ہوے تو سب
آسمانون سے اُسے جانے کی ممانعت ہوئی اور شیاطین کو تیر شہاب سے دفع کرنا شروع ہو گیا بالجملہ بعد ولادت
موافق عادت اطفال دودھ سے غذا نوش فرمانے لگے موافق روایت جناب آخوند صاحب حیات القلوب مین
لکھا ہی جب عمر شریف چار مہینے کی ہوئی تو جناب آمنہ نے کہ حضرت کی والدہ شریفہ تھین انتقال فرمایا اور وہ سردار کائنات
بے مان اور باپ کے ہوے تین روز تک شدت مصیبت مین انتقال مادر معظمہ کے آپ نے کچھ تناول نہین فرمایا برابر روتے رہے
اور دادا حضرت کے عبد المطلب بیتابی کرتے تھے بعد اسکے اپنی صاحبزادیون کو کہ عاتکہ و صفیہ تھین بلایا اور کہا کہ
اِس میرے فرزند کو چپ کراؤ اور دودھ پلانے والیان انکے لیے ڈھونڈھو پس عاتکہ شہد حضرت کو کھلاتی تھین اور جتنی
عورتین بنی ہاشم کی کہ دودھ رکھتی تھین اور پلاتی تھین سب کو بلایا کہ شاید کسی کی چھاتی قبول کرین یہان تک کہ چار سو
ساٹھ عورتین زنان اکابر قریش سے عبد المطلب کے گھر مین جمع ہوئی اور کسی کی چھاتی نہ لی اور اضطراب فرماتے تھے
اُسوقت عبد المطلب بہت غمگین ہو کر گھر سے نکلے اور خانہ کعبہ مین گئے اور پناہ کعبہ مین بیٹھے کہ دفعتاً ایک آدمی بہت بوڑھا
قریش سے کہ اُسکا نام عقیل بن ابی وقاص تھا آیا اور آثار حزن و ملال کے عبد المطلب مین دیکھکر سبب پوچھا عبد المطلب نے
اپنے تردد و تشویش کی وجہ کو بیان کیا عقیل نے عبد اللہ بن حارث کی بیٹی کی کہ حلیمہ اُنکا نام تھا بہت تعریف کی
اور کہا کہ میرے گمان مین کوئی عورت عورات قریش سے عقل و فصاحت اور صباحت و شرافت مین اُسکے مثل نہین ہی
اور دودھ رکھتی ہی جب عبد المطلب اُسکے اوصاف پر مطلع ہوے تو اپنے غلام کو کہ شمردل اُسکا نام تھا شتر ناقہ پر
سوار کر کے قبیلہ بنی سعید بن بکر کی طرف کہ چھ فرسخ پر مکہ سے تھا بھیجا اور فرمایا کہ عبد اللہ بن حارث عدوی کو جلد میرے پاس
لاوے غلام گیا اور بہت تھوڑی دیر مین لیکر پھر آیا کہ اُسوقت بزرگان قریش عبد المطلب کی خدمت مین حاضر تھے جب
عبد المطلب نے اُنھین آتے دیکھا تو انکے استقبال کے واسطے اُٹھے اور اُنھین گلے لگایا اور اپنے پہلو مین بٹھایا اور کہا کہ

بیان حال رضاعت آنحضرت کا

ای عبد اللہ مین نے تمھین اسواسطے بلایا ہی کہ محمد پوتا میرا چار مہینے کا ہی اور ماں اُسکی مرگئی ہی اور اُسکی مفارقت مین روتا ہی
اور اضطراب کرتا ہی اور کسی کی چھاتی نہین لیتا مین نے سنا ہی کہ تمھاری بیٹی ہی کہ دودھ رکھتی ہی اگر مصلحت جانو تو
محمد کے دودھ پلانے کو اُسے بلواؤ اگر اُسکا دودھ قبول کرلے تو مین تمکو اور تمھارے کنبہ کو مالدار کر دونگا عبد اللہ
اس مژدہ کو سنکر بہت خوش ہوے اور اپنے قبیلہ کی طرف پھر کر گئے اور حلیمہ کو بشارت دی حلیمہ نے غسل کیا اور اپنے تئین
معطر کیا اور پوشاک فاخرہ پہنی اور اپنے باپ عبد اللہ کے ساتھ جناب عبد المطلب کی خدمت مین حاضر ہوئین جب عبد المطلب
حلیمہ کو لیکر عاتکہ کے گھر مین آے اور جناب رسالتمآب کو حلیمہ کی گود مین دیا حلیمہ نے اپنے پستان جب حضرت کے دہن مین
دینے کو نکالے حضرت نے اُسے قبول نہ فرمایا اور پستان راست کی طرف رغبت فرمائی چونکہ وہ چھاتی اُنکی خشک تھی کہ کبھی
کسی لڑکے نے اُس سے دودھ نہین پیا تھا اسلیے حلیمہ وہ چھاتی نہ دیتی تھین کہ اگر اُس چھاتی مین دودھ نہونے سے رغبت
نہ فرمائین تو مطلب حاصل نہوگا اسلیے بار بار پستان چپ کو دیتی تھین اور حضرت اضطرابات فرماتے تھے اور پستان جانب
راست کی طرف رغبت کرتے تھے یہانتک کہ حلیمہ نے کہا کہ ای فرزند لو یہی چھاتی لو چوسکر دیکھ لو آپ ہی جانوگے کہ خشک ہی
یہ کہکر پستان راست حضرت کے دہن شریف مین دی بمجرد اسکے کہ آپ نے اُسمین منھ لگایا برکت دہن سے ایسا دودھ اُس سے
جاری ہوا کہ کنارہ دہن سے بہتا تھا اُسوقت حلیمہ بھی متعجب ہوئین اور کہا کہ ای میرے فرزند بہت تعجب ہی تمھارے حال سے
مجھے مین خداوند آسمان کی قسم کھاتی ہون کہ بارہ لڑکون کو مین نے اِسی پستان چپ سے دودھ پلایا ہی کبھی ایک بوند کسی نے
اِس چھاتی سے نہین چکھی اب تیری برکت سے اُسمین سے دودھ ٹپک رہا ہی اُسوقت عبد المطلب بہت خوش ہوے اور
کہا کہ ای حلیمہ اگر تم میرے پاس رہو تو بہرا مکان دون اور بہت انعام واکرام کرون لیکن جب سمجھے کہ اُنھین یہان رہنے سے
کراہت ہی تو کہا ای حلیمہ دو شرطون کے ساتھ اپنے فرزند کو تمھارے سپرد کرتا ہون ایک یہ کہ اُسکی تعظیم و تکریم مین کوئی دقیقہ
فروگذاشت نہ کرنا اور اُسکی حفاظت و حراست سے غافل نہونا حلیمہ نے کہا کہ جسوقت سے اُنکے نور پر نظر پڑی ہی ایسی محبت
میرے دل مین پیدا ہوئی ہی کہ تمھاری سفارش کی حاجت نہین ہی عبد المطلب نے فرمایا کہ دوسری شرط یہ ہی کہ ہر جمعہ کو
اُنھین میرے پاس لاکر دکھا جانا کہ مجھے اُس سے جدائی کی طاقت نہین ہی حلیمہ نے قبول کیا بعد اسکے حلیمہ ہمیشہ نئی نئی
باتین آنحضرت کی دیکھتی تھین اور معجزات اُس جناب کے روز بروز اُنپر ظاہر ہوتے جاتے تھے ایک روز حلیمہ کو معلوم ہوا
کہ حضرت صحرا کی طرف تشریف لیجانا چاہتے ہین پس پوشاک فاخرہ پہنائی اور اپنے بیٹون کو وصیت کی کہ بہت حفاظت
اور رعایت کے ساتھ ہمراہ حضرت کے جاکر صحرا کی سیر دکھلاؤ جب سید انبیا نے قدم صحرا مین رکھا میدان اور پہاڑ
جمال باکمال سے حضرت کے روشن ہوے اور جس پتھر اور ڈھیلے پر سے گذرتے تھے وہ باواز بلند ندا کرتا تھا کہ
اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَحْمَدُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَامِدُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَحْمُوْدُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا صَاحِبُ الْقَوْلِ الث
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ خوشا حال اُسکا جو تیرے ساتھ ایمان لاوے اور عذاب خدا اُسپر نازل ہو جو تیرے ساتھ کفر

انکار کرے یا کسی ایک حرف کو بھی اس سے رد کرے جو تو اپنے پروردگار کی طرف سے لائیگا اور حضرت انکے سلام کا جواب
فرماتے تھے فقط۔ روایت یہ بڑی ہی اور بہت سے معجزات پر مشتمل ہی لیکن بقدر حاجت ورمقام کے اُسے نقل کیا گیا اور
اِسی روایت مین قصہ بعد ولادت شکم مبارک کے شق کرنے کا بھی مفصل مذکور ہی اور اسی طرح وہ قصہ حضرات اہلسنت کی بھی
کتابون مین مصرح ہی جناب سید سند نے لکھا ہی کہ اُنکی بعض روایات سے یہ مفہوم ہوتا ہی کہ یہ امر بہ نسبت جمیع انبیا کے
واقع ہوا ہی چنانچہ کتاب مواہب سے روایت کو نقل فرمایا ہی کہ لکھا ہی اُسنے کہ خبر تابوت مین وارد ہی کہ اُسمین ایک
طشت تھا کہ اُسمین پیغمبرون کے دل دھوئے جاتے تھے لیکن راقم رسالہ کو تعجب ہی کہ اِس روایت کی نقل و تصدیق کے بعد
پھر بھی عصمت انبیا مین آنحضرات کو انکار و تامل کا مقام باقی رہگیا اور ابن بابویہ نے کتاب امالی مین ابن عباس سے
کہ اُنھون نے اپنی والدہ سے اور اُنھون نے حضرت آمنہ سے حدیث بہت بڑی کہ جو مشتمل اوپر بیان ولادت باسعادت
آنحضرت کے ہی نقل کی ہی حاصل اُسکا یہ ہی کہ جناب آمنہ فرماتی ہین کہ جب وہ حضرت پیدا ہو چکے تو مین اُنھین اپنی گود مین
لیے بیٹھی تھی ناگاہ ایک جوان کشیدہ قامت بہت نورانی اور خوش لباس کو دیکھا مین نے گمان کرتی ہون مین
کہ عبد المطلب تھے پس وہ میرے پاس آئے اور آنحضرت کو مجھسے لے لیا اور اُنکے ساتھ ایک طشت سونے کا مرصع
زمرد کے ساتھ تھا اور ایک کنگھی سونے کی تھی بعد اُسکے شکم مبارک کو آنحضرت کے شق کیا اور دل حضرت کا باہر نکالا
اور اُس سے ایک سیاہ نقطہ کو نکال کر دور کیا بعد اُسکے ایک کیسہ ریشمی سبز رنگ نکالا کہ اُس سے سفید زیرے کی
بو آتی تھی اُسے دل مین بھرا اور پھر دل کو اُسی جگہ پر رکھا اور اپنا ہاتھ شکم مبارک پر پھیرا اور آنحضرت سے باتین کرنے لگا
پس آنحضرت نے باتین کین اور مین نہین سمجھی کہ اُس جوان نے کیا کہا مگر اسقدر سمجھی کہ کہا اُسنے کہ فِی اَمَانِ اللّٰہِ وَحِفْظِہٖ
وَکَلَائَتِہٖ فقط لیکن یہ قصہ ایسا ہی کہ جسمین اتفاق علما کا ہمارے نہین ہی بعضے اثبات و تصحیح کرتے ہین اور بعضے انکار کرتے ہین
چنانچہ جناب اخوند صاحب نے حیات القلوب مین کہا ہی کہ قصہ شکم مبارک کے شگافتہ کرنے کا ایسا ہی کہ بعض علمائے
ہمارے اُس سے انکار کیا ہی اور وہ اگرچہ صریحا احادیث معتبرہ شیعہ مین وارد نہین ہوا لیکن اُسکی نفی بھی نظر سے
نہین گذری اور بعضے اخبار جلد اول مین گذرے کہ حقیقت پر اُسکے دلالت کرتے ہین پس یقین کرنا اِسمین کہ یہ
واقع ہوا یا نہین ہوا چاہیے احتمال کے مرتبہ مین اُسے چھوڑنا بہتر ہی فقط اور لیکن شمائل یا فضائل آنحضرت کے
پس جاننا چاہیے کہ ابو علی محمد بن احمد بن علی الفتال نیشاپوری نے کتاب روضة الواعظین مین حضرت امیر المومنین
علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ ایک شخص خدمت مین آنحضرت کی مسجد کوفہ مین اُسوقت حاضر ہوا کہ تلوار پر تکیہ فرمائے
بیٹھے تھے پس عرض کیا کہ حلیہ اور وصف حضرت رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ کا بیان فرمائیے لیکن اِس طرح کہ گویا
صورت حضرت کی مین دیکھ لون حضرت نے فرمایا کہ اچھا رنگ مبارک حضرت کا سفید اور سرخی اُسپر غالب تھی
آنکھین سیاہ تھین اور بال سیدھے تھے سیاہی پتلے پتلے بالون کی سینہ کے بیچ مین سے ناف تک کھنچی ہوئی تھی

رخسار مبارک بہت ہموار و نرم تھے سینہ کے اور شکم مبارک کے بال جس طرح باریک شاخ درخت کی ہو ظاہر تھے
شکم مبارک میں اور سینہ میں حضرت کے اُن بالون کے سوا کچھ نہ تھا کف دست اور کف پا حضرت کے گوشت سے
بھرے ہوے تھے گڑھا ئیمین نہ تھا جب حضرت راہ چلنے تھے تو قدم کو زمین پر کھینچتے نہ تھے بلکہ پاؤن حضرت کے
زمین سے اسطرح جدا ہوتے تھے کہ گویا نیچے زمین پر چلتے ہین یا کسی پتھر سے پاؤن جدا ہوتا ہے اور جب دو جانبون میں سے
کسی ایک جانب کی طرف ملتفت ہوتے تھے تو سارا جسم شریف اُس طرف کو پھر جاتا تھا قامت شریف نہ چھوٹا تھا
نہ بڑا تھا متوسط تھا پسینے کی بوندین پیشانی مبارک پر موتی کی طرح ظاہر ہوتی تھین پسینے کی بو حضرت کی مشک اذفر سے
زیادہ خوشبو تھی مثل آنحضرت کا نہ پہلے دیکھا نہ بعد آنحضرت کے دیکھا یعنی جو پہلے حضرت کے پیدا ہوے تھے اور جو
بعد حضرت کے پیدا ہوے کسی کو مثل حضرت کے حسن و جمال مین نہ دیکھا اور حدیث معتبر مین حضرت امام حسنؑ اور
حضرت امام حسینؑ صلوات اللہ علیہما سے منقول ہو کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی بزرگی آنکھون مین اور مہابت و خوف
حضرت کا دلون مین دیکھنے والون کے معلوم ہوتا تھا اور روے مبارک سے حضرت کے مثل چودھوین رات کے
چاند کے نور چمکتا تھا قد شریف حضرت کا بہ نسبت قامت متوسط کے تھوڑا سا بلند تھا اور سر مبارک حضرت کا بزرگ تھا
اور بال حضرت کے نہ بہت گھونگروالے تھے اور نہ بہت سیدھے تھے اور کان کی لو سے اکثر اوقات مین زیادہ نیچے
نہوتے تھے و اگر زیادہ بڑھ جاتے تھے تو انکے بیچ مین سے شگافتہ فرما کر سر کے دونون طرف چھوڑ دیتے تھے اور رو مبارک
سفید و نورانی تھا کشادہ پیشانی تھے حضرت اور ابرو بہت باریک اور مقوس تھے یعنی مثل کمان تھے اور ملے ہوے
نہ تھے لیکن یہ وصف اختلافی ہے اِس روایت مین ملنے کی نفی ہے اور بعض روایت مین وارد ہے کہ ملی ہوئی تھی اور پیشانی
اقدس مین ایک رگ تھی کہ وہ غصہ کے وقت مین بھر کر ظاہر ہو جاتی اور ابھر آتی تھی اور بینی مبارک باریک اور
کشیدہ تھی اور بیچ مین سے تھوڑی سی ابھری ہوئی تھی اور اُس سے نور چمکتا تھا ریش مبارک حضرت کی بانبوہ یعنی
گھنی تھی اور کنارے اُسکے سیدھے تھے اُلٹے ہوے نہ تھے دہن مبارک بہت چھوٹا نہ تھا اور دندان مبارک سفید و
براق و نازک و کشادہ تھے باریک بال سینہ کے بیچ سے ناف تک اُگے تھے گردن حضرت کی صفائی اور نور
اور سیدھی ہونے مین ایسی تھی کہ جیسے اُن صورتون کی ہوتی ہے جنھین چاندی سے بنایا ہو اور صیقل کیا ہو اعضاے
بدن سب معتدل اور قوی اندام و خوشنما تھے سینہ اور شکم مبارک دونون برابر تھے آپسمین اور دونون استخوان کتف کے
بیچ مین گڑھا تھا اور ہڈیون کے سرے جو بندہاے بدن مین ظاہر ہوتے ہین وہ قوی اور موٹے تھے اور یہ علامت
از روے علم قیافہ شجاعت و قوت کی ہے اور عرب مین ممدوح ہے بدن حضرت کا سفید اور نورانی تھا اور سینہ کے بیچ مین سے
ناف تک باریک سیاہ خط تھا بالون کا مثل اُسکے کہ جب چاندی کو صیقل کرین اور اُسکے بیچ مین صفائی کی زیادتی سے
خط سیاہ دکھائی دے اور چھاتی پر اور اطراف سینہ پر اور شکم مبارک پر حضرت کے بال سے خالی تھا اور ہاتھون پر اور

وزاغ پر حضرت کے بال تھے اور اور بند دست حضرت کے دراز و بڑے تھے اور کف مبارک کشادہ تھا اور جناب
سید سند نے حدیقۂ سلطانیہ مین عبد اللہ بن سلیمان سے روایت کی ہی کہ کہا اُسنے کہ مین نے کتاب انجیل مین جو حضرت
عیسیٰ پر وارد ہوئی تھی پڑھا ہی کہ حق تعالیٰ نے اُنکے ساتھ وحی فرمائی کہ ای عیسیٰ ای فرزند پاک بتول کے ایل سو یا کہ
ہو چکا کہ مین ہون وہ خداوند دائم جسکے لیے زوال نہین ہی اور تصدیق کرو اُس پیغمبر کی میرے جو صاحب شتر اور صاحب
مدرعہ اور عمامہ اور عصا ہی اور کشادہ چشم اور پہن پیشانی ہی اور واضح الخدین اور کشیدہ بینی اور کشادہ دندان ہوگا اور
گردن اُنکی ابریق نقرہ کی ہوگی اور بائین گردن سے اُسکے نور ایسا ساطع ہوگا کہ گویا سونا اُسپر ملا ہوا ہی اور باریک بال
اُسکے سینہ سے ناف تک اُگے ہونگے اور سب پیٹ اور سینہ پر اُسکے بال نہونگے اور گندم گون ہوگا اور جب جماعت میں
نکلیگا تو سب پر زیادتی رکھتا ہوگا اور سب سے ظاہر ہوگا اور منھ پر اُسکے عرق مثل موتی کے جاری ہوگا اور مشک کی بو
ہمیشہ اُس سے آتی ہوگی اور اُسکا مثل کسی نے نہ اُسکے پہلے دیکھا ہوگا اور نہ پھر کوئی بعد اُسکے دیکھیگا بہت خوشبو ہوگا
اور بہت عورتون کے ساتھ نکاح کریگا اُسکی نسل بہت کم ہوگی اور نسل اُسکی اُسکی بیٹی سے کہ وہ بابرکت ہی ہوگی اُسکی
کہ اُسکا گھر ایسے بہشت مین ہوگا کہ جہان آزار و محنت نہین ہی اور وہ اُس بیٹی کو آخر زمان مین کفالت و پرورش دیگا
جیساکہ زکریا نے تیری مان کی کفالت کی اور اُس سے دو فرزند پیدا ہونگے کہ شہید ہونگے اور بات اُس پیغمبر کی قرآن ہوگا
اور دین اُسکا اسلام ہوگا پس طوبیٰ ہی اُسکے لیے جو اُسکے زمانۂ بعثت کو پاوے اور اُسکے زمانہ تک پہونچے اور اُسکے کلام کو سنے
حضرت عیسیٰ نے عرض کی کہ خداوندا طوبیٰ کیا ہی خدا نے وحی فرمائی کہ ایک درخت ہی بہشت مین کہ مین نے اُسے اپنے
دست قدرت سے بویا ہی کہ وہ سب بہشتون پر سایہ ڈالتا ہی اور جڑ اُسکی رضوان سے ہی اور پانی اُسکا چشمۂ تسنیم سے
اور ایک چشمے سے ہی کہ جو سردی مین کافور ہی اور ذائقہ مین زنجبیل ہی جو کوئی اُس چشمے سے ایک شربت پی لے پھر کبھی
پیاسا نہو حضرت عیسیٰ نے عرض کی کہ خداوندا مجھے اُس چشمے سے پانی دے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ای عیسیٰ پانی اُسکا سب
خلائق پر حرام ہی جب تک کہ وہ پیغمبر اور اُسکی اُمت اُس سے پانی نہ پی لین ای عیسیٰ تجھے آسمان پر لاؤن گا اور پھر آخر زمان مین
تجھے زمین پر بھیجون گا تاکہ اُس پیغمبر کی اُمت سے عجائبات کا مشاہدہ کرے اور دجال ملعون کے مارنے پر مددگاری کرے
اور تجھے اُنکی نماز کے وقت پر بھیجونگا کہ اُنکے ساتھ تو نماز کرے بدرستیکہ وہ اُمت مرحومہ ہی فقط یہان تک کچھ تھوڑا سا
بیان شمائل با فضائل حضرت کا ہوا جس سے تعین تشخص حضرت کی ہو سکتی ہی اب مناسب مقام یہ ہی کہ معجزات بدن
شریف کے لکھون کیونکہ وہ بھی مشخصات حضرت کے ہین بسبب مخصوص ہونے ساتھ جسم شریف حضرت کے اور وہ معجزات
اگرچہ بہت ہین لیکن جہان تک کہ دیکھنے والون کی سمجھ مین آئے اور اُنھون نے اُسکو بسبب تکرار مشاہدہ کے شمار کیا اور
مندرج تاریخ و سیر مین ہوئے چوبیس ہین جیساکہ جناب آخوند صاحب نے کتاب حق الیقین مین اُنھین محدود کیا ہی
اور بیان اُسکا یہ ہی پہلا معجزہ بدن کا حضرت کے یہ ہی کہ ہمیشہ پیشانی انور سے نور ساطع رہتا تھا مثل چاند کے

معجزات بدن شریف آنحضرت

پیشانی نورانی آن معدن انور کی درودیوار کو روشن کرتی تھی اور جب دست مبارک کو بلند کرتے تھے تو دونون انگلیان
شمع روشن کی طرح روشنی دیتی تھین و در حیات القلوب مین اخوند صاحب نے فرمایا ہی کہ حدیث معتبر مین حضرت امام
جعفر صادق سے منقول ہی کہ جو کوئی شب تاریک مین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کو دیکھتا تھا تو روے انور سے حضرت کے
ایسے نور کا مشاہدہ کرتا تھا کہ جیسا نور چاند سے ظاہر ہوتا ہی اور کہا ہی کہ ایک شب عائشہ کی سوئی جاتی رہی تھی
جب حضرت دولتخانہ مین داخل ہوے تو حضرت کی روشنی مین انھون نے سوئی اپنی دیکھکر اٹھالی اور فرمایا ہی کہ روایت
کی ہی کہ ایک شب کو اندھیرا بہت تھا وہ حضرت راہ مین تشریف لیے جاتے تھے اور دست مبارک بلند فرماتے تھے
اور انگشتان مبارک سے نور تابندہ ہوتا تھا اور اسی کی روشنی مین راہ چلتے تھے دوسرے حضرت کے بدن سے
بوے خوش آتی تھی اور وہ خوشبو ایسی تھی کہ جس راہ سے حضرت تشریف لیجاتے تھے تو سب پہچانتے تھے کہ وہ
حضرت ادھر سے تشریف لیگئے ہین بسبب اُس خوشبو کے جو مخصوص حضرت کے بدن سے آتی تھی اور جو پسینا
حضرت کا جمع کر رکھتے تھے وہ سب عطرون سے بہتر ہوتا تھا اور اُسے اور خوشبوئیون مین داخل کرتے تھے ایک دن
پانی کا ڈول بھر کر حضرت کے پاس لاے ایک کف پانی کا اُسمین سے لیکر مضمضہ فرمایا اور اُس پانی مین ڈول کے
ڈال دیا وہ سب پانی مشک سے زیادہ خوشبو ہو گیا تیسرے یہ کہ اگر آفتاب مین بیٹھتے تھے یا راہ چلتے تھے تو سایہ حضرت کا
زمین پر نہ پڑتا تھا چوتھے یہ کہ جسکے ساتھ حضرت راہ چلتے تھے اگر وہ کیسا ہی بلند قامت ہو لیکن بقدر ایک شبر گردن کے
اُس سے بلند تر معلوم ہوتے تھے پانچوین یہ کہ ہمیشہ آفتاب مین جب راہ چلتے تھے تو ابر سر اقدس پر سایہ کرتا تھا
اور حضرت کے ساتھ ساتھ چلتا تھا اور مصنف مدارج النبوۃ نے بیان خصائص مین حضرت کے لکھا ہی کہ ابر کا سایہ کرنا ساتھ
حضرت پر ہمیشہ نہوتا تھا بلکہ اوقات متعددہ مین واقع ہوا ہی پہلے اُسوقت ہوا تھا کہ جب کم سنی مین اپنے چچا ابو طالب کے
حضرت نے سفر شام فرمایا ہی تو راہب بحیرے نے پہچانا تھا اور بنا بر اس قول کے وجہ سوم اور پنجم مین جو بظاہر منافات
معلوم ہوتے تھے یعنی سایہ نہوتا تھا آفتاب مین بیٹھنے سے اور راہ چلنے مین اور ابر کا سایہ ہمیشہ رہتا تھا تو اب وہ منافات
نہ رہے کیونکہ ابر کا سایہ ڈالنا اِس صورت مین دوامی نہوا بلکہ اکثر یہ ہوگا نہ دائمی اور اب منافات نہین ہو سکتے منافات
اُسوقت ہوتے جو دونون عام ہوتے کیونکہ جب ابر کے سایہ مین رہے تو اب آفتاب مین بیٹھنا اور راہ چلنا اُسمین کیونکر
ممکن ہو اور جب ابر کے نیچے ہوے تو سایہ کیونکر پڑے اور اگر یہ کہا جاے کہ نہین دونون وجہین عام ہین یعنی ہمیشہ
آفتاب مین بیٹھنے اور راہ چلنے مین سایہ نہوتا تھا اور ہمیشہ ابر سر پر سایہ فگن رہتا تھا جیسا کہ اِس روایت مین وارد ہی
اور اخوند صاحب نے اُسے بطور عام لکھا ہی تو اسکی تاویل بظاہر بطریق تسلیم تعمیم یہ ممکن ہی کہ یہین مراد یہ ہی کہ ابر کا سایہ
سر اقدس پر رہتا تھا تمام جسم شریف پر نہ رہتا تھا اور یہ خاصہ تمام جسم کا تھا کہ باوجود آفتاب کے نیچے بیٹھنے کے
اور راہ چلنے کے سایہ نہ پڑتا تھا چھٹے یہ کہ کوئی پرند کبھی سر اقدس پر سے حضرت کے اُڑ کر نہ جاتا تھا اور کوئی جانور

مثل مکھی اور مچھر وغیرہ کے جنکی عادت ہو کہ انسان کے بدن پر بیٹھتے ہین وہ حضرت کے بدن شریف پر نہ بیٹھتے تھے ساتوین
یہ کہ حضرت پشت کی طرف سے اسطرح دیکھتے تھے کہ جیسا کوئی اپنے منھ کے سامنے کی چیز کو دیکھے یہان پر موہم ہوتا ہو کہ
رویت کی شرائط سے مقابلہ مرئی کا ہو پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہو کہ خلاف شرط رویت دیکھا جائے لیکن اسکا جواب
یہ ہو کہ ممکن ہو کہ حق تعالی قوت باصرہ کو جس جسم مین چاہے خلق فرمائے اور جب بنظر قدرت خدا یہ ممکن ہوا تو ہو سکتا ہو
کہ حق تعالی نے اس قوت کو حضرت کے جسم شریف مین فائض فرمایا ہو کہ اس جہت سے مشاہدہ فرماتے ہون اور
اسمین کچھ محال لازم نہین آتا البتہ محال یہ ہو کہ قوت باصرہ مختص ایک جانب کے ساتھ ہو اور پھر غیر مقابل کو دیکھین
اور یہ دعوی کسی نے نہین کیا آٹھوین یہ کہ خواب و بیداری حضرت کی برابر تھی نیند کے باعث سے قوی اور حواس
حضرت کے ادراک سے معطل نہوتے تھے فرشتون کی باتین حضرت سنتے تھے اور لوگ نہ سنتے تھے اسی طرح فرشتون کو
دیکھتے تھے اور لوگ نہ دیکھتے تھے اور جو کچھ لوگون کے دلون پر گذرتا تھا وہ سب حضرت پر ظاہر ہو جاتا تھا حضرت
سب کے مافی الضمیر کو جان لیتے تھے نوین یہ کہ بوے بد حضرت کے مشام مبارک تک نہ پہونچتی تھی دسوین
یہ کہ آب دہن جس کنوئین مین ڈال دیتے تھے اسمین برکت پیدا ہو جاتی تھی اور پانی سے بھر جاتا تھا اور جس دردمند پر
مل دیتے تھے اسے شفا ہو جاتی تھی اور جس کھانے مین ہاتھ ڈال دیتے تھے اسمین برکت اور زیادتی ہوتی تھی
تھوڑے سے کھانے سے بہت سے آدمیون کا پیٹ بھر دیتے تھے چنانچہ جابر ابن عبد اللہ انصاری کے تھوڑے سے
جو سے جو وزن مین ایک صاع تھا اور ایک بزغالہ سے سات سو آدمی کو سیر فرمادیا گیارھوین یہ کہ جتنی زبانین
دنیا مین ہین سب کو سمجھتے تھے اور سب زبانون مین بات کرتے تھے بارھوین یہ کہ خاص شریف مین سترہ بال
سفید تھے کہ وہ آفتاب کی طرح چمکتے تھے تیرھوین یہ کہ مہر نبوت پشت مبارک پر منقوش کی تھی وہ اپنی روشنی مین
آفتاب کے نور سے زیادہ تھی چودھوین یہ کہ انگلیون سے پانی اسطرح جاری ہوا کہ جماعت کثیر اس سے سیراب ہوگئی
پندرھوین یہ کہ اشارہ انگشت سے چاند کو دو ٹکڑے فرمایا اور وہ معجزہ انشاء اللہ عنقریب مفصل بیان ہوگا اس
جگہ پر ذکر اسکا اسلیے کہ معجزہ متعلق بہ بدن شریف تھا مجملاً لکھا گیا سولھوین یہ کہ سنگریزے حضرت کے ہاتھ مین خدا کی
تسبیح کرتے تھے اور اسے سب سنتے تھے سترھوین یہ کہ ختنہ کیے ہوے اور ناف بریدہ پاک و صاف آلائش خون
وغیرہ سے پیدا ہوے اور وقت ولادت پاؤن کی طرف سے ولادت ہوئی نہ سر کی طرف سے اور جب زمین پر
تشریف لائے تو مشک کی بو ظاہر تھی اور تمام عالم کو معطر کیا اور کعبہ کی طرف منھ کر کے سجدہ کیا اور جب سجدے سے
سر اٹھایا تو ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور اقرار خدا کی وحدانیت کا اور اپنی رسالت کا فرمایا بعد اسکے جسم شریف سے
ایک ایسا نور ساطع ہوا کہ جسنے مشرق و مغرب عالم کو روشن کیا اٹھارھوین یہ ہو کہ کبھی حضرت کو احتلام نہین ہوا اور
نہ کبھی شیطانی خواب دیکھا انیسوین یہ کہ جو فضلہ کہ حضرت کے جسم مبارک سے جدا ہوتا تھا اس سے مشک کی

ہوجاتی تھی اور کوئی اُسے نہ دیکھتا تھا بلکہ زمین بحکم خداے آسمان و زمین اسنے گل جاتی تھی بیسوین یہ کہ جس چارپاے
پر حضرت سوار ہوتے تھے وہ قوی و راہوار ہوجاتا تھا ضعیف و پیر ہوتا تھا اکیسوین یہ کہ قوت مین کوئی حضرت کی
برابری نہ کرسکتا تھا بائیسوین یہ کہ سب مخلوقات خدا حضرت کی حرمت کی رعایت کرتی تھی اور جس درخت
اور پتھر پر کہ حضرت گذرتے تھے وہ جھک جاتا تھا حضرت کی تعظیم کے واسطے اور حضرت پر سلام کرتا تھا اور جب
سن شریف چھوٹا تھا تو چاند حضرت کا جھولا جھلاتا تھا تیئیسوین یہ کہ زمین نرم پر راہ چلتے تھے و پاؤن کا نشان
نہ بنتا تھا اور سخت پتھر پر راہ چلتے تھے اسپر نشان قدم بن جاتا تھا چوبیسوین یہ کہ حق تعالی نے ایسی مہابت حضرت کی
لوگون کے دلون مین ڈال دی تھی کہ باوجود اس تواضع اور شکستگی اور شفقت و مرحمت کے جو حضرت مین تھی مجال
کسی کی نہ تھی کہ درشت نظر روے مبارک پر کرسکے اور جو کافر و منافق کہ حضرت کو دیکھتا تھا ڈر کے مارے کانپتا تھا
اور دو مہینے کی راہ سے حضرت کے رعب کا اثر کافرون کے دل مین پیدا ہوتا تھا فقط انتہی کلامہ چونکہ ذکر معجزہ
مہر نبوت کا آگیا تو اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جب معجزات اور بھی تھے تو یہ معجزہ کیون ہوا کیونکہ سب کا فائدہ تصدیق
نبوت ہی پھر اس تخصیص کی کیا ضرورت تھی تو جواب اسکا یہ ہے کہ اس معجزے مین حق تعالی کے اشارات و بشارتین
پوشیدہ تھین کہ وہ کتب سابقہ مین ہوچکی تھین چونکہ سب کے بعد حضرت کی بعثت کا زمانہ ہوا اور انبیاے سابق مین
سب نے مختلف بشارات دیے تھے اسلیے حق تعالی نے سب معجزے حضرت کو عنایت فرماے کہ تا اُسکے ذریعہ سے
ہر نبی کی امت موافق اپنے نبی کے بشارت کے امتحان کرکے تصدیق کرے اور اجتماع معجزات کثیرہ کا حضرت کے علو مرتبت پر
بنسبت انبیاے سابق کے دلالت کرے اسی طرح یہ مہر نبوت کا معجزہ بھی ایسا ہی تھا کہ اسکے لیے اشارتین و بشارتین پہلے
ہوچکی تھین جیسا کہ قصہ راہب بحیرا مین مذکور ہے کہ قریش کا قافلہ جب مقام بحیرا مین پہونچا اور وہ حضرت ابو طالب کے ساتھ
ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے اور ابر حضرت پر سایہ کیے تھا بحیرا جو بموجب بشارات سابقہ کے ہمیشہ منتظر خوشی کا
رہتا تھا اور آپکے حالات کو سب سے پوچھا کرتا تھا ابر کے سایہ کرنے کو دیکھکر متعجب ہوا سب اہل قافلہ کی دعوت کی
اور سب کو کھانا کھلانے کو بلایا ابو طالب حضرت کو گھر مین چھوڑ کر گئے بحیرا نے دیکھا کہ ابر کا ٹکڑا جہان تک تھا وہین رہ گیا
اُسوقت اُسنے جانا کہ ان قافلہ والون مین سے کوئی ایسا بھی ہے کہ جو اس مجلس مین نہین آیا ہے بعد اُسکے حضرت کو بلایا تو
دیکھا کہ ابر کا ٹکڑا حضرت کے ساتھ آتا ہے اور سر مبارک پر حضرت کے سایہ کیے ہے جب قافلہ عقبہ جبل کے اوپر آیا تو بحیرا نے
ہر درخت و پتھر سے سنا کہ وہ کہتا ہے السلام علیک یا رسول اللہ اور شانے کے بیچ مین مہر نبوت کو اُسی ہیئت کے ساتھ
دیکھا جو آسمانی کتابون مین پڑھا تھا اُسپر بوسے دیے اور ایمان لایا جناب سید سند نے کتاب ارشاد القلوب دیلمی سے
نقل فرمایا ہے کہ مہر نبوت مین دو سطرین قلم قدرت سے لکھی تھین پہلی سطر مین تھا لا الہ الا اللہ اور دوسری سطر مین تھا
محمد رسول اللہ اور اس سے بہتر تشخیص شخص کو آنحضرت کی از روے شمائل اور کیا ہوگا کہ حق تعالی نے اپنے قلم قدرت سے

پشت مبارک پر حضرت کی غرض نبوت کا اختصاص بعد اظہار اپنی توحید کے نقش فرمایا تھا پس وہی ہمارے نبی آخر الزمان ہین جنھین حق تعالیٰ نے اپنے بندون کے جاننے اور پہچاننے کو لکھا تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی جگہ مین ختم کرتا ہون بیان تشخیص شخص حضرت کو [illegible] فائدہ بیان وقت بعثت مین حضرت کے اور کیفیت اسکی اور کچھ بیان ان معجزات کا جو اسوقت ظاہر ہوے جاننا چاہیے کہ اگرچہ موافق حدیث مشہور بین الفریقین کے جسکا حاصل یہ ہے کہ مین پیغمبر اسوقت سے ہون کہ آدم مٹی اور پانی مین تھے نور اقدس حضرت کا جب سے پیدا ہوا فائز بمدارج نبوت تھا لیکن بعثت ظاہری اور حکم تبلیغ رسالت کا موافق مصلحت و حکمت الٰہی حضرت کے واسطے اسوقت ہوا کہ جب چالیس برس سن شریف سے گذر چکے تھے جناب اخوند صاحب نے حیات القلوب مین فرمایا ہے کہ علماے شیعہ کا اجماع اسپر ہے کہ ستائیسوین ماہ مبارک رجب کو حضرت مبعوث ہوے و حضرات اہلسنت مین اختلاف بہت ہے چنانچہ بعضے سترھوین اور بعض اٹھارھوین اور بعض چوبیسوین ماہ رمضان کی کہتے ہین اور بعضے بارھوین ربیع الاول کی نقل کرتے ہین اور اسکے سوا اور بھی اقوال ہین اور فی الواقع یہ ہے کہ جو اخوند صاحب نے کہا ہے اور جناب صادق علیہ السلام سے حدیث معتبر مین وارد ہے کہ نوروز کا دن تھا جبکہ جبرئیل پیغمبر خدا پر نازل ہوے اور مدارج النبوت مین ہے کہ جب چالیس برس کا سن شریف ہو چکا تو آفتاب نبوت نے مطلع عنایت سے طلوع کیا اور اس نور کا ظہور جب ہوا و بقول صحیح دوشنبہ کے دن آٹھوین یا تیسری تاریخ ربیع الاول کی تھی اور عام الفیل سے اکتالیسوان برس تھا اور خبر مین آیا ہے کہ جب زمانہ ظہور نبوت کا قریب پہونچا تو تنہائی اور گوشہ گزینی حضرت کو محبوب ہوئی تھی یعنی اکثر خلوت مین تنہا بیٹھتے تھے اور اختلاف کیا ہے کہ اس خلوت مین حضرت کی عبادت فکر کے ساتھ تھی یا ذکر کے ساتھ تھی اور مختار یہ ہے کہ عبادت ذکر کی فرماتے تھے قلبی اور لسانی یعنی دل اور زبان مین دونون سے خدا کو یاد کرتے تھے اور شریعت ابراہیم پر عمل کرتے تھے یا جو کچھ کہ حضرت کے نزدیک کسی شریعت کا اچھا ہونا اور پیغمبرون کی شریعتون سے باستحسان عقل ثابت ہو جاتا تھا اسپر عمل فرماتے تھے انتہی کلامہ تنبیہ جاننا چاہیے کہ فرقہ امامیہ کے محققین مین یہ امر ثابت و مختار ہے کہ پیغمبر خدا ہمارے اپنی بعثت کے پہلے سے پیغمبر تھے تابع کسی نبی کے انبیاے سابق سے نہین رہے بلکہ اپنی شرع کے موافق کہ جو بالہام و تائید الٰہی اور رہنمائے فرشتگان مقرب صمدی اسے جانتے تھے عمل فرماتے اگرچہ اسکی تبلیغ کے اورون پر مامور نہ تھے اور بعد بعثت خود بھی عمل فرماتے تھے اور سب کو اسپر عمل کرنے کو بحکم خدا امر فرماتے تھے اور کبھی حضرت نے باستحسان عقل اور اجتہاد و راے اور قیاس پر عمل نہین فرمایا یہ مذہب حضرات اہلسنت کا ہے جیساکہ مدارج النبوت کے محصل عبارت سے واضح ہوا اور موید ہے اس سے وہ جو جناب اخوند صاحب نے حق الیقین مین افادہ کیا ہے کہ محصل اسکا یہ ہے کہ خلاف واقع ہے اس امر مین کہ قبل بعثت پیغمبر خدا عمل کسی نبی کی شریعت کے موافق فرماتے تھے یا نہین چنانچہ بعضے کہتے ہین کہ کسی کی شریعت کے پابند نہ تھے اور بعضے کہتے ہین کہ تھے

بیان وقت بعثت اور معجزات جو بوقت ظاہر ہوے

تنبیہ بیان مین اس بات کے کہ وہ حضرت قبل بعثت کسی پیغمبر کے تابع نہین رہے

اور بعض نے توقف اس مسئلہ مین کیا ہے اور جو یہ کہتے ہین کہ اور نبی کی شریعت کے پابند تھے انمین بھی اختلاف ہے
چنانچہ بعض اُنکے کہتے ہین کہ شریعت نوح کے پابند تھے اور بعضے کہتے ہین شریعت ابراہیم کے پابند تھے
اور بعض شریعت موسیٰ اور بعض شریعت عیسیٰ اور بعض جملہ شرائع کے موافق کہتے ہین کہ عمل فرماتے تھے لیکن فقیر کے
نزدیک یہ ہے کہ بعد بعثت کے تو حضرت نے یقینی اپنی شریعت کے سوا دوسرے نبی کی شریعت کے موافق عبادت
نہین کی اور حضرت کی شریعت جملہ شریعتون کی ناسخ ہے اسی لیے جب کوئی سوال کرتا تھا تو جب تک وحی نہ آئے
جواب نہ فرماتے تھے اور ہرگز کسی بات مین کتابہاے سابق سے تمسک نہین فرمایا اور جو زنا کار کی حد مین سنگسار
کرنے کے حکم کی خبر توریت سے دی وہ یہود پر اتمام حجت کے لیے تھا اور انکے قول کی تکذیب کو فرمایا تھا اور تاکہ وہ جانین
کہ انہین ہماری ہی کتابون کا علم ہے نہ یہ کہ یہ حکم باتباع توریت فرمایا تھا اور جن آیات قرآنی سے حضرت کی متابعت
اور انبیا کے ساتھ نکلتی ہے وہ محمول اسپر ہین کہ مراد اس سے اصول دین ہے کہ وہ جمیع ادیان کا متفق علیہ ہے اور موافقت
سب کے ساتھ تبلیغ رسالت مین اور اور مشقتون پر تحمل و صابر ہونے مین ہے نہ متابعت فروع مین اور لیکن بعثت کے پہلے
پس مدلول اخبار اور ادلہ عقلیہ کا زیادہ یہ ہے کہ وہ حضرت اہتمام عبادات مین اور تتبع مکارم اخلاق مین اور محرمات اور
برے آداب سے اجتناب سب سے زیادہ فرماتے تھے اور یہ کب ہو سکتا ہے کہ سب خلق تو سن حداثت سے مکلف
شریعتون کی ہو اور خدا کی عبادت کرے اور اشرف مخلوقات چالیس برس کے سن تک کسی عبادت کے ساتھ
مکلف نہو اور اپنے دین کی راہ نہ جانے اور یہ بھی نہین ہو سکتا کہ جو عبادات طرح طرح کی حضرت سے صادر ہوتی تھین وہ
اورون کی شریعت کی متابعت کے ساتھ ہون اور اسکی کئی وجہین ہین اول یہ کہ اگر کسی اور پیغمبر کی شریعت کے
موافق عبادت کرین تو چاہیے کہ انکی رعیت ہو جائین اور چاہیے کہ وہ انسے افضل ہو اور یہ ضرورت دین کے خلاف ہے
کہ کوئی پیغمبر حضرت سے افضل ہو دوسرے یہ کہ چاہیے کہ اس پیغمبر کی شریعت کو جانین تاکہ اسکے احکام پر عمل کرین پھر
اگر یہ علم بہ وحی حاصل ہوا تو خود پیغمبر ہو چکے اور یہ عمل اپنی شریعت پر ہوگا جو موافق اور پیغمبر کی شریعت کے ہوگی
اور اگر بغیر نازل ہوے وحی کے جانا تو چاہیے کہ جو اس ملت کے عالم ہون انسے سیکھا ہوگا حالانکہ حضرت کے
یہ بھی معجزات خاصہ سے ہے کہ لکھنا پڑھنا نہ آتا تھا اور اہل کتاب کے علما سے کبھی معاشرت نہین کی تھی اور پیغمبرون کے
قصون کو جس طرح کہ انکی کتابون مین تھے بیان فرمایا پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ انسے سیکھا ہوگا اور بھی اکثر علماے
اہل کتاب اسوقت مین فاسق و فاجر تھے پھر کس طرح اعتماد انکے کہنے پر کیا ہوگا تیسرے یہ کہ اکثر احادیث مین وارد ہے کہ
کوئی زمانہ حجت خدا سے خالی نہین رہتا پھر اگر پیغمبر خدا ابتداے تکلیف مین خود پیغمبر نہوتے تو چاہیے کہ یا حضرت
عیسیٰ کے وصی کو یا حضرت ابراہیم کے وصی کی تلاش کرتے اور انکے ساتھ ایمان لاتے اور انکے تابع ہوتے اور یہ بات
ایسی ہے کہ اکثر اہل کتاب جانتے اور نقل کرتے حالانکہ یہ کسی نے کبھی نہین کہا اور پھر اس سے قطع نظر کرکے یہ بھی تو

لازم آتا ہی کہ مرتبہ آنحضرت کا اس وصی سے پست ہو اور حضرت کا تمام مخلوقات سے افضل ہونا ضروری دین اسلام کا ہی
پس کہتا ہون مین کہ پیغمبر ہونا آنحضرت کا ہمیشہ سے ہی اور ہمیشہ وحی و الہام الٰہی سے اپنی شریعت پر عمل فرماتے تھے
اور چالیس برس کے بعد رسول ہوئے اور خدا کی طرف سے حکم لائے کہ سب کو اپنی طرف دعوت کرین انتہی کلامہ
اور حقیقت یہ ہی کہ اس مسئلہ مین جناب اخوند صاحب نے جو کچھ کہ حق تھا وہ فرمایا ہی اور کتاب حیات القلوب مین
جو اس مسئلہ مین فرمایا ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ ظاہر احادیث معتبرہ سے یہ ہوتا ہی کہ وہ حضرت ہمیشہ سے پیغمبر تھے
جیسا کہ خود فرمایا ہی کہ مین اسوقت پیغمبر تھا کہ جب آدم مٹی اور پانی مین تھے اور گمان فقیر کا یہ ہی کہ مبعوث ہونے سے پہلے
حضرت اپنی شریعت پر عمل کرتے تھے اور وحی اور الہام الٰہی حضرت کو پہونچتے تھے اور مؤید بروح القدس تھے اور
چالیس برس کے بعد اورون پر مبعوث ہوئے اور رسالت کے مرتبے کو پہونچے جیسا کہ نہج البلاغت مین حضرت
امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی گئی ہی کہ جب وہ حضرت دودھ پیتے تھے تو حق تعالی نے اپنے فرشتون سے
جو بزرگتر فرشتہ تھا اُسے حضرت پاس مقرر فرمایا تھا کہ وہ دن رات حضرت کو اخلاق نیک پر رکھتا تھا انتہی کلامہ
اعلی اللہ مقامہ اور اس سے بخوبی ظاہر و ثابت ہوتا ہی کہ حضرت نے کبھی کسی کی شریعت کی متابعت نہین فرمائی اور ہمیشہ اپنی شریعت پر
عمل فرماتے تھے فائدہ وحی کی ابتدا کے بیان مین اور کیفیت اسکی - پہلے جاننا چاہیے کہ لفظ وحی سات
معنون پر لغت عرب مین مستعمل ہوتا ہی اول اشارہ دوم کنایہ سوم مکتوب چہارم رسالت پنجم الہام ششم
کلام خفی ساتوین جو کچھ کہ اپنے غیر کو القا کرین اور یہ سب معنی قاموس مین مذکور ہین اور عرف شرع مین اطلاق وحی کا
اس معنی پر غالب ہی کہ جو کچھ خدا کی طرف سے پیغمبرون پر القا فرمایا جاے اور وہ کئی طرح سے ہوتا ہی یہان تک کہ
جناب سید سند نے بعض علما سے نقل فرمایا ہی کہ وحی چودہ قسم پر منقسم ہوتی ہی پہلی سچا خواب جیسا کہ حضرت ابراہیم نے
فرمایا تھا یا بُنَیَّ اِنّی اَریٰ فِی المَنامِ اَنّی اَذبَحُکَ اور جناب اسمعیل نے اسکی تصدیق فرمائی تھی اپنے اس قول سے یا اَبَتِ افعَل
ما تُؤمَرُ سَتَجِدُنی اِن شاءَ اللہُ مِنَ الصّابِرین اور فاضل بخاری نے اپنی صحیح مین ام المومنین عائشہ سے نقل کیا ہی حاصل
اسکا یہ ہی کہ پہلے جو پیغمبر پر ظاہر ہوا وحی سے وہ سوتے مین اچھے خوابون کا دیکھنا تھا پس حضرت کا یہ حال تھا کہ
کوئی خواب نہ دیکھتے تھے مگر یہ کہ صبح ہوتے وہ ظاہر ہوتا تھا اور تفسیر صافی مین جناب امیر المومنین علیہ السلام سے
ماثور ہی کہ خدا کا کلام کئی وجہ سے واقع ہوتا ہی اور اُسی سے خواب مین جو وہ دیکھتے ہین اور اہل اسلام کا اسپر اتفاق ہی کہ
پیغمبر کا خواب بعثت اور نبوت کے بعد قسم وحی سے ہی دوسری وہ چیز ہی جو نفس مقدس اور قلب طاہر مین بنحو خفی
القا فرمائی جاتی ہی تیسری آواز ہی مثل صلصلہ جرس کے جیسا کہ صحیح بخاری مین باب ابتداے وحی مین اپنی سند سے
حارث بن ہشام سے نقل کی ہی کہ پوچھا پیغمبر خدا سے کہ کیونکر وحی آپ پر نازل ہوتی ہی فرمایا حضرت نے کہ احیاناً
یاتینی مثل صلصلۃ الجرس وھو اشدہ علی الخ اور بعض فاضل نے کہا ہی کہ یہ آواز اسلیے تھی کہ تا ہمت حضرت مجتمع ہو جاے

بیان مین ابتداے وحی کے
اور کیفیت اسکی

اور کسی اور طرف متوجہ ہون اور جو سنتے ہین انکی بڑی رعایت کرنے والے ہون اور ہمارے علما سے علی بن ابراہیم نے
حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ چونکہ اہل آسمان نے حضرت عیسیٰ کے بعد سے وحی نہ سُنی تھی تو جب اول
بعثت مین پیغمبر خدا کی بہت بڑی آواز وحی قرآن کی سنی کہ وہ آواز ایسی تھی کہ جس طرح لوہا سخت پتھر سے ٹکراتا ہے
اور اُسکے صدمے سے آواز نکلے تو سب خوف کے مارے بیہوش ہو گئے جب وحی تمام ہوئی اور جبرئیل نیچے اُترے
تو جس آسمان پر پہونچتے تھے انکی دہشت کم کرتے تھے چوتھی یہ کہ فرشتہ صورت انسانی سے متصور ہو کر پیغمبر پر ظاہر ہو
جیسا کہ جبرئیل بصورت دحیہ کلبی حضرت کے لیے متمثل ہوتے تھے اور وجہ اُسکی یہ تھی کہ دحیہ بہت خوبصورت تھے
اور سب سے ممتاز تھے پانچوین یہ کہ جبرئیل اپنی صورت پر جو خدا نے انھین اُس صورت پر پیدا کیا ہے حضرت پاس
آتے تھے اور وہ صورت یہ ہے کہ چھ سو پر ہین اُنکے کہ اُس سے موتی اور یاقوت جھڑتا ہے چھٹی یہ کہ روشنی کی طرح حضرت پر
ظاہر ہوتے تھے اور حضرت ایک آواز سنتے تھے اور صورت کو اُنکی نہ دیکھتے تھے ساتوین یہ کہ فرشتے کی آواز کو
سنتے تھے اور کچھ نہ دیکھتے تھے حضرت امام محمد باقرؑ سے حدیث صحیح مین منقول ہے کہ حضرت رسول جبرئیل علیہ السلام کے
نازل ہونے سے پہلے اسباب نبوت کو دیکھتے تھے اور ملائکہ کی باتین سنتے تھے یہان تک کہ جبرئیلؑ رسالت کے ساتھ
حضرت پر اپنی صورت خاص مین نازل ہوے اور حدیث معتبر مین حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ پیغمبر خدا نے
فرمایا کہ مقام ابطح مین مین اپنے ہاتھ پر تکیہ کیے ہوے سوتا تھا اور علیؑ میرے جانب راست مین اور جعفر طیار جانب
چپ مین اور حمزہ میرے پاؤن کے پاس سوتے تھے ناگاہ آواز جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل کے پرون کی مین نے
سُنی اور اس آواز سے مجھے خوف عارض ہوا پھر سنا مین نے کہ اسرافیل نے جبرئیل سے کہا کہ ہم ان چارون مین سے
کس پر بھیجے گئے ہین جبرئیل نے میری طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اسکی طرف ہم مبعوث ہوے ہین جسکا محمد نام ہے اور
بہترین پیغمبران ہے اور جو اسکی جانب راست مین لیٹا ہے وہ بھائی اُسکا اور وصی اُسکا بہترین اوصیاے پیغمبران ہے اور
جو جانب چپ مین اُسکے لیٹا ہے وہ جعفر ابو طالبؑ کا بیٹا ہے جو رنگین دو پرون کے ساتھ بہشت مین پرواز کریگا
اور وہ دوسرا حمزہ ہے جو سردار شہیدان ہوگا اور جناب امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ جب جبرئیل پیغمبر خدا کی
خدمت مین آتے تھے تو مثل غلامون کے حضرت کی خدمت مین بیٹھتے تھے اور جب نازل ہوتے تھے تو باہر
دولتخانہ حضرت کے بیٹھتے تھے جسکا اب نام مقام جبرئیل مشہور ہے اور جب تک رخصت نہ پاتے تھے دولتخانے کے اندر
نہ آتے تھے اور علی بن ابراہیم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جبرئیل نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ سے عرض کیا کہ اسرافیل خدا کا حاجب ہے اور سب خلق سے زیادہ محل صدور وحی سے قریب تر ہے اور ایک لوح
یاقوت سرخ کی اُسکی دونون آنکھون کے بیچ مین ہے جب وحی خدا کی طرف سے صادر ہوتی ہے تو وہ لوح اسرافیل کی
پیشانی سے لگ جاتی ہے پس وہ لوح کو دیکھتے ہین اور جو کچھ اُسمین ہے وہ مجھے پہونچاتے ہین اور زمین و آسمان کے اطراف مین

پہونچاتا ہون آٹھوین یہ کہ تین برس تک اسرافیل حضرت پاس موکل رہے اور کلمات وحی اور کچھ حدیث قدسی
لائے بعد اُسکے جبرئیل موکل ہوئے پس وہ قرآن مجید کو لائے اور اس جگہ پر جناب سید سند نے فرمایا ہو کہ یہ حصر
استقرائی ہو اور بر تقدیر ثابت ہونے اس تفصیل کے اور صحیح ہونے اس استقرا کے کہ یہی وہ فرشتے وحی لائے یہ وجہ
وجوہ سابقہ سے ممتاز نہین ہو کیونکہ ملک کا آنا انہین ملائکہ سے جنکا ذکر وجوہ سابقہ مین ہو چکا ہو انہین مین ہی ہو پھر کیا وجہ
کہ اس سے جداگانہ وجہ قرار دیجائے نوین یہ کہ دل مین حضرت کے معانی حقہ سے کسی چیز کا القا ہوتا ہو جیسا کہ حق تعالی
فرماتا ہو اِن هُوَ اِلَّا وَحیٌ یُّوحیٰ یعنی جو کچھ انکے دل مین گذرتا ہو وہ وحی ہو یعنی الہام ہو کذا قیل ولیکن ظاہر یہ ہو کہ بیان اس
آیہ مین وحی عام ہو الہام سے اور سوا اسکے جب وجہ دوم مین یہ بیان ہو چکا ہو کہ جو کچھ دل مین گذرے اور خطور کرے
پیغمبرون مین وہ بھی وحی ہو تو اب اُسمین جو دل مین گذرا اور الہام مین کیا فرق ہو بلکہ دونون ایک چیز ہونگے پھر یہان تخصیص
وحی کی بالہام نہین چاہیے بلکہ وحی کو اس رتبہ مین عام ہونا الہام سے بہتر ہو والا یہ قسم ہی شمار سے گر جائیگی دسوین
یہ ہو کہ کوئی حقیقت حقیقتون مین سے پیغمبر پر ظاہر ہو جائے اور اسے بذریعہ اپنی روح کے مشاہدہ فرمائین اور یہ بھی الہام سے
قریب ہی مگر یہ کہ مراد یہ ہو کہ وہ حضرت اپنی قوت قدسیہ کے باعث سے جو امور کہ نظری تھے کہ علم اُسکا اورون کے لیے بدون
بحث و فکر اور قائم کرنے دلیل کے ممکن نہین ہو انہین مثل بدیہیات اولیہ پہچانتے تھے اور یہ کیفیت حضرت کے لیے ہمیشہ حاصل
رہتی تھی اور الہام کا خدا کی طرف سے ہونا انکے غیر کو گیارھوین یہ کہ کسی آواز کو سنین لیکن وہ آواز پیچیدہ ہو جیسے شہد کی
مکھی کی بھنبھناہٹ ہوتی ہو جیسا کہ روایت مین آیا ہو اور وہ حضرت اسکی مراد سمجھ لین بارھوین یہ کہ حق تعالی بلا واسطہ
کسی پردۂ غیب کے پیچھے سے کسی کلام کو کسی پیغمبر کے ساتھ اُنکی حالت بیداری مین متوجہ فرمائے جیسا کہ شب معراج مین
واقع ہوا اور کبھی حضرت کو غشی یا وہ حالت جو مشابہ غشی کے ساتھ ہو عارض ہوتی تھی اور بدن مبارک سے پسینہ جاری
ہوتا تھا اور یہ علامت تھی کہ حاضرین اُس سے وحی کے نازل ہونے کو پہچانتے تھے جیسا کہ بعض احادیث سے مستفاد ہوتا ہو
اور مروی ہو کہ حضرت صادقؑ سے پوچھا کہ یہ کیا حالت ہو اور کب ہوتی تھی فرمایا یہ حالت اُسوقت ہوتی تھی کہ جب حق تعالی
بے واسطہ فرشتہ کے وحی اُن پر بھیجتا تھا تو خوف و دہشت کلام الہی اور بزرگی و جلال نامتناہی سے یہ کیفیت طاری ہوتی تھی
اور جبرئیل کے آنے سے یہ بات نہوتی تھی بلکہ جبرئیل بدون رخصت دولت سرا مین نہ آتے تھے آخوند صاحب نے
حیات القلوب مین فرمایا ہو کہ جناب امیر المومنینؑ سے حدیث معتبر مین وارد ہوا ہو کہ خدا کی وحی پیغمبرون پر بہت سی
قسمون پر نازل ہوا کی ہو بعضون پر فرشتون کے بھیجنے سے تھی اور بعض سے اسطرح رہی کہ حق تعالی نے بے واسطہ ملک کلام
فرماتا تھا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہو کہ جبرئیل سے پوچھا آپ نے کہ تم وحی کس سے لیتے ہو کہا اسرافیل سے
لیتا ہون حضرت نے پوچھا کہ اسرافیل کہان سے لیتے ہین کہا ایک فرشتہ سے کہ وہ روحانیون مین سے ہو کہ اسرافیل سے
بڑا ہی پوچھا حضرت نے کہ وہ کہان سے لیتا ہو کہا جبرئیل نے کہ اُسکے دل مین پڑتا ہو فقط اب یہ بات کہ پیغمبر خداؐ کو

علم وحی کے ساتھ یا اپنی نبوت کے ساتھ یا جبرئیل کا یا جو فرشتہ کہ نازل ہوا اُسکا علم کیونکر ہوتا تھا اُسکی وصورتین ہین
ایک یہ کہ حق تعالیٰ علم ضروری اُنمین پیدا کرتا ہو اِس بات کا کہ وہ جانین کہ جبرئیل ایک فرشتہ خدا کا بھیجا ہوا ہو
جن کی جنس سے یا شیطان کی قسم سے نہین ہو اور یہ خلق علم ویسا ہو کہ جیسا خدا اُس علم کو جبرئیل مین پیدا فرماتا ہو کہ
وہ اُس سے یہ جانتے ہین کہ اُنسے متکلم خدا ہو اور کوئی نہین ہو دوسری یہ کہ جب خوارق عادت کی حجت اُنکے ہاتھ پر ظاہر ہوئی
تو جیسا اِس حجت کے ذریعہ سے صدق پیغمبری اورون پر ظاہر ہوتا ہو اسی طرح خود حضرت پر ظاہر ہوا اور جب نبوت کا
صدق اور علم ہو چکا تو اُسکے بعد یہی حجت مصدق وحی و معرف جبرئیل و ملک کی بھی ہو گی اور یہ دونون راہین علم و
معرفت کی صحیح ہین بالجملہ بعض روایات مین آیا ہو کہ جب عمر شریف سات اور تیس برس کی ہوئی تو حضرت نے خواب مین
دیکھا کہ ایک فرشتہ پکارتا ہو یا رسول اللہ بعد اُسکے مکہ کے پہاڑون مین پھرتے تھے اور گوسفندان ابوطالب کو چراتے تھے کہ
ایک شخص کو دیکھا کہ اُسنے کہا یا رسول اللہ حضرت نے فرمایا تو کون ہو اُسنے کہا مین جبرئیل ہون خدا نے مجھے تیری طرف
بھیجا ہو کہ تجھے مرتبہ پیغمبری پر پہونچاؤن بعد اُسکے ایک پانی آسمان پر سے حضرت کے واسطے لاے اور دوسری روایت مین ہو
کہ اپنے پاؤن کو زمین پر مارا اور ایک چشمہ پانی کا اُس سے ظاہر ہوا اور جبرئیل نے وضو کیا اور حضرت کو وضو تعلیم کیا اور اِس واسطے
خرق عادت کا ظاہر ہونا لائق ہوتا ہو حضرت امام حسن عسکری سے منقول ہو کہ جب چالیس برس عمر شریف سے پیغمبر خدا کی
گذرے تو حق تعالیٰ نے اُنکے دل کو سب دلون سے بہتر اور خاشع تر اور مطیع تر اور سب سے بڑا پایا پس حضرت کی آنکھون کو
ایک وسیع نور عطا فرمایا اور حکم فرمایا کہ آسمان کے دروازون کو کھولین اور فرشتے لشکر لشکر زمین پر آتے تھے اور حضرت اُنکو
دیکھتے تھے اور حق تعالیٰ نے ساق عرش سے اپنی رحمت کو حضرت کے سر اقدس تلک ملا دیا تھا جبرئیل نیچے آے اور
زمین و آسمان کے کنارون کو پکڑا اور حضرت کے بازو کو پکڑا اور حرکت دی اور کہا کہ اے محمد پڑھو حضرت نے فرمایا
کیا پڑھون کہا اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ بعد اُسکے خدا کی وحیان حضرت پہونچائین اور دوسری
روایت مین وارد ہو کہ جبرئیل ستر ہزار فرشتے کے ساتھ نازل ہوے اور عزت و کرامت کی کرسی حضرت کے واسطے لاے
اور تاج نبوت کو اُس بادشاہ تخت رسالت کے سر پر رکھا اور لواے حمد کو حضرت کے ہاتھ مین دیا اور سبنے عرض کیا
کہ اِس کرسی پر بیٹھیے اور اپنے خدا کی حمد کیجیے اور پہلے جسنے حضرت کے ساتھ ایمان قبول کیا عورات سے وہ جناب خدیجہ کبریٰ تھین
اور مردون مین سے امیر المومنین علی ابن ابیطالب تھے کتاب نہج البلاغت مین حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہو کہ
فرمایا کہ ایک گھر نے جمع نہین کیا تھا سوا رسول خدا اور میرے اور خدیجہ کے یعنی پہلے خانہ رسالت مین پیغمبر کے ساتھ
دنیا مین میرے اور خدیجہ کبریٰ کے سوا کوئی اور نہ تھا اور مین نور وحی رسالت کو دیکھتا تھا اور بوے پیغمبری کو سونگھتا تھا
جبکہ وہ حضرت شرف اظہار نبوت و درجہ عالیہ رسالت سے فائز و سرافراز ہوے تھے اور بعض روایات حضرات اہلسنت مین
آیا ہو کہ حضرت نے بار رسالت کو بزرگ جانکر براہ تواضع اور انکسار وقت صدور امر جلیل تبلیغ رسالت عذر بھی فرمایا تھا

لفظ امی کی تحقیق

چنانچہ کتاب مدارج النبوت مین وارد ہو کہ جب فرشتہ روح القدس وحی لیکر آئے اور کہا کہ مبارک ہو آپ کو مین
جبرئیل ہون خدا نے مجھے تمھارے پاس بھیجا ہو اور تم رسول خدا ہو جن و انس پر دعوت کرو ساتھ قول لا الہ الا
اللہ کے اور کہا کہ پڑھو ای محمد تو آنحضرت نے فرمایا کہ مین پڑھا ہوا نہین ہون یعنی امی ہون کہ لکھنا پڑھنا مین نے نہین سیکھا
حضرت فرماتے ہین کہ اسوقت جبرئیل نے مجھے اپنی گود مین لیا اور دبایا یہان تک کہ جبرئیل بڑی طاقت تک پہونچے یہ ترجمہ
روایت ہو اور بظاہر اسکے معنی مین دو احتمال ہین ایک یہ کہ یعنی جبرئیل نے اتنا دبایا کہ میری طاقت طاق ہوگئی یا یہ
جہان تک جبرئیل مین طاقت تھی اتنا دبایا بعد اسکے پھر کہا کہ ای محمد پڑھو پھر حضرت نے وہی عذر فرمایا کہ مین نے
پڑھنا نہین سیکھا ہو پھر جبرئیل نے گود مین لیکر دبایا یہان تک کہ تین بار اسی طرح امر واقع ہوا بعد اسکے کہا کہ اقرأ
باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ و ربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم اور دوسری روایت مین وارد ہو
کہ جبرئیل نے کہا کہ ای محمد استعاذہ کر پس حضرت نے فرمایا کہ استعیذ باللہ من الشیطان الرجیم یعنی مین خدا سے پناہ
مانگتا ہون شر شیطان رجیم سے بعد اسکے جبرئیل نے کہا کہ کہو بسم اللہ الرحمن الرحیم بعد اسکے کہا اقرأ باسم ربک الخ
واضح ہو کہ حدیث مذکور ہمارے طریقہ پر نہین ہو لیکن چونکہ ابتدائے نزول وحی کا بیان تھا اسلیے روایات فریقین کا
بیان مناسب تھا اور مقابلہ مین حال ہر چیز کے نیکی بدی کا کھلتا ہو اور جو کچھ کہ اسمین ہو وہ ظاہر ہی یہان تک کہ
خود صاحب مدارج نے کہا ہو کہ اس روایت مین جو بیان ہو کہ حضرت نے فرمایا کہ مین خواندہ نہین ہون اسمین کلام ہو
کیونکہ امی کو یعنی جو پڑھا لکھا نہو اسے از روئے تعلم و تلقین وغیرہ کے پڑھ دینا دشوار نہین ہو خصوصا اس فصاحت و
بلاغت کے ساتھ جو خدا نے حضرت کو عنایت فرمائی تھی یہ کیا دشوار تھا کہ عبارت عربی کو بتعلیم جبرئیل پڑھ دیتے امی ہونا
لکھنے کے منافی ہو پڑھنے کے منافی نہین ہو مگر یہ کہ دہشت اور ہیبت مقام سے یہ عذر کیا ہو گا مگر حدیث کے شارحون نے
اس سے حمل امی ہونے پر کیا ہو اور بعض روایات مین آیا ہو کہ جبرئیل ایک نامہ جامہ حریر مین کہ موتی اور یاقوت سے وہ بنا ہوا تھا
لائے اور کہا کہ پڑھو اسکے جواب مین حضرت نے فرمایا کہ مین خواندہ نہین ہون اور یہ معنی امی ہونے سے مناسب ہین
انتہی کلامہ اور راقم رسالہ کو اس تاویل صاحب مدارج مین کلام ہو کیونکہ یہ جو انھون نے کہا ہو کہ دہشت مقام
اور اسکی ہیبت سے یہ ہوا ہو گا تو آیا وقوع اس عذر کا مطابق واقع کے مقام دہشت و ہیبت مین ہوا یا خلاف
واقع اگر مطابق واقع کے ہوا تو جو انھون نے اعتراض کیا ہو اسکا کیا فائدہ ہو اور اگر خلاف واقع العیاذ باللہ فرمایا تو ابتدائے
وحی کے وقت خلاف واقع ظہور مین آیا اور اسکا جو حال ہو وہ ظاہر ہو بالجملہ حضرت کے القاب مشہورہ سے امی لقب ہو
اور اکثر علمائے فریقین نے اسے بے سواد ہونے پر حمل کیا ہو لیکن ہمارے یہان روایات خاصہ سے واضح ہوتا ہو کہ
حضرت کو امی اسلیے کہتے تھے کہ حضرت منسوب طرف ام القری کے تھے اور ام القری نام مکہ کا ہو تو امی اسطرح کہتے ہین
جیسا کہ مکی اور مدنی کہتے ہین نہ مراد اس سے یہ ہو کہ قدرت پڑھنے کی اور تعلیم کی نہ رکھتے تھے اور یہ معنی کتاب بصائر نے بھی

موافق معلوم ہوتے ہین کما قال عزّ من قائل هُوَ الَّذِی بَعَثَ فِی الْاُمِّیِّیْنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ
الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ الخ اب اِس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ اہل مکہ کو اُمّی کہتے ہین اور حضرت کو قدرت تلاوت پر اور تعلیم پر تھی
تفسیر صافی مین قمی سے منقول ہی کہ جناب صادق ؑ سے اُمّیین کی تفسیر کو پوچھا فرمایا کہ وہ اشخاص تھے کہ جنھین لکھنا نہ
آتا تھا لیکن خدا کی کتاب اُنکے پاس نہ تھی نہ کوئی پیغمبر اُنکی طرف مبعوث ہوا تھا پس حق تعالیٰ نے اُنھین اُمیون کی طرف
منسوب فرمایا اور اُسی کتاب مین علل الشرائع سے حضرت امام محمد تقی ؑ سے منقول ہی کہ پوچھا آنحضرت سے کہ پیغمبر خدا کو
اُمّی کیون کہتے ہین فرمایا کہ لوگ کیا کہتے ہین راوی نے عرض کی کہ گمان کرتے ہین کہ حضرت کو لکھنا پڑھنا نہ آتا تھا
حضرت نے فرمایا کہ جھوٹ کہتے ہین جنکا یہ قول ہی لعنت خدا اُنپر ہو خدا فرماتا ہی هُوَ الَّذِی بَعَثَ فِی الْاُمِّیِّیْنَ مِنْهُمْ ہی
خدا کی کہ پیغمبر خدا پڑھتے تھے اور لکھتے تھے بہتّر زبان مین یا تہتّر زبان مین اور اُمّی حضرت کا نام نہین ہوا مگر اِسلیے کہ
حضرت اہل مکہ سے تھے اور مکہ اُمہات قرٰی سے ہی اور دلیل اِسپر قول خدا ہی جو فرماتا ہی لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا
اب اِس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ اہل مکہ جنکو لکھنا پڑھنا آتا تھا لیکن کتاب خدا اُنکے پاس نہ تھی یہ سب اُمّی مشہور تھے
اور حضرت کا لقب اُمّی بسبب منسوب ہونے کے ام القرٰی کی طرف ہوا حق الیقین مین جناب آخوند صاحب نے
فرمایا ہی کہ اِسمین خلاف ہی کہ حضرت کو اُمّی کیون کہتے ہین چنانچہ اکثر نے اِسکی توجیہ مین یہ کہا ہی کہ حضرت کو لکھنا پڑھنا
نہ آتا تھا اور اخبار مین وارد ہی کہ بسبب منسوب ہونے کے ام القرٰی کی طرف کہ مکہ مشرفہ ہی اُمّی کہتے ہین اور اِسمین خلاف
نہین ہی کہ آنحضرت نے بعثت کے پہلے کسی سے لکھنا پڑھنا نہین سیکھا تھا اور نص قرآنی بھی اِسپر شاہد ہی واضح ہو کہ یہ اشارہ
طرف اِس آیت کے ہی جو حق تعالیٰ فرماتا ہی وَمَا کُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ کِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِکَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ
پھر آخوند صاحب فرماتے ہین کہ اِسمین خلاف البتہ ہی کہ بعد مبعوث ہونے کے وہ حضرت پڑھ سکتے تھے اور لکھ سکتے تھے
یا نہین اور حق یہ ہی کہ قادر تھے پڑھنے اور لکھنے پر جیسا کہ بسبب وحی الٰہی کے سب چیزون کو جانتے تھے اور قدرت الٰہی سے
جو کام کہ اور اِس سے عاجز ہوتے تھے حضرت اُسے کر سکتے تھے لیکن مصلحت کے واسطے خود نہ لکھتے تھے وحی کو اورون سے
لکھواتے تھے اور اکثر اوقات مین اورون سے حکم فرماتے تھے کہ نامون کو پڑھ دو اور جناب صادق ؑ سے منقول ہی کہ حضرت
رسول خطوط کو پڑھ لیتے تھے لکھتے نہ تھے فقط یہان تک بیان ابتداے نزول وحی کا اور حضرت کے مامور بتبلیغ رسالت
ساتھ ہونے کا اور جو اِس سے متعلق ہی تھا اب جب مامور بہ تبلیغ ہو چکے تو ابن شہر آشوب اور راوندی اور جملہ محدثین خاص
وعامہ نے روایت بطرق متعددہ کی ہی کہ جب آیہ نازل ہوا وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ اور روایت اہلبیت علیہم السلام مین ہی کہ
وَرَهْطَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ یعنی ڈرا اور تخویف کر اپنے عزیزون کو اور جو اُنمین سے تیرے مخلص ہون پس حضرت نے جناب
امیر المومنین علی کو بلایا اور فرمایا کہ ایک صاع وزن مین گیہون کی روٹی اور ایک پاون گوسفند کا پکاؤ اور ایک
کاسہ دودھ کا حاضر کرو اور فرزندان عبد المطلب کو بلاؤ کہ شعب ابیطالب مین حاضر ہون جب حضرت نے اُنھین بلا

تو وہ چالیس نفر تھے اور بعض روایت مین ہی کہ تیس نفر تھے اور بعض مین ہی کہ دس نفر تھے پس ابولہب نے کہا کہ محمد
گمان کرتے ہین کہ ہمارا پیٹ بھر دینگے حالانکہ ہر ایک ہم مین سے ایک گوسفند کھاتا ہی اور سیر نہین ہوتا اور بڑے بڑے
کاسے دودھ کے پی جاتے ہین اور سیراب نہین ہوتے پھر جب صبح ہوئی اور سب ابوطالب کے گھر مین جمع ہوے
اور سب چچا حضرت کے کہ عباس اور حمزہ اور ابوطالب اور ابولہب تھے جمع ہوے تو جو طریقہ تحیۃ وسلام کا زمان
جاہلیت مین جاری تھا وہ انھون نے کہا لیکن حضرت نے کہا موافق اسلام کے جواب سلام اونپر ادا کیا اور یہ بات
انپر بہت ناگوار ہوئی کہ مخالفت ہماری کی پس حضرت امیر علیہ السلام نے اُس روٹی اور گوشت کو ملا کر اور دودھ کو اُنکے
سامنے رکھا اور فرمایا کہ بسم اللہ کھاؤ ساتھ نام خدا کے یہ بات بھی انھین خوش نہ آئی لیکن چونکہ بہت بھوکے تھے
کھانا شروع کیا یہانتک کہ سب کے پیٹ بھر گئے اور کھانے سے کچھ کم ہوا اور اسی طرح دودھ بھی سب نے پیا اور وہ بھی
بدستور کاسہ بھرا رہا اور کچھ کم نہوا بعد اسکے حضرت نے چاہا کہ اُنسے کچھ کلام فرمائین کہ ابولہب نے سبقت کی اور کہا
کہ عجب طرح کا جادو تمہارے صاحب نے کیا ہی کہ تم سب کو اس تھوڑے سے کھانے سے سیر کر دیا اور پھر وہ کھانا باقی ہے
چونکہ اُس ملعون نے پہلے آنحضرت کی تکذیب کی اسلیے حضرت نے اُس روز کچھ کلام نہ فرمایا یہانتک کہ وہ سب اُٹھکر
چلے گئے بعد اُسکے حضرت نے فرمایا کہ یا علی آج اس مرد نے ایسی بات پر سبقت کی اور مین نے کچھ جواب نہین دیا پھر ایسا ہی
کھانا مہیا کر دو اور کل کے روز ان سب کو جمع کرو تا کہ مین اپنی رسالت کو ان تک پہونچاؤن جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہین
کہ جب دوسرے روز بھی مین کھانا لایا اور کھلا چکا سب کو اور خوب سیر ہو کر سب کھا چکے تو حضرت نے فرمایا کہ اے فرزندان عبدالمطلب
مین گمان نہین رکھتا کہ کوئی شخص عرب کی قوم سے اپنی قوم کے لیے بہتر چیز اس سے لایا ہو جو مین لایا ہون تم سب کے واسطے
بدرستیکہ دنیا و آخرت کی بہتری تمہارے واسطے لایا ہون اگر مین تمکو خبر دون کہ تمہارا دشمن صبح کو یا شام کو تمہارے سر پر
آیا چاہتا ہی تو میرے کہنے کو یقین کروگے سب نے کہا کہ ہان ہم تمکو سچا جانتے ہین فرمایا کہ خوب جانو کہ جو کسی کی
بہتری چاہتا ہی وہ اُسکے ساتھ جھوٹ نہین بولتا پس بدرستیکہ حق تعالی نے مجھے تمام عالم پر منصب پیغمبری بھیجا ہی اور
مجھے حکم فرمایا ہی کہ سب سے پہلے اپنے عزیز و اقربا کو اس بات کی طرف دعوت کرون اور عذاب آخرت سے ڈراؤن اور
تم میرے یگانے و عزیز ہو اور اس کھانے کو اور جو مین نے معجزہ کیا ہی دیکھ چکے ہو کہ مثل مائدہ بنی اسرائیل کے ہی
اب جو کوئی اس کھانا کھانے کے بعد ایمان میرے ساتھ نہ لائیگا اُسے حق تعالی ایسے عذاب مین گرفتار کریگا کہ کسی کو
دنیا مین ایسا معذب نہ فرمایا ہوگا اور اے فرزندان مطلب تم یہ جانو کہ خدا نے کسی پیغمبر کو نہین بھیجا مگر یہ کہ اُسکے اہل و یگانون سے
ایک بھائی اور وزیر و جانشین و وصی و وارث مقرر کیا ہی پس جو کوئی کہ تم مین سے پہلے میرے ساتھ ایمان لاے وہ میرا
بھائی اور وزیر و وارث و وصی و خلیفہ میرا ہوگا میری اُمت مین جیسا کہ ہارون وزیر موسی تھے پس کون ہی تم سے جو
سبقت کرے میرے ساتھ بیعت کرنے مین کہ میرا بھائی ہو اور میری مددگاری کرے اور میرے دشمنون پر میرے معین ہو

تاکہ اُسے وزیر و وصی و خلیفہ اپنا کرون کہ وہ میری طرف سے تبلیغ رسالت کرے اور میرے بعد میرے قرض کو ادا کرے اور میرے وعدون کو عمل مین لاے اور اگر نہ کرے گا تو کوئی اور کرے گا کہ اُسکا حق ہوگا جب یہ کلام حضرت کا تمام ہوا تو سب چپکے رہے اور کسی کے مُنھ سے بات نہ نکلی اُسوقت حضرت امیر المومنین علیہ السلام اُٹھ کھڑے ہوے اور کہا کہ مین بیعت کرتا ہون آپ کے ساتھ جس شرط سے فرمائیے اور جو حکم کیجیے اُسکی اطاعت کرونگا حضرت نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ شاید جو تمسے بڑے ہین وہ اُٹھین بعد اُسکے دوبارہ مضمون اوّل کو ادا فرمایا اور پھر یہ سب چپکے رہے اور پھر علی ابن ابیطالب اُٹھے اور کلمات اطاعت و فرمانبرداری کے ازروے حسن اعتقاد ادا فرماے پھر حضرت نے اُسی طرح اعادہ مضمون گذشتہ کا فرمایا اور تیسری بار جناب امیر کو اپنے پاس بلایا اور بیعت واقع ہوئی اور پیغمبر خدا نے آب دہن اپنا جناب امیر کے مُنھ مین ڈالا اور دونون بازوٗون کے اور سینہ کے بیچ مین ڈالا اُسوقت ابولہب علیہ اللعن نے کہا خوب تمنے اپنے چچا کے بیٹے کو جسنے تمھاری دعوت کو قبول کیا جزا دی کہ اُسکے مُنھ کو اپنے دہن سے بھرا حضرت نے فرمایا بلکہ اُسے بھرا مین نے علم و حلم و فہم و دانش سے اُسکے بعد سب اُٹھے اور باہر نکلے اور ہنستے تھے اور ابوطالب سے کہا کہ تجھے حکم دینگے کہ اپنے بیٹے کی اطاعت کر فصل چھٹی بیان مین معجزات مشہورہ حضرت کے جو موجب مزید تصدیق دعوت نبوت کے اور تحقیق بعثت کے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے ہوتے ہین۔ اور یہ فصل مشتمل ہے اوپر چند فائدون کے فائدہ پہلا کوئی اشتباہ نہین ہے کہ آنحضرت نے ادعا نبوت کا فرمایا اور مطابق اُس دعوے کے بہت سے معجزات اور خوارق عادات کہ مشہور ہین حضرت سے ظاہر ہوے لیکن ان باتون کا سمجھنا اور دریافت کرنا دیکھنے والون کو اور جو اُسوقت مین حاضر تھے بطریق احساس بلاشبہہ قطع اور یقین کو مفید تھا لیکن بہ نسبت اُن اشخاص کے جو دور ملک کے رہنے والے ہین کہ پہونچ نہین سکتے یا اُس زمانہ مین پیدا ہوے ہین کہ بعد حضرت کے ہوا ہی مثل ہم لوگون کے پس چونکہ غائب مطلع با خبار مخبرین حاضرین و نقل و حکایت ناقلین ہوتے ہین اور نقل و خبر کی دو قسمین ہین متواتر اور احاد پس جتنے معجزات کہ منقول ہین دو قسم پر ہونگے متواتر اور احاد متواتر وہ ہے کہ اُسکے ناقل کثرت مین اُس حد کو پہونچے ہون کہ اُنکا جھوٹ پر مجتمع ہونا عقل کے نزدیک جائز نہو اور احاد وہ ہے کہ اُسکا روایت کرنے والا واحد ہو یا متعدد ہون لیکن وہ تعدد اِس مرتبہ تک کو نہ پہونچا ہو کہ اُسکا قول یقین کے لیے مفید ہو اور متواتر بھی دو قسم پر ہے ایک متواتر لفظی دوسرے متواتر معنوی اور متواتر معنوی کے دو معنی ہین ایک یہ کہ الفاظ مختلفہ ایک معنی رکھتے ہون دوسرے یہ کہ الفاظ مختلفہ مختلف معنی رکھتے ہون لیکن ایک جامع معنی ہون کہ وہ اُنکے بیچ مین قدر مشترک ہوان جیسا کہ اُن الفاظ مین کہ مشترک باشتراک معنوی ہوتے ہین واقع ہوتا ہے لیکن پہلا پس وہ مثل قرآن مجید کے ہے کہ اُسکے الفاظ بعینہا متواتر ہین اور دوسرا پس مثل نماز کے واجب ہونے کے کہ بہت سی احادیث متواتر عبارات مختلفہ کے ساتھ اُسکے واجب ہونے کے بیان مین وارد ہوئی ہین مثلاً کسی حدیث مین ہے کہ نماز فریضہ ہے کسی مین ہے کہ نماز واجب ہے کسی مین ہے کہ نماز مکتوبہ ہے لیکن حاصل سب کا ایک ہے اور لیکن تیسرا پس مثل شجاعت

فصل چھٹی بیان مین معجزات مشہورہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

امیر المومنین علیہ السلام کے ہین جو لڑائیون مین اور جہادون مین نمایان ہی کہ وہ بھی از قبیل متواترات ہی گو خصوصیات اُسکے
اخبار احاد سے منقول ہین اور اسی طرح اکثر معجزات جو باخبار احاد منقول ہین کہ قدر مشترک مین جو خرق عادت کا ظاہر ہونا ہی
متواتر ہوگا اور اس قسم کو اکثر عبارت مین تواتر قدر مشترک کہتے ہین اور جب یہ معلوم ہوا کہ یہ نقل اس طرح مفید یقین کی ہوتی ہی
تو اس سے جانا گیا کہ یہ دلیل عقلی ہی اور جب دلیل عقلی ہوئی تو چاہیے کہ سب عقلا اُسے قبول کرین اور خلاف باقی نہ رہے
حالانکہ منکرین بعثت بہت ہین اسلیے ضرور ہوا کہ وجہ انکار منکرین کو بھی لکھا جاے کہ اس سے انکی حقیقت واضح ہو
بعد اسکے اسکا جواب بھی ذکر کیا جائیگا انشاء اللہ تعالی اگر اسکے بعد بھی کوئی قبول نہ کرے تو وہ انکار اس دلیل عقلی کے یقین کو
مفید ہونے کے لیے مضر نہوگا اور نہ نقصان دلیل کا ہوگا بلکہ غلو کفر و نفاق مین اور تعصب انکار مین سمجھنا چاہیے و مثال
اُس انکار کی ویسی ہی ہی کہ ادلہ وجود باری کی کیسی عقلی اور کس کثرت کے ساتھ ہین کہ جنھین مادہ قابلہ حق تعالی نے عطا
فرمایا ہی وہ بمجرد اُنکے ایک دلیل کے سننے کے راہ حق پر آجاتے ہین اور جو شک و شبہہ دل مین ہو وہ نکل جاتا ہی بخلاف منکرین الٰہ
جنکے دل پتھر یا اس سے بھی زیادہ سخت ہین انھون نے ادلہ عقلیہ بھی سُنین اور نبی کو بھی دیکھا نزول وحی کا بھی مشاہدہ کیا
معجزات کو بھی دیکھتے تھے لیکن کچھ مفید نہوا بالجملہ بعضے منکرین بعثت اصل تواتر کو منع کرتے ہین اور کہتے ہین کہ تواتر سے
علم و یقین نہین حاصل ہوتا اور منشا انکے توہم کا چند چیزین ہین اول یہ کہ جھوٹ بولنا ہر شخص کو جایز ہی پس اسی طرح جایز ہی
کہ مجموع جنھون نے نقل کی ہو وہ بھی جھوٹ بولے ہون دوسرے یہ کہ اگر سو آدمی کا کہنا علم کو مفید ہو تو نود و نہ شخص کا کہنا کیون
مفید نہوا اور اگر یہ بھی علم کو مفید ہو تو کیا سبب ہی کہ نود و ہشت کا کہنا مفید نہو اور اسی طرح کم کرتے کرتے پس اس سے
لازم آیا کہ یا تواتر علم کو مفید نہو یا خبر واحد بھی علم کو مفید ہو اور یہ دونون تمھارے زعم مین باطل ہین تیسرے یہ کہ شرط
تواتر مین یہ ہی کہ جب نقل در نقل پر مشتمل ہو اور ہر طبقہ حد تواتر کو پہونچا ہو کیونکہ جس طبقہ کی کثرت کو اختلال عارض ہوگا وہ
عدم علم کی طرف منجر ہوگا اور علم کو مفید نہوگا مگر جبکہ طبقات مساوی کثرت مین ہون پس متواتر علم کو مفید ہوگی بعد اسکے
کہ علم تساوی طبقات کا حاصل ہو اور تساوی طبقات کا علم حاصل نہوگا مگر تواتر کی جہت سے پس اس صورت مین دور
لازم آئیگا انتہی اور جواب امر اول سے یہ ہی کہ قیاس کل مجموعی کا کل افرادی پر نہین چاہیے ایک ایک کا حکم اور ہی ہو
مجموع کا حال اور ہی دیکھو دس ملکر کیسا ہی بار ثقیل ہو اُسے اٹھا لیتے ہین لیکن ایک ایک آدمی اُسے نہین اٹھا سکتا اور دیکھیے
مکان ایک آدمی کے واسطے وسیع ہی لیکن جو تمام خلقت چاہے کہ جس طرح ایک آدمی ایک مکان مین رہتا ہی ہم سب بھی اسی
ایک مین رہین تو انکے لیے وسعت مکان کی کافی نہین ہو سکتی اسی طرح ہر شخص پر اگرچہ کذب روا ہی لیکن جماعت کثیر پر روا نہین ہی
بلکہ انکی خبر علم و یقین کو مفید ہوتی ہی علاوہ اسکے اکثر افعال کا صدور ہر شخص سے حسب مقتضاے طبیعت اُسکے ہوتا ہی مثلاً بہادر
ہونا نامرد ہونا صادق اللہجہ ہونا کاذب ہونا پھر کس طرح ہو سکتا ہی کہ وقت واحد مین جماعت کثیر کی طبیعت یکسان ہو اور
سب سخن ساز ہون مطابق واقع کے نقل کرنے مین البتہ اجماع سب کا ممکن ہی کہ اسمین مقتضاے طبع کو دخل نہین ہی بلکہ وہ نقل

واقعات خارجیہ کی ہی سوا اسکے متواتر کا علم و یقین کو مفید ہونا نظری نہیں ہی کہ محتاج دلیل ہو اور محتاج اسکے مقدمات مین
غور و فکر کے ہون بلکہ بدیہیات سے اور سب پر ظاہر ہی منکر مکابر کو دیکھنا چاہیے کہ جو شہر کہ دور ہین مثلاً ولایت انگلستان
یا قسطنطنیہ ملک روم سے یا جو باتین کہ گذر گئی ہین انکا علم سب خلق کو بذریعہ اخبار مشاہدین حاصل ہی گو خود اُسے نہین دیکھا
مثلاً سب کو یقین ہی کہ حضرت آدم پیدا ہوے تھے یا مکہ مشرفہ اور مدینہ موجود ہی گو اُسکا مشاہدہ نہین کیا ہو پھر جب متواترات ایسی چیز
تو انمین گفتگو بیجا ہی اور بجز مکابرہ اور نہین ہی اور دوسری وجہ کا انکی جواب یہ ہی کہ تواتر مین کوئی عدد منحصر مراد نہین ہی جس سے
انکا قول درست آے بلکہ بعض اعداد مفید علم کو ہوتے ہین اور بعض نہین ہوتے اور ایک کا قیاس دوسرے پر باطل ہی اور
تیسری بات کا جواب یہ ہی کہ متواتر کا مفید علم کو ہونا متوقف اسپر ہی کہ وہ نفس الامر مین متواتر ہی نہ یہ کہ علم تفصیلی تواتر و شرائط
کا بھی تواتر ہوا ہو یہ جاننا کہ یہ خبر متواتر ہی اسکے اجتماع شرائط کے لیے کاشف ہی متوقف نہین ہی کہ دور لازم آئے لیکن البتہ
شبہہ البتہ ہوتا ہی کہ اگر تواتر مفید ہی تو روایات فرقہاے باطلہ کی جو حد تواتر سے بھی زیادہ ہین کیون مفید علم کو نہین ہوتین
اور جب وہ مقبول نہوئین تو اہل حق کا تواتر کیون مقبول ہو اور دوسری طرح تقریر اس شبہہ کی یہ ہی کہ اگر تواتر علم کو مفید ہو
تو کیا وجہ ہی کہ متواترات دینیہ کفار کو مفید علم کے نہین ہوتے اور جواب اسکا بھی اگرچہ مذکور ہوا اور پھر کہتا ہون کہ یہ شبہہ
بے حقیقت ہی کیونکہ اصل تواتر سے انکار اور اسمین تشکیک بہت ظاہر بدیہی ہی اور جو شخص کہ اپنے نفس کی طرف رجوع کریگا
جانیگا کہ اکثر چیزون کا جاننا مثل اسکے کہ حضرت آدم کا اور حضرت نوح اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کا جاننا یا شہرون کا
جاننا جنھین نہین دیکھا اُسے حاصل ہی اور اسکو سوا اسکے کہ تبواتر جانا اور یقین کیا اور کوئی سبب نہین ہوا پس اگر اصل
تواتر علم کو مفید نہوتا تو چاہیے کہ اس سے علم ان خبرون کا حاصل نہوتا حالانکہ اسکا دل یقینی جانتا ہی کہ یہ شہر موجود ہین اور وہ
سب پیدا ہو چکے ہین لیکن تواتر کے لیے شرائط ہین کہ جب وہ پائے جاتے ہین تو مفید علم کو ہوتا ہی اور پہلے اُن شرائط سے
یہ ہی کہ چاہیے مخبرین کا دعوی قسم محسوسات سے ہو نہ معقولات سے کیونکہ عقلیات مین معیار حکم عقل ہی نہ نقل کرنا اسلاف
و گذشتگان سے دوسرے یہ کہ قول مخبرین کا مخلوط بغرض نہو کیونکہ یہ ظاہر ہی کہ مخبرین کی خبر اگرچہ کثیر کیون نہو لیکن جب
کوئی غرض متعلق ہو اُس سے تو علم کو مفید نہین ہو سکتی اگرچہ کسی حد کثرت کو پہونچ جاے اسی طرح کہا گیا ہی مگر ظاہر یہ ہی کہ کثرت کے
مرتبے اور غرض کے مختلف ہوتے ہین بعض مرتبہ کثرت کا ایسا ہوتا ہی کہ اسکے مقابل مین غرض کا مرتبہ مضمحل ہو جاتا ہی اور بعض
اغراض کا مرتبہ ایسا ہوتا ہی کہ اسکے سامنے کثرت کچھ علم کے لیے موثر نہین ہوتی اور اسے عقل سلیم اور ذہن مستقیم خوب پہچان لیتا ہی
محتاج دلیل و برہان کی نہین ہی تیسرے یہ کہ سُننے والے کا ذہن شبہہ سے صاف ہو کیونکہ اگر کسی کے ذہن مین شبہہ
اسکے خلاف کا مرتکز ہوگا جیسا کہ اہل کفر و نفاق کے دل مین جو شبہات اُنکے علما و رؤسا نے ڈال دیے ہین اور وہ اُنکا
اعتقاد کیے ہوے ہین اسی سے اہل حق کی باتین نہین سُنتے اور انکی دلیلون پر کان نہین رکھتے پہلے کلمہ حق انکے دل مین اثر نہین کرتا
بلکہ اگر تعصب نے انکی آنکھین اور دل کو اندھا نہ کیا ہو تو مکرر سُننے کے بعد ممکن ہی کہ جب طبیعت انکی حمیت جاہلیت سے

خالی ہو تو روایات حقہ انکے آئینہ دل کو روشن کرین اور اہل باطل کے شبہات کے خاطر سے ہوں مین پس اتباع اہل باطل خوض
کرتے ہین یا تو وہ قسم اول سے ہین یعنی خلاف عقل ہین جیسے بطلان انکا اہل حق کو اہل حق کیونکر یقین کرین کہ انکی بے حقیقتی عقلاً پر باطل
ظاہر ہو جاتی ہے یا دوسرے قبیل سے ہین یعنی مخصوص باغراض ہین یا ہر اقتران ہر قول کا باغراض فاسدہ اپنے یا وجود دنیا
انکا علم کے لیے مفید ہونا ہو سکتا ہے جیسا کہ اہل حق کے متواترات مفید علم ہین ہر چند ان لوگون پر جو درپے تحقیق نہین ہوتے
جس طرف کے کہ ہون خواہ اہل حق سے یا اہل باطل سے حال انکا پوشیدہ ہوتا ہے کیونکہ متواترات کی نسبت اشخاص
مختلف ہوتی ہے پس انکار اہل باطل کا اہل حق کے متواترات سے یا اسلیے ہوتا ہے کہ انھون نے انکا تفحص اور بحث نہین کی
یا اغماض عین اور چھپانے کے ارادے سے حق کے ہوتا ہے لیکن یہان پہنچتا ہے کہ کوئی کہے کہ جو تم اور جو اہل باطل کے انکار
متواترات اہل حق سے کہتے ہو یہی وہ کہہ سکتے ہین تو اسکے جواب مین کہہ سکتے ہین کہ حق و باطل مین تمیز کرنا کام عقل سلیم
اور ذہن مستقیم کا ہے جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا یعنے اگر وہ ہمارے امر مین کوشش و
جہاد کرین تو ہم بھی اپنی راہین ہدایت کی انھین دکھاوین منصف پر جو چشم انصاف رکھتا ہو اور درپے تحقیق ہو تو کبھی کوئی بات
مشتبہ نہین رہ سکتی لیکن جب انصاف نہو اور تعصب و عناد اور اغماض عین پایا جاے بے توجہی سے کام لیا جاے تو اسکا کیا
علاج ہے مکابر کی زبان تو کسی طرح بند نہین ہو سکتی دیکھنے والے کو اطلاع حقیقت امر ہوتی ہے اندھا نہین دیکھ سکتا ہے
جس طرح مغالطات سوفسطائیون کی اور انکار کرنا انکا محسوسات و مشاہدات مین توجہ کے قابل نہین ہین اسی طرح
حقیقت مین متواترات سے بھی انکار کرنا لائق کان رکھنے کے نہین ہے و لیکن کفار و منافقین کا انکار اخبار متواترہ
اہل حق سے پس ممکن ہے کہ بسبب نہونے شرط سوم کے بھی ہو فائدہ دوسرا جناب اخوند صاحب نے حق الیقین مین
فرمایا ہے کہ دلیل آنحضرت کے پیغمبر ہونے پر یہ ہے کہ حضرت نے دعوی نبوت کا کیا اور بہت سے معجزات باہرہ اپنے دعوے کے
موافق ظاہر فرماے اور یہ دونون امر متواترات سے ہین لیکن حضرت کا پیغمبر ہونے کا دعوی کرنا پس اسکے سب ارباب ملل و
نحل قائل ہین کہ آنحضرت نے دعوی پیغمبری کا کیا تھا اور معجزات دکھاے پس معجزات حضرت کے زیادہ حد حصا سے ہین
انکی گنتی نہین ہو سکتی بلکہ سب کلام اور افعال اور اخلاق آنحضرت کے معجزہ تھے اور معجزات حضرت کے دو قسم پر ہین پہلے
قرآن مجید ہے اور وہ سب سے زیادہ متواتر معجزہ ہے کہ روز قیامت تک باقی رہیگا الخ رحمہ اللہ تعالی اب جاننا چاہیے
کہ یہان کلام دو امرون مین واقع ہوتا ہے پہلے بیان اس امر کا کہ قرآن متواتر ہے دوسرے بیان اس امر کا کہ قرآن مجید
کس کس وجہ سے معجزہ ہے لیکن بیان اول پس جاننا چاہیے کہ جملہ اہل اسلام کے فرقے اسپر متفق ہین کہ جو کچھ دونون دفتیون کے اندر
سواے عنوانات کے ہے وہ قرآن مجید ہے اور اسمین زیادتی واقع نہین ہوئی اور اکثر نے نقصان کے وقوع سے بھی انکار کیا ہے
اگرچہ وقوع نقصان مین بھی روایات فریقین وارد ہین اور ان روایات مین شیعون کی روایات بہ نسبت حضرات
اہلسنت کے زیادہ ہین جن سے نقصان کا واقع ہونا قرآن مین نکلتا ہے لیکن اکثر علما کا مذہب وہی ہے جو مذکور ہوا بجز عنوانات

اب جو کچھ کہ موجود ہی یہ وہ کلام ہی جو خدا کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہی اور جملہ مسلمان طبقہ بین خلفاً عن سلف اہتمام
بلیغ تام اسکی نقل مین اور حفظ مین اور ضبط مین اسکے بذریعہ کتابت اور حفظ کرنے مین دل سے کرتے آئے ہین اور وہ ایسا ہی
کہ کسی کو یہ ممکن نہین ہی کہ اسمین شک اور شبہہ کر سکے مگر صدر اول اسلام مین تواتر کا اثبات موافق طریقہ حضرات اہلسنت کے
البتہ مشکل ہی اور اثبات تواتر کا جب تک کہ طبقات کی مساوات نہو تصور نہین ہو سکتا اور بنا بر طریقہ شیعہ کے سہل ہی
اور اسکا بیان یہ ہی کہ جناب سید سند نے حدیقہ مین لکھا ہی کہ کلام حضرات اہلسنت کے دیکھنے سے یہ مفہوم ہوتا ہی کہ صحابہ نے
اختلاف مصاحف مین بہت کیا ہی پس ایک دوسرے کی توہین کرتا تھا پھر اگر انکے مصاحف مین اختلاف نہوتا تو بعض
انکے بعض دوسرون کے مصاحف سے انکار نہ کرتے اور یہ بات بہت مشہور ہی کہ خلیفہ ثالث حضرت عثمان بن عفان نے
ابن مسعود کے مصحف کو جلایا اور ابن مسعود نے کہا کہ اگر مین بھی اسکا مالک ہو جاؤن جسکے یہ مالک ہین تو مین بھی انکے
مصحف کے ساتھ وہی کرون جو انھون نے میرے مصحف کے ساتھ کیا اور یہ بھی انھین کے علمانے روایت کی ہی
کہ خلیفہ ثانی حضرت عمر نے قرآن کو کسی مصحف مین وضع کیا تھا اور وہ انکے صاحبزادے حفصہ کے پاس تھا ابن
عمر نے اسے خلیفہ ثالث پاس بھیجا انھون نے اسکے جلانے کا حکم دیا باین اندیشہ کہ قرآن مین اختلاف راہ نہ پاوے اور قاضی
عبد الجبار معتزلی نے مصاحف کے جلانے کو تسلیم کر کے امامیہ کی طعن کے دفع کرنے کو کہا ہی کہ یہ بات مستلزم استخفاف کو
نہین ہو سکتی بلکہ قرآن کا جلانا بھی مثل تخریب مسجد کے ہی پس خود پیغمبر خدا نے ضرار کی مسجد کو خراب فرمانے کا حکم صادر فرمایا
پھر جس طرح وہ تخریب مسجد استخفاف کو مستلزم نہوئی اسی طرح یہ قرآن کا جلانا بھی موجب استخفاف نہین ہو سکتا لیکن
واضح رہے کہ امامیہ نے اس قاضی صاحب کے دفع کرنے کو نہین مانا چنانچہ جناب سید مرتضی علم الہدی نے کتاب
شافی مین فرمایا ہی کہ دونون باتون مین بہت فرق ہی کیونکہ مسجد مسجد نہین ہوئی مگر جبکہ اسکے بنانے والے کا ارادہ ثابت ہو
کہ رضاے الہی کے لیے بنایا ہی اور نماز پڑھنے والون پر اسے وقف کیا ہی اور اگر ایسا نہو تو جس طرح اور املاک اسکی تھی ویسا ہی وہ
مسجد بھی ہوگی اور وہ مسجد جسکی تخریب کا پیغمبر خدا نے حکم فرمایا اسکے ارباب کا ارادہ قربت کا نہ تھا بلکہ غرض فاسد انکی
بنانے مسجد کا باعث ہوئی تھی پس وہ شرعی مسجد نہ تھی اور اسکے گرانے مین کچھ حرج نہ تھا اور کلام خدا کا جو صاحب وقار
و احترام ہی پس ان صحیفون کی دونون دفتیون کے اندر جو جلائے گئے موجود تھا اسکی حفاظت نہ کرنا یقینی اسباب استخفاف
و ابتذال سے ہی اور جب ایسا ہوا تو کیونکر ہو سکتا ہی کہ قرآن کے جلانے کا قیاس اوپر تخریب مسجد ضرار کے کرنا صحیح ہو اور جس طرح
کہ ہو انحضرات نے روایت کی ہی کہ جسوقت خلیفہ ثانی تالیف مصحف کرتے تھے تو لوگ ایک روایت انکے پاس لاتے تھے پھر اگر
وہ انھین پہچانتے تھے تو اپنی مصحف مین لکھتے تھے والا اگر روایت کرنے والا ثقہ اور معتمد ہوتا تھا تو قبول کرتے تھے اور اگر
ایسا نہوتا تھا تو گواہان عادل اس سے طلب کرتے تھے جب وہ گواہ لاتا تھا تو اسے قبول کرتے تھے فقط لیکن واضح ہو کہ یہ
باتین تواتر مین قرآن کی قدح کرنے والی ہین اور فریقین کے علمانے ان ایرادات کے دفع کرنے کو جو قرآن کے متواتر ہونے پر

وارد ہوتے ہین بہت توجیہین کی ہین اور کہا ہو کہ قرآن شریف عہد کرامت مہد جناب رسول خدا اور زمان خلافت
خلیفہ اول اور خلیفہ ثانی اور خلیفہ ثالث مین مجتمع ہوا ہی اور یاد کرنے والون نے اُسے یاد کیا ہی اور ہمیشہ مسلمانون کی
ہمت کیا زمان پیغمبر مین اور کیا اُسکے غیر مین اُسکی حفظ اور ضبط ونسخ وقرات وتلاوت مین مصروف رہی ہی اور عادت جاری نہین ہی
کہ جس بات کے ساتھ ایسا اہتمام تام سب کی طرف سے ہو وہ حد تواتر کو نہ پہونچا اور جو روایات کہ مذکور ہوئی اُنمین سے
بعض اخبار احاد ہین کہ وہ یقینیات کی معارض نہین ہو سکتین اور بعض انکی اِسطرح تاویل کیجاتی ہین کہ جو اختلاف کہ صحابہ
مین تھا وہ سات حرفون کا اختلاف تھا نہ وہ اختلاف کہ قرآن مجید سے خارج ہو اور بہت سی احادیث فریقین کی کتابون سے
اِس بات پر دلالت کرتی ہین کہ حروف سبعہ کا اختلاف خدا کی طرف سے ہی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ قرآن
سات حرفون پر نازل کیا گیا کہ کل انکا کافی اور شافی ہی اور یہ روایت حضرات اہلسنت مین مشہور اور اکثر کتابون مین
انکی مسطور ہی چنانچہ صاحب اتقان نے اکیس صحابی سے اِس روایت کو نقل کرکے حکایت کی ہی کہ ابو عبید نے تصریح کی ہی
کہ یہ روایت متواتر ہی اور ابو یعلی نے اپنی سند مین نقل کی ہی کہ خلیفہ ثالث نے منبر پر کہا کہ جس کسی نے حدیث شریف کو
پیغمبر سے اِس معنی پر سنا ہو کہ قرآن سات حرفون پر وارد ہوا ہی وہ اُٹھ کھڑا ہو اور گواہی دے پس جماعت کثیر کہ اُسکا شمار نہو سکا
اُٹھی اور گواہی انکی دی اور صحیحین مین حدیث ابن عباس کو ذکر کیا ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ جبرئیل نے مجھپر قرآن ایک حرف کے موافق
پڑھا پس مین پھرا اور دوبارہ مین نے عرض کیا اور زیادتی چاہی خداوند عالم زیادہ فرماتا تھا یہان تک کہ نوبت زیادتی کی
سات حرفون تک پہونچی اور فاضل کاشانی نے تفسیر صافی مین بطریق خاصہ کتاب خصال سے باسناد اپنی عیسی بن عبد اللہ
ہاشمی سے کہ اُسنے اپنے باپ سے اور اُسنے پیغمبر خدا سے روایت کی ہی کہ جبرئیل پروردگار جلیل کی طرف سے مجھپر وحی لائے کہ خدا فرماتا ہی
کہ قرآن کو ایک حرف پر پڑھو مین نے عرض کی کہ پروردگارا میری امت پر وسعت دے بعد اُسکے حکم فرمایا کہ سات حرفون پر
پڑھو اور اُسکے بعد فاضل مذکور نے کہا ہی کہ اِن روایات سے اختلاف لغات مستفاد ہوتا ہی جیسا کہ کتاب نہایہ مین ابن اثیر نے
کہا ہی کہ حرف سے مراد لغت ہی یعنی قرآن سات لغت پر لغات عرب سے نازل ہوا یعنی وہ لغات قرآن مجید مین متفرق ہین
پس بعض قرآن بلغت قریش ہی اور بعض اُسکا بلغت ہذیل ہی اور بعض بلغت ہوازن ہی اور بعض بلغت یمن ہی فاضل سیوطی نے
کہا ہی کہ اِس بارے مین ابن مسعود کا قول ہی جو انھون نے کہا ہی کہ مین نے قاریون کو سنا ہی اور ان سب کو قریب ایک دوسرے کے
پایا پس پڑھو تم جیسا کہ جانتے ہو اختلاف انکا نہین ہی مگر جیسا کہ تمھاری باتون مین ہوتا ہی کہ ایک کہتا ہی اقبل اور ایک کہتا ہی
ھلم اور ایک کہتا ہی تعال لیکن حاصل سب کا ایک ہی اور مجمع البیان مین فرمایا ہی کہ مراد حروف سے اختلاف لغات ہی اِسطرح کہ
کسی حکم کے حلال وحرام کو تغیر نہ دے مثل ھلم وتعال واقبل کے اور کہا ہی کہ ابتداے اسلام مین صحابہ مخیر تھے کہ جسطرح چاہین
انحاے سبعہ مین کسی نحو کے موافق پڑھین بعد اُسکے اجماع کیا ایک نحو پر اُسکے فصار ما اجمعوا علیہ مانعا عما اعرضوا عنہ انتہی
اور یہ اقوال بھی ظاہر ہین جیسے ہین اور مجمع البحرین مین بعض حضرات نے نقل کی ہی کہ سات حروف وجوہ قرات سبعہ کا نام ہی

جیسے ساتوں قاریوں نے قرآن کے اختیار کیا ہی لیکن اکثر علمائے انکے اِس مقولہ سے انکار کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ اختلاف
قاریون کا اختلاف نہین ہی چنانچہ انکے فضلاے ابو شامہ نے کہا ہی کہ ایک قوم نے گمان کیا ہی کہ جو اِس زمانے مین قرأت سبعہ
موجود ہی سبعہ احرف سے یہی مراد ہی اور یہ خلاف اجماع اہل علم کے ہی اور یہ گمان نہین صادر ہوا مگر بعض اہل جہل سے اور
فاضل مکی نے کہا ہی کہ جسنے یہ گمان کیا ہی کہ ان قاریون کی قرأت جو مثل نافع اور عاصم کے ہین یہی مراد اُس سبعہ حرف سے ہی
جو حدیث مین وارد ہوا ہی اُسنے بڑی غلطی کی ہی فقط پس بنابر اسکے سبعہ احرف سے مراد اختلاف لغات ہوگا جو بسبب تجویز
خدا و رسولؐ کے بندون کو قرآن مین توسعہ دیا گیا اور وہ منافی تواتر لغت مشہورہ موجودہ کے بھی نہین ہی لیکن بعض روایات مین
ہمارے یہان سبعہ احرف کے مضمون سے انکار وارد ہوا ہی چنانچہ صحیحہ فضیل بن یسار مین آیا ہی کہ کہا اُسنے کہ جناب صادقؑ کی
خدمت مین مین نے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہین کہ قرآن سات حرف پر نازل ہوا فرمایا کہ جھوٹ کہتے ہین دشمنان خدا
ولیکن نازل ہوا ایک حرف پر اور زرارہ کی روایت مین حضرت امام محمد باقرؑ سے آیا ہی کہ قرآن ایک ہی ہی ایک پاس آیا ہی لیکن
اختلاف راویون کی طرف سے ہوا ہی اور محدث کاشانی کے کلام سے سمجھا جاتا ہی کہ ان دونون حدیثون کو قرأت سبعہ پر
حمل کیا ہی اور یہ حمل کرنا اُنکا یقینی بعید ہی اور بمرتبہ تنزل یہ کہا جاتا ہی کہ احرف کے معنی وہ نہین ہین جو لوگ سمجھے ہین
کیونکہ بعض اخبار مین تفسیر سبعہ کی احرف کی اور طرح وارد ہوئی ہی جیسا کہ حضرت امیر المومنین علیہ الصلوۃ والسلام سے منقول ہی
کہ حق تعالیٰ نے قرآن کو سات قسم پر نازل فرمایا ہی کہ ہر قسم اُس سے کافی و شافی ہی اور وہ اقسام یہ ہین پہلے امر دوسرے
زجر تیسرے ترغیب چوتھے ترہیب پانچوین مثل چھٹے جدل ساتوین قصص اور اسی تفسیر کے موافق کتب حضرات
اہلسنت مین بھی واقع ہی جیسا کہ بیہقی نے ابن مسعود سے روایت کی ہی کہ کتب آسمانی جو پہلے نازل ہوئی تھین وہ حرف
واحد پر تھین اور قرآن نازل ہوا سات حرفون پر کہ وہ زجر ہی اور امر ہی اور حلال ہی اور حرام ہی اور محکم ہی اور متشابہ ہی اور
امثال ہین اور جناب امام جعفر صادقؑ سے جو روایت منقول ہی اُس سے مستفاد ہوتا ہی کہ احرف اشارہ ہی طرف بطون
قرآن کے اور اُسکی تاویلات کی طرف ولیکن یہ معنی اگرچہ سیاق روایات مشہورہ سے جدا ہی ولیکن آپس مین کچھ منافات
نہین ہی کیونکہ جائز ہی کہ مراد احرف سے وجوہ قرآن اور تعدد معانی کا مراد ہو فاضل سیوطی نے کتاب تحبیر مین احرف کی
تفسیر مین پندرہ قول نقل کیے ہین پندرھوان قول اُنمین سے یہ ہی کہ مراد اُس سے سات علم ہین اور بعضے اہلسنت نے
احرف سبعہ کے معنی چالیس طرح تک پہونچائے ہین پھر جب ایسا ہوا تو جو کچھ روایت مذکور مین وارد ہوا ہی کہ مراد
سات حرفون سے تاویلات و بطون قرآن ہی یہ بھی بہت مناسب ہی فقط اور جاننا چاہیے کہ چند روایات کے
ذریعہ سے یہ مفہوم ہوتا ہی کہ کچھ تحریف و نقصان قرآن مین واقع ہوا ہی ولیکن ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے رسالہ اعتقادات مین ایسا
لکھا ہی کہ بدرستیکہ وہ قرآن جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ پر نازل ہوا تھا وہ یہی قرآن ہی کہ جو دونون دفتیون مین لوگون کے
ہاتھ مین موجود ہی اِس سے کچھ زیادہ نہ تھا اور اہل سنت کے نزدیک وہ ایک سو چودہ سورے ہین اور ہمارے نزدیک ضحیٰ

اور الم نشرح ایک سورہ ہی اور لایلاف و الم ترکیف ایک سورہ ہی اور سورہ انفال اور توبہ ایک سورہ ہی اور جس شخص نے
نقصان قرآن کی نسبت ہماری طرف کی ہی اسنے جھوٹ کہا ہی اور جو کچھ کہ سورہائے قرآنیہ کے پڑھنے کا ثواب اور
ختم قرآن کا ثواب و مثل اسکے ائمہ معصومین علیہم السلام سے مروی ہوا ہی وہ سب ہمارے قول کی تصدیق کرتا ہی بعض
کلام ابن بابویہ مرحوم ہی اور مولانا طبرسی نے مجمع البیان مین فرمایا ہی حاصل اسکا یہ ہی کہ لیکن زیادتی قرآن مین پس اسکے بطلان پر
تو اجماع ہی اور لیکن نقصان کا واقع ہونا پس ایک قوم نے ہمارے اصحاب سے اور ایک قوم نے حشویہ حضرات اہلسنت سے
روایت کی ہی کہ قرآن مین تغیر و نقصان ہوا ہی اور صحیح ہمارے اصحاب کا مذہب اسکے خلاف ہی اور وہی وہ ہی کہ جسکی نصرت
کی ہی سید مرتضی قدس اللہ روحہ نے اور بہت استیفا کلام کا کیا ہی فقط و لیکن سید نعمت اللہ نے انوار نعمانیہ مین کہا ہی کہ
اخبار بطور مستفیضہ اس امر پر دلالت کرتے ہین کہ جسطرح قرآن نازل ہوا اسکی تالیف نہین کی مگر امیر المومنین علیؑ نے بسبب
وصیت فرمانے پیغمبر خدا کے پس چھ مہینے تک بعد وفات پیغمبر خدا اسے جمع فرماتے رہے اور جب جمع کر چکے تو اسے لیکر
آئے اور فرمایا کہ یہ کتاب خدا ہی جسطرح نازل ہوئی تھی خلیفہ ثانی نے کہا کہ ہمین نہ تمھاری طرف نہ تمھاری کتاب کی طرف
حاجت ہی ہمارے پاس قرآن ہی جسے عثمان نے جمع کیا ہی اور لکھا ہی حضرت نے فرمایا کہ آج کے دن کے بعد نہ تم دیکھو گے
اسے نہ اور کوئی دیکھے گا یہان تک کہ میرا فرزند مہدی ظاہر ہو گا اور اس قرآن مین بہت زیادتیان تھین اور وہ تحریف سے
خالی تھا اور وجہ اسکی یہ ہی کہ عثمان بھی کتابت وحی کی کرتا ہی اس مصلحت کے لیے کہ پیغمبر اسے جانتے تھے اور وہ یہ ہی کہ تا کہ
تکذیب نبی کی قرآن کے بارے مین بھی نہ کرین اور یہ نہ کہین کہ وہ افترا ہی یا جبرئیل اسے نہین لائے اور اسی لیے معاویہ
کو بھی چھ مہینے اپنی وفات سے پہلے وحی کے لکھنے والون مین داخل فرمایا تھا و لیکن عثمان اور انکے امثال حضرت کی خدمت مین
نہ حاضر ہوتے تھے مگر مسجد مین سب کے ساتھ یا اور مجمع عام مین اور نہ لکھتے تھے مگر اسی کو جو جبرئیل سب کے سامنے اور
انبوہ خلق مین لاتے تھے لیکن جو گھر مین اور خلوت مین وحی آتی تھی اسے سوا علیؑ کے کوئی نہین لکھتا تھا کیونکہ حضرت
عزیز قریب تھے ہر گھر مین جاتے آتے تھے پس اس وحی کو تنہا حضرت ہی لکھتے تھے اور یہ قرآن جو سب کے ہاتھ مین
اسوقت موجود ہی وہ خط عثمان ہی نہ سوا اسکے کہ اسکا نام سب نے امام رکھا تھا اور جو اسکے سوا تھے وہ جلا ڈالے یا
چھپا ڈالے اور اپنے زمانے مین اسے شہرون مین اور قریون مین بھیجا اور مشہور کیا بعد اسکے کہا ہی کہ اب وہ قرآن جناب
صاحب العصر کے پاس ہمراہ اور کتب سماویہ کے اور مواریث پیغمبران کے موجود ہی اور جب حضرت کی خلافت کا زمانہ
ہوا تو حضرت اس قرآن کے اظہار پر قادر نہوے اور اسے پوشیدہ کیا کیونکہ اسکے اظہار مین سابقین کے عیوب کا اظہار
ہوتا تھا اور آمین و بی بی عایشہ تھا جسکے لیے صلوۃ ضحی کو نہ منع کر سکے اور حکم تحلیل متعۃ النسا پر نہ قادر ہوے اور شریح قاضی کو
نہ معزول کر سکے اور معاویہ کو حکمرانی سے نہ منع کر سکے اور پھر کہا ہی فاضل مذکور نے کہ اگر تو یہ کہے کہ جب ایسا تغیر اس مین ہوا ہی
تو اسکا پڑھنا کس طرح جائز ہوا تو ہم کہینگے کہ اخبار وارد ہوے ہین کہ حضرات نے اپنے شیعون کو حکم دیا ہی کہ یہ جو قرآن موجود ہی

اسکی قرأت کریں اور نمازوں میں پڑھیں اور اسکے احکام پر عمل کریں یہاں تک کہ صاحب العصر ظاہر ہوں اسوقت یہ
قرآن سب کے پاس سے آسمان پر بلند ہو جائیگا اور وہ قرآن جسے امیر المومنین ؑ نے لکھا ہی نکلے گا اور اسکے احکام جاری ہو
اور پڑھا جائیگا۔ یعنی کلمہ پوشیدہ نہ رہے کہ اس بیان سے یہی ثابت ہوا کہ یہ مصحف موجود قرآن ہی اور اسی کے پڑھنے کے
اور اسکے احکام پر عمل کرنے کے لیے ہم مامور ہیں اور اسکے قرآن ہونے پر سب حضرات نے اقرار اور حکم فرمایا ہی بالجملہ
مصحف جو اسوقت موجود ہی اسکے قرآن ہونے پر اجماع خاص و عام کا ہی اور زیادتی کا اسمین نہونا اہل اسلام کا
متفق علیہ ہی اور اسمین شک کو گنجائش نہیں ہی کہ کمال وضوح میں وہ از جملہ ضروریات دین محسوب ہوتا ہی لیکن تغیر
یسیر اعراب میں اور تبدیل بعض حروف میں اور نقصان بعض کلمات و آیات کا اور مخالفت ترتیب کی جمع اور تالیف
آیات میں پس یہ امر روایات فریقین سے لائح ہوتا ہی اور بالمرہ اس سے انکار مشکل ہی کیونکہ وہ روایات طرفین سے
متعدد و متواتر وارد ہوئی ہین پس یہ مسئلہ اختلافی ہی لیکن اکثر علما کا مذہب یہی ہی کہ نقصان قلیل و کثیر کچھ نہیں ہوا
اور بعض قائل نقصان و تحریف فی الجملہ کے ہوے ہین اور اس اجمال کا بیان یہ ہی کہ جناب سید سند علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی کہ
تغیر و نقصان قرآن کا منحصر چار چیزوں میں ایک بدلنا ایک لفظ کا دوسرے لفظ کے ساتھ مثلاً یہ کہ کہا جاے
کہ کنتم خیر امۃ کی جگہ خیر ائمۃ تھا لیکن بعض نے دشمنوں سے اُسے بدل ڈالا دوسرے یہ کہ قرآن دونوں صورتوں پر
نازل ہوا تھا لیکن مخالفین نے اپنے بعض اغراض فاسدہ کے لیے اُسے ایک وجہ میں پڑھنا منحصر کر دیا اور دوسری
وجہ کو جو انکے غرض کی منافی تھی پڑھنے سے منع کیا تیسرے یہ کہ زیادتی تھی لیکن مخالفین نے اُسے نکال ڈالا جیسا کہ
کہا ہی کہ حق تعالی کا قول اس آیہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک میں فی علی تھا لیکن اسمین سے اس لفظ فی علی کو گرا دیا
چوتھے یہ کہ جملہ احرف سبعہ سے کہ قرآن اسپر نازل ہوا دو قسم پر تھا لیکن چونکہ زیادتی انکے لیے مضر تھی اُسے موقوف کر دیا
لیکن پہلی وجہ پس وہ بعید ہی اور اس صورت میں تغیر و تحریف اگر ہوا ہو تو تین صورتوں میں اخیر کی ہوا ہوگا اور یہ
تحریف اس موجود کی متواتر ہونے میں بھی کچھ قدح نہیں کرتی ہی ختم ملخصہ اور بیان دوسرے امر کا یعنی اثبات تواتر
قرآن کا سہل ہونا بنا بر طریقہ اہل حق یعنی امامیہ اثنا عشریہ کے پس وہ اس راہ سے ہی کہ زمانہ ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کا
بہت طولانی ہوا اور سیرت و عمل حضرت کا اس مدت دراز میں سوا اسکے کہ جو کچھ دونوں دفتیون میں موجود ہی
اسکے قرآن ہونے کی تصدیق فرماتے رہے اور کچھ ظاہر نہیں ہوا بلکہ لکھنا اسکا اور تلاوت فرمانا اسی کا اور فضل و کرامت کا
اسکی اظہار اور بیان فرمانا فضائل اور ثواب کا سوروں کے اور آیات کے اور دشمن کے اوپر حجت لانا اور احکام عملیہ کا
اسپر استناد فرمانا ایک کے بعد دوسرے کے ساتھ مدار کار انہیں مصاحف پر تھا اور اعتماد اسی پر فرماتے تھے اور ہمیشہ
راوی اور ناقل اخبار اسکے نقل میں متفق اور مجتمع رہے ہیں از انجملہ یہ ہی کہ جناب صادق ؑ سے ماثور ہی کہ فرمایا ھذا القرآن
فیہ منار الھدی و مصابیح الدجی یعنی اس قرآن میں انوار ہدایت اور چراغ دور کرنے والے تاریکی گمراہی کے روشن ہیں اور

جناب امام محمد باقرؑ سے منقول ہی کہ جسوقت تم پر مثل اندھیری رات کے فتنہ ہاے کثیر ملتبس ہون تو رجوع کرو طرف قرآن کے کہ وہ شفاعت کرنے والا ہی اور شفاعت اسکی مقبول ہی جو کوئی کہ اُسے اپنے آگے رکھیگا وہ اُسے بہشت مین لیجائیگا اور جو رسالہ کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے شیعون کی طرف بھیجا تھا اُسمین لکھا ہی قد اجتمعت الامۃ قاطبۃ علی ان القرآن حق لا ریب فیہ اسکا حاصل یہ ہی کہ تحقیق کہ اس اُمت نے اجماع کیا ہی اسپر کہ قرآن حق ہی اور کچھ شبہہ اسمین نہین ہی اور یہ بھی فرمایا ہی والقرآن حق لا اختلاف بینہم فی تنزیلہ و تصدیقہ فاذا شہد القرآن بتصدیق خبر و تحقیقہ فانکر الخبر طائفۃ من الامۃ لزمہم الاقرار بہ ضرورۃ حیث اجتمعوا فی الاصل علی تصدیق الکتاب فی تنزیلہ وہم ان جحدت وانکرت لزمہا الخروج عن الملۃ حاصل معنی اُسکے یہ ہین کہ قرآن حق ہی اُمت مین خلاف نہین ہی اسکی تنزیل و تصدیق مین پس جبکہ قرآن گواہی دے کسی خبر کے سچ اور درست ہونے پر اور بعد اُسکے کوئی جماعت اُمت سے اس خبر کا انکار کرے تو اُنھین لازم ہی کہ بالضرور اسکا اقرار کرین کیونکہ سب نے اسکی اصل پر جو قرآن ہی اجماع کیا ہی اس تصدیق پر کہ قرآن خدا کی طرف سے نازل ہوا ہی پس اگر اس تصدیق سے بھی وہ طائفہ انکار کرے تو اُنھین لازم آئیگا کہ ملت اسلام سے نکل جائین فقط اور اخبار احادیث مشکوکہ کے قرآن پر عرض کرنے کے بہت ہین اور اُنسے لائح ہوتا ہی کہ قرآن مجید اُن اخبار کے صدق و کذب کا معیار ہی پس اگر اُسمین بھی شک ہوتا تو اُسپر عرض کرنا بیکار ہوتا بالجملہ روایات و کلمات ائمہ معصومین علیہم السلام کے اس معنی مین ایسے متواتر ہین کہ شک اور شبہہ کو اُسمین گنجائش نہین ہی اور جب یہ ثابت ہوا کہ حضرات کو اُسپر اعتبار تھا اور اُنکا ہر حکم مین استناد و اعتماد فرمانا بھی قرآن پر بالاتفاق ہی تو اب احتمال زیادتی اور الحاق کا اور توہم اختلاف کا جاتا رہا کیونکہ قول اور تقریر و فعل اُنکا بالاتفاق حجت ہی اور مثل ایسی تقریر کے اہلسنت کے لیے معتبر نہین ہی لیکن بڑے تعجب کا مقام یہ ہی کہ بعض معاصرین شیخ حر عاملی نے کہ وہ بھی موالفین سے ہین تواتر قرآن سے انکار کیا ہی اور اُسے تسلیم نہین کیا بلکہ اپنی تفسیر مین پہلی فصل اثبات عدم تواتر قرآن مین قائم کی ہی اور ضروریات اسلام سے انکار کیا ہی اور اسکا سبب اور کچھ نہین ہی سواے اسکے کہ چونکہ انکو اخباریون کی طرف رغبت بہت تھی اس جہت سے اجماعیات علماے دین سے روگردانی اختیار کی اور جو فضلاے کاملین محققین نے بنیاد دین درست کی تھین اُنسے چشم پوشی کی یہانتک کہ ایسی غلطی مین واقع ہوگئے کہ جسکا حال سب کی نظر مین ظاہر ہی یہانتک کہ باوصف اخباریت خود جناب شیخ حر عاملی نے اسکی رد مین ایک رسالہ مفردہ لکھا بالجملہ اگرچہ یہ انکار از قبیل اقوال شاذہ اور خلاف اجماع ہی لیکن شائد کسی شخص کی نظر اسپر پڑی اور اُسے شبہہ اُس سے پیدا ہو کہ عالم شیعہ نے عدم تواتر قرآن کو تسلیم کیا ہی اور اس سے وہ بھی اودھر مائل ہو جاے جو راہ بہت بُری ہی اسلیے اسکا لکھنا بھی اب ضرور ہوا تاکہ آگاہی حاصل ہو کہ اس مخالفت اجماع کو علما نے پسند نہین کیا یہانتک کہ شیخ مزبور نے بھی جو اخباری ہین رد کیا ہی اور باوجود اسکے کہ اُنھون نے بھی اجماع پر طعن کرنے مین مثل اخباریون کی علاوت کے کوتاہی نہین کی لیکن یہان پر بسبب اسکے کہ امر بہت واضح تھا ہمارے معاصر مین وامن اجماع کو مضبوط پکڑ کر کہا ہی

پہلی دلیل یہ ہو کہ سب مسلمانون نے شیعہ و سنی سے اس قرآن کے متواتر ہونے پر اتفاق کیا ہو اور دخول معصومؑ کو
ہمین پہچانتے ہین پس یہ حجت ہو گا بسبب وارد ہونے اکثر نصوص کے جو موافق اس اجماع کے ہین و اضح ہو کہ
یہان تک اپنے مذہب کی مرامات کے لیے صحت اجماع کو منسوب ورود احادیث کے ساتھ کیا ہو حالانکہ اس تقدیر مین
کہ احادیث کثیرہ وارد ہو چکین اجماع بیکار ہو جیسا کہ رد اہل اصول مین انھون نے خود کہا ہو اور حقیقت مین وہ رد
مردان معرکہ تحقیق کے آگے مردود ہو اور اجماع محقق خود حجت مستقلہ اور کاشف قول آل رسولؐ کے ہو لیکن اتنے پر اکتفا نہ کر کے
کہا ہو اور بیان پر بعینہ قول شیخ مرحوم مذکور ہوتا ہو تا کہ سب دیکھین وَاَیْضًا فَاِنَّ عُلَمَاءَ الْفَرِیْقَیْنِ قَدْ صَرَّحُوْا بِذٰلِكَ وَلَمْ
یُصَرِّحْ اَحَدٌ مِنْهُمْ بِخِلَافِهٖ وَمَا عَلِمْنَا اَصْلًا سِوَى الْمُعَاصِرِ وَشَيْخِهٖ وَقَدِ انْقَرَضَ الْخِلَافُ بِمَوْتِهِمَا وَاَمْرٌ لَكِنْ مُعْتَبَرًا
فِیْ زَمَانِهِمَا لِكَوْنِهِمَا مَعْلُوْمَيِ النَّسَبِ فَتَعَيَّنَ كَوْنُ قَوْلِ الْمَعْصُوْمِ مَعَ اَوَائِلِ الْبَاقِيْنَ لِعَدَمِ انْحِصَارِهِمْ وَقَدْ نَقَلَ الْاِجْمَاعَ هٰهُنَا
جَمَاعَةٌ مِنْ اَجِلَّاءِ الْاَصْحَابِ وَالْاِجْمَاعُ الْمَنْقُوْلُ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ حُجَّةٌ كَمَا تَقَرَّرَ فِي الْاُصُوْلِ وَلَوْ تَنَزَّلْنَا مِنْ ثُبُوْتِ الْاِجْمَاعِ فَاِنَّ الشُّهْرَةَ كَافِيَةٌ فِيْ وُجُوْبِ الْمَصِيْرِ
اِلَيْهَا وَتَرْكِ النَّادِرِ الَّذِيْ لَيْسَ بِمَشْهُوْرٍ كَمَا هُوَ مَامُوْرٌ بِهٖ فِيْ حَدِيْثِ الْجَمْعِ بَيْنَ الْاَحَادِيْثِ بَلْ قَدْ نَقَلَ هٰذَا الْاِجْمَاعَ الْمُعَاصِرُ مَوْلَانَا اَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ
مُحَمَّدٍ الْهَادِيُّ كَمَا تَصْحِيْحُهٗ لِمَا يَاْتِيْ فِيْ رِسَالَةٍ رَوَاهَا بَعْضُ ثِقَاتِ عُلَمَائِنَا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى اور اس جگہ پر جو کچھ کہ ذکر کیا ہو وہ انھین کتب اصول سے
لکھا ہو جسکے منکر تھے اور بسبب نا مانوس ہونے کے علم اصول سے اس محل کو جہان یہ دلیلین جاری ہوتی ہین غیر محل سے
اسکے امتیاز نہ دیا کیونکہ شہرت اور اجماع منقول کا حجت ہونا کتب اصول مین مقام ادلہ فقہیہ فرعیہ مین مذکور ہوتا ہو
اور یہان کلام ادلہ اصول اعتقاد مین ہو اور وہ بالاتفاق دلیل قطعی یقینی کو چاہتا ہو اور جب یہ ہوا تو یہ وجوہ ظنیہ کس
کام کے ہین اور اسی جگہ سے واضح ہوا کہ اخبار احاد بھی متمسک اس حکم کے نہین ہو سکتے پس جو استدلال انھون نے روایت
بعض ثقات سے کیا ہو یہ بھی یقین کے لیے مفید نہو گا مگر رد کرنے کو اس شخص کے جو انکی طرح اخباری ہو و لیکن
چونکہ اخبار تحریف کے قرآن مین واقع ہونے کے بھی ہین اور عدم تحریف کے بھی ہین اور جن خبرون مین وارد ہو کہ
تحریف قرآن مین نہین ہوئی انمین احتمال تقیہ کا ہو جو مرجحات منصوصہ سے ہو پس شیخ حر کو ان اخبار مین کیا جواب بنا ہو گا
اور ساتھ اسکے اس صورت مین حکایت اجماع منقول کی اور نہ لائق قدح ہونا اس اجماع کے لیے اس شخص کے
قول کو جسکا نسب معلوم ہو مجہول نہین بیکار ہوگا کیونکہ یہ استدلال کرنا اجماع منقول سے نہ اخباریون کے مقابل مین
زیبا ہو کہ وہ اسے تسلیم ہی نہین کرتے اور نہ اصولیون کے مقابل مین یہ استدلال جائز ہو کیونکہ وہ اس دلیل کو
فروع مین جاری کرتے ہین نہ اصول اعتقاد مین پس استدلال کرنا اسے ہر تقدیر مین اچھا نہین ہو اور فساد اسکا ظاہر ہو
بالجملہ کلام شیخ محدث عاملی کا خلط و اضطراب مین واقع ہو جیسا کہ سمجھنے والون پر پوشیدہ نہ ہو گا اور جس طرح حقیقت
یہ ہو کہ اس جگہ پر حجت اجماع قطعی اور تواتر یقینی ہو نہ یہ امور ظنیہ جنسے شیخ حر علیہ الرحمہ نے استدلال فرمایا ہو اور اسی جگہ سے ہی
کہ خود بھی انھون نے تواتر قرآن کا اعتراف کیا ہو اور اُسے ضروریات دین سے جانا ہو اور کیا عجب ہو کہ جو استدلال مین انھون نے

یہ سب کہا ہو وہ موئیدات اپنے کلام کے ذکر کیے ہون گو ہر ظاہر عبارت انکی مساعد ہو محدث کاشانی نے تفسیر صافی مین
سید مرتضی علم الہدی سے نقل کیا ہو کہ فرمایا انھون نے کہ صحت قرآن کا جاننا ایسا ہو کہ جیسا بڑے شہرون کا اور بڑے
حادثون کا اور بڑے بڑے واقعون کو جو مشہور ہین اور عرب کے اشعار کو جو لکھے ہوے ہین جانتے ہین کیونکہ اسمین عنایت
اہل اسلام کی شدید ہوئی اور دواعی انکی نقل پر بہت زیادہ ہوئی اور ایسی حد کو پہونچا ہو کہ اس حد کو جو کچھ ہمنے
ذکر کیا ہو کوئی نہین پہونچا کیونکہ قرآن نبوت کا معجزہ ہو اور تمام علوم شرعیہ اور احکام دینیہ کا ماخذ ہو اور علماے اہل اسلام
انکی حفظ مین اور غایت غایت مین بہت مبالغہ کیا ہو یہان تک کہ جو کچھ اسمین تھا اعراب و قرات و حروف اور آیات
سب کو پہچانا ہو پھر کس طرح جائز ہو کہ اسمین تغیر یا نقصان واقع ہوا ہو باوجودیکہ تمام اہل اسلام کی طرف سے عنایت
صادقہ اور ضبط شدید ہوا ہو انتہی کلامہ اور بعد نقل کرنے اس قول کے محدث مذکور نے اگرچہ جواب دیا ہو کہ جس طرح
دواعی حفظ زیادہ تھے اسی طرح دواعی تغیر و تحریف و نقصان کے بھی تو بہت زیادہ تھے اور عنایت اہل اسلام کی اسکے ضبط و
حفظ کو تو بعد تحریف کے ہوئی اور تحریف و نقصان تو وقت جمع و تالیف کے ہوا تھا اور اسکا زمانہ قبل اسکے ہو جن مین
مسلمانون نے کوشش حفظ و ضبط کی کی فقط لیکن اس جواب کو انھون نے قوت نہین دی بلکہ اسطرح کہا ہو کہ یہان
کہنے والے کو پہونچتا ہو کہ یون کہے اور فی الواقع یہ ایک طریقہ شبہہ کرنے کا ہو نہ انکار حقیقی اور پھر نقل اقوال اعلام سے تقویت
اسی کو دی ہو کہ جو قرآن ہو یہی اپنی اصل پر ہو اور شیخ صدوق نے اپنے رسالہ مین جسکا ذکر ہو چکا ہو لکھا ہو کہ جسنے تتبع اخبار کا اور تفحص
تواریخ و آثار کا کیا ہو وہ بعلم یقینی جانتا ہو کہ قرآن کمال مرتبہ شہرت اور اعلاے درجہ تواتر مین تھا اور ہزارون صحاب نبی نے
اسے حفظ کیا تھا اور نقل کرتے تھے اور پیغمبر خدا کے زمانے مین اسکی جمع اور تالیف ہو چکی تھی انتہی محصل کلامہ اور جو انکے
معاصر نے کہا ہو کہ بہت سی احادیث مین وارد ہوا ہو کہ جو کچھ اگلی امتون مین واقع ہوا ہو اسی کے مانند تم مین بھی واقع ہوگا
پس وہ اس سے زیادہ نہین کہ ایک عام حکم ہو اور کوئی عام نہین مگر یہ کہ وہ خاص کیا جاتا ہو پھر جب قرآن کا متواتر ہونا
باجماع اہل اسلام ثابت ہو چکا تو ایسے روایات سے اس اجماع مین قدح نہین ہو سکتا اور ساتھ اس بات کے بعض
جگہ یہ عموم متخلف ہوا ہو اور ہر وجہ سے مشابہت کا ممنوع ہونا ظاہر ہو پس اس عام سے انکا احتجاج بے وجہ ہو حاصل
یہ ہو کہ جو مصحف کہ موجود ہو اسکے قرآن ہونے مین ساتھ سورون کے اور جملون کے کچھ شک نہین ہو اور اسی طرح قرات
ساتون قاریون کی جو مشہور ہین انکے بھی متواتر ہونے مین شبہہ نہین ہو بلکہ وہ بھی یقینی متواترات سے ہو البتہ اور تین قاری
جو انکے سوا ہین کہ سب ملکر دس ہوتے ہین انکی قرات ایسی متواتر نہین ہو اگرچہ اکثر انکے یہ کہتے ہین کہ ان تینون قاریون کی بھی
قرات ایسی ہی ہو سوا چند آدمیون کے لیکن کلام انکی قرات کے متواتر ہونے مین پس اسلیے ہو کہ یہ تواتر کتابون مین بذریعہ
روایات و اخبار احاد کے نقل کیا گیا ہو جیسا کہ جناب سید محمد باقر رشتی نے کتاب مطالع الانوار مین کہا ہو کہ ظاہر یہ ہو کہ اتصال
قاریون کی سند کا جناب رسالتماب کے ساتھ ثابت نہین ہوتا بلکہ ظاہر یہ ہو کہ اختلاف انکا خود انکی طرف سے ہو کیونکہ

یہ سب اہل زبان تھے اپنی فہم کے موافق ہر ایک نے ایک قرأت اپنے لیے متعین کر لی اور اگر جیسا یہ کہتے ہین اس طرح
سند انکی متصل حضرت تک ہوتی تو خلاف اُنکے درمیان مین نہ رہتا اور پھر کیونکر ایک دوسرے کی قرأت کے
صحیح ہونے مین قدح کرتا اور اسکے ساتھ راوی جو انکے ہین وہ بھی مجروح ہین لائق اعتماد کے نہین ہین اور اسکے سوا یہ ہے
کہ اکثر مقام پر اپنی قرأت کو اہلبیت علیہم السلام کی قرأت کے مقابل قرار دیتے ہین جیسا کہ سید نعمت اللہ جزایری نے
کہا ہے کہ کتابین قرأت و تفسیر کی اس مضمون سے بھری ہوئی ہین کہ حفص و عاصم نے یون پڑھا ہے اور علی بن ابیطالب اور
اہلبیت علیہم السلام نے یون پڑھا ہے بلکہ کبھی یہ بھی کہتے ہین کہ پیغمبر خدا سے یون پڑھتے تھے جیسا کہ اختلاف قرأت غیر
المغضوب علیہم ولا الضالین مین ہے کتاب اصول کافی کے اواخر مین اپنی سند کے ذریعہ سے معلی بن خنیس سے روایت کی ہے
کہا اُنسے کہ مین خدمت مین جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی حاضر تھا اور ربیعۃ الرای کہ علمائے اہلسنت سے تھا
میرے ہمراہ تھا پس مین نے قرآن کا ذکر کیا پس آنحضرت نے فرمایا کہ اگر ابن مسعود ہماری قرأت کے موافق نہین پڑھتا تو وہ
گمراہ ہے ربیعہ نے کہا کہ وہ گمراہ ہے حضرت نے فرمایا کہ ہان وہ گمراہ ہے پس تحقیق یہ ہے کہ وہ روایتین کہ جنکا تعنعن بطریق احاد ہے
اگرچہ اُنکے ساتھ جب تک اور ضمیمے خارج سے نہ ملین علم و یقین کو مفید نہین ہوتین مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ باوصف اسکے
کہ ایک خبر کی سند کا اتصال متواتر ہے اور نظم مستند بھی اُسے حاصل ہے لیکن باعتماد امر واضح اور خفت مشقت کے لیے
اخبار احاد پر اکتفا کرتے ہین اور وہ اتفاق و تواتر کو قدح نہین کرتا جیسا کہ اجازون مین اور معجزون مین ہمیشہ ایسا ہی
کیا جاتا ہے پس اس مقام پر عمدہ امر یہ ہے کہ تفحص و تتبع مخبرین کے حال کا کیا جائے کہ وہ کس کثرت سے ہین اور ہر طبقہ مین کس قدر
نقل کرنے والے تھے نہ یہ کہ خاص خاص مستند پر نظر کیجائے اور اسکے نظائر بہت ہین شیخ شہید ثانی سے منقول ہے کہ
بعض علمائے محققین قرأت نے ایک مفرد کتاب اسمائے رجال مین واسطے ان قرأتون کے نقل کرنے والون کی کہ جو طبقہ بطبقہ ہین
لکھی ہے کہ اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ حد تواتر سے وہ زیادہ ہین پس جناب سید رشتی کا یہ قول کہ موجود انکی کتابون کی واقفین ہین
یہی ہے کہ راوی اصل قاری سے دو قسم ہین پس جبکہ تواتر کا حال بہ نسبت قرأت سبعہ کے ایسا ہوا تو کیا گمان ہے بہ نسبت
تتمہ عشرہ کے یہ قول ناتمام ہے اور قاریون کے اختلاف کو انکے نفس کی طرف اسطرح منسوب کرنا کہ وہ اسکے محدث و مبدع
ہین یہ بھی خلاف تصریحات اکثر علمائے فریقین کے ہے جو انھون نے قرأت سبعہ کے تواتر کو کہا ہے اور ہمارے علمانے اُسکے
قبول کرنے پر اتفاق و اعتماد کیا ہے چنانچہ مولانائے طبرسی نے مجمع البیان مین کہا ہے کہ مذہب امامیہ سے ظاہر یہ بات ہے کہ
جو قرأت قاریون مین متداول ہے اُسکے جواز پر اجماع کیا ہے مگر یہ کہ جس قرأت کو قاریون نے جائز رکھا ہے اسے اختیار کیا ہے
اور تجدید قرأت مفردہ سے کراہت کرتے ہین اور خود بھی سید ممدوح نے فرمایا ہے کہ کوئی فائدہ نہین ہے کہ قرأت سبعہ کے
تواتر اور عدم تواتر مین تفحص کیا جائے جبکہ یہ ثابت ہو چکا کہ علما متفق ہین اس بات پر کہ جسکی قرأت کے موافق ساتون
قاریون مین سے چاہین پڑھین جائز ہے اور خلاف نہین ہے مگر تین قاریون کی قرأت مین جو ان سات کے سوا ہین اور اس

اجماع کا حمل کرنا تجویز پر بطور رخصت دینے کے یعنی یہ کہین کہ علماے امامیہ نے جو اجماع کیا ہی وہ اجماع اِس بات پر ہی کہ
موافق ساتون قاریون کے قراءت کے پڑھنا اسکے لیے بھی رخصت دی ہی جیسا کہ فاضل کاشانی کے کلام سے مستفاد ہوتا ہی
یہ بھی بعید ہی کیونکہ اکثر فقہا نے تصریح کی ہی ساتھ اِس بات کے کہ سات قراءتون سے عدول کرنا نہین چاہیے کہ وہ متواتر ہین
اور اور جو قراءتین ہین وہ شاذ ہین اور اِس مضمون کو خود فاضل کاشانی نے بحوالہ شہرت نقل کیا ہی اور اسی طرح قراءت اہلبیت
علیہم السلام کی تخصیص کرنا ساتھ قراءت اُبی کے جیسا کہ فاضل کاشانی نے موافق روایت معلی بن خنیس کے قال ابو عبد اللہ
اما نحن فنقرأ علی قراءۃ اُبیّ کہا ہی کہ اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ اُنکی قراءت موافق قراءت اہلبیت علیہم السلام کے تھی والا وہ حضرات
کسی کا اتباع نہین فرماتے یہ بھی صحیح نہین کیونکہ یہ معارض ہی اِس بات سے کہ بعض کلمات مین آنحضرت سے بھی اختلاف
مروی ہی اور بعض مقامات مین دونون قراءتون کو اچھا کہا ہی بلکہ اُنسے وارد ہوا ہی کہ کل اُسکا جسمین قاریون نے اختلاف
کیا ہی اُسکے موافق پڑھنا قرآن کا جائز ہی جیسا کہ مجمع البیان مین اُسے ذکر کیا ہی اور ہر قاری کا قراءت کو اپنی فہم کے موافق
قرار دینا اسطرح ہو سکتا ہی کہ بیاز راہ ترجیح و اولویت ہو نہ یہ کہ ایک دوسرے کا ابطال قراءت کرے اور اگر ایسا ہوتا تو تواتر و
اجماع کا ادعا اُس سب کی تصحیح پر نہو سکتا اور اہلبیت علیہم السلام کی قراءت واجب الاتباع ہی اگر یقین ہو جاے کہ یہ انکی
قراءت ہی اور اُسکا مخالف یقینی گمراہ ہی لیکن جو کچھ بذریعہ اخبار احاد کے روایت کیا گیا ہو اُسپر یقین نہین ہو سکتا اور اُس سے
متواتر و اجماعی کا معارضہ نہین ہو سکتا کیونکہ اجماع محقق بھی مثل متواتر علم کو مفید ہی اب یہ امر باقی رہا کہ کوئی کہے کہ موافق
روایت علی بن ابراہیم کے جو جناب ابی عبد اللہ سے اپنی تفسیر مین نقل کی ہی کہ محصل اُسکا یہ ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے
جناب علی بن ابیطالب علیہ السلام سے فرمایا کہ یا علی یہ تحقیق کہ قرآن میری خوابگاہ کے نیچے صحیفون مین اور حریر مین اور
کاغذون مین ہی اُسے لو اور جمع کرو اور ضائع نہ کرو اُسے جیسا کہ یہود نے توریت کو ضائع کیا پس حضرت اُس حکم کی تعمیل مین
مشغول ہوے اور جمع کیا اُسے پارچہ زرد مین بعد اُسکے اپنے گھر مین اُسپر مہر کی اور کہا کہ چادر نہ اوڑھونگا جب تک اُسے جمع
نہ کرلون اور جناب صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تک حضرت اُسے جمع نہین فرما چکے تو جو کوئی زیارت و ملازمت کو
حاضر ہوتا تھا اُسکی ملاقات کے لیے بے اسکے کہ چادر دوش مبارک پر ڈالین باہر تشریف لاتے تھے فقط اسی طرح روایت سے
یہ معلوم ہوتا ہی کہ اِس قرآن کو جو حضرت نے جمع فرمایا تھا اہل خلاف نے نہ لیا اور وہ آنحضرت پاس اور انکی اولاد طاہرین
پاس محفوظ و مصئون اور اُنکی نظر سے باقی رہا پس اگر وہ قرآن اور یہ قرآن جمیع وجوہ سے موافق ہوتا تو چھپانا اُسکا بیکار تھا اور
اگر وہ مخالف اُسکے تھا تو تغیر کا واقع ہونا اِس قرآن مین ثابت ہوا پھر تمھارا دعوی جو اِس قرآن کی نسبت صحت و تواتر
کا ہی یہ کیونکر صحیح ہوگا تو جواب اُسکا یہ ہی کہ قطع نظر اِس خبر کے تواتر و عدم تواتر کے پہلے ہم یہ کب یقین کرتے ہین کہ جو
قرآن سب کے ہاتھ مین ہی وہ وہی قرآن تمام ہی بلکہ نقصان فی الجملہ کا قرآن مین واقع ہونا بسبب اسکے کہ اقوال مین اختلاف ہی
اور بہت سی روائتین جو متواتر المعنی یا قریب متواتر ہون اُسپر دلالت کرتی ہین خالی رجحان سے نہین ہی لیکن ہمارے مطلوب سے

منافی نہین ہی کیونکہ نقصان فی الجملہ سے اسکا قرآن ہونا محتمل نہین ہوسکتا یہ جو کچھ ہی وہ کتاب اللہ ہی دوسرے یہ کہ قرآن
کئی بار جمع ہوا ایکبار زمان جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ مین جمع ہوا اور یہ کلام مخالف و موالف سے دونون سے
سمجھا جاتا ہی چنانچہ سیوطی نے کتاب تحبیر فی علم التفسیر مین لکھا ہی کہ بخاری نے قتادہ سے روایت کی ہی کہ پوچھا مین نے
انس بن مالک سے کہ کس کس نے عہد پیغمبر خدا مین قرآن کو جمع کیا تھا اُسنے کہا کہ چار شخص نے کہ وہ سب انصار سے تھے
اُبی بن کعب اور معاذ بن جبل اور زید بن ثابت اور ابو زید اور دوسری روایت سے اُسنے نقل کی ہی کہ آنحضرت نے فرمایا
کہ قرآن کو چار شخصون سے لو عبد اللہ بن مسعود اور سالم اور معاذ اور اُبی بن کعب سے اور دوسری روایت مین ثابت سے
کہ اُسنے انس سے نقل کیا ہی کہ پیغمبر خدا نے وفات پائی اور قرآن کو جمع نہین کیا تھا مگر چار شخصون نے ابو الدردا اور
معاذ بن جبل اور زید بن ثابت اور ابو زید نے بعد اُسکے کہا ہی کہ انس کے قول سے تمسک ڈھونڈھا ہی بعض ملاحدہ نے
حالانکہ متمسک ہمین اُنکے لیے نہین ہی کیونکہ انس کا حصر چار شخصون مین اپنے علم کے موافق تھا نہ بحسب واقع کے اور
اگر یہ بھی تسلیم کرین کہ چار ہی شخصون نے جمع کیا تھا اکثر نے نہین جمع کیا تو اُس سے یہ تو لازم نہین آتا کہ اگر پارہ پارہ کر کے
جماعت نے حفظ کیا ہو تو وہ بھی منفی ہو جائے اور یہ شرط تواتر کی نہین ہی کہ ہر فرد سب حفظ کرے بلکہ جب سب نے
کل کو حفظ کیا اگرچہ پارہ پارہ کر کے ہو جب بھی تو سب کا حفظ کرنا متواتر ہوا اور قرطبی سے نقل کیا ہی کہ روز یمامہ ستر آدمی
قرا قرآن سے مارا گیا اور اتنے ہی قرا قرآن بیر معونہ کے دن مارے گئے اب چار آدمیون مین کیونکر حصر قرار ہو سکتا ہی
اسکے سوا نہین ہی کہ انس نے جو چار شخصون کی تخصیص کی یا اُسکا سبب یہ ہی کہ انہین تعلق قرآن مجید کے ساتھ زیادہ تھا
یا انس کے ذہن مین وہی حاضر تھے اور قاضی باقلانی نے ملاحدہ کا جواب جو اُس روایت سے انھون نے کہا ہی اچھی
طرح پر دیا ہی جو دیکھنا چاہے وہ کتاب تحبیر مین رجوع کرے فقط دوسری بار وہ قرآن کا جمع کرنا جو وصی برحق نے
بحکم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمع فرمایا کہ پیشتر روایت مذکور ہوئی تیسرے وہ قرآن کا جمع ہونا جو بعہد
خلفائے ثلثہ جمع کیا گیا چنانچہ بعض اس جمع کی نسبت خلیفہ اول کی طرف اور بعضے خلیفہ ثانی کی طرف اور بعض
خلیفہ ثالث کی طرف کرتے ہین ولیکن انحصار جمع قرآن کا زمان خلیفہ ثالث مین تو کسی طرح نہین ہو سکتا کیونکہ اگر ایسا ہو
تو یہ کیونکر اور قرآن ہائے سابقہ کو جلاتے اور تلف کرتے اور اس فعل کی نسبت اُنکی طرف ایسی ہی کہ اُسے علمائے حضرات
اہلسنت بھی تسلیم کرتے ہین جیسا کہ بیان سابق سے واضح ہو چکا ہی پھر وہ کیسے قرآن تھے جو جلائے گئے اور انہین
انحصار جمع قرآن کا کیونکر صحیح ہو سکتا ہی بلکہ کہتے ہین کہ جب مسیلمہ کذاب کی لڑائی مین بارہ ہزار صحابہ کہ جو حافظ قرآن تھے
مارے گئے تو ایک جماعت نے اجتماع اس امر پر کیا کہ خلیفہ ثالث قرآن کو جمع کرین پس حسب تحریک اُنکے انھون نے
جمع کیا اور فاضل سیوطی نے زید بن ثابت سے روایت کی ہی کہ مقتل یمامہ مین ستر آدمی حافظ قرآن مارے گئے تو
موافق تحریک خلیفہ ثانی کے خلیفہ اول نے قرآن جمع کیا اور شیخ حر محدث علیہ الرحمہ نے رسالہ اثبات تواتر قرآن مین کہا ہی

کہ روایات منقولہ اہلسنت کے طریقے پر خصوص جمع قرآن مین متہافت اور مختلف ہین بعضے اسپر دلالت کرتے ہین کہ قرآن
مجید عہد پیغمبر خدا سے محفوظ و مصئون تھا اور بعض سے معلوم ہوتا ہی کہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے قرآن کو جمع کیا اور
وہ یہی ہی جو سب کے پاس موجود ہی اور بعض کی دلالت اسپر ہی کہ ابو بکر نے جمع کیا تھا اور بعض اسپر دلالت کرتے ہین کہ
عمر ابن خطاب نے جمع کیا تھا اور بعض سے واضح ہی کہ عثمان نے جمع کیا تھا اور بعض مین ہی کہ قرآن مکرر جمع ہوا اور جسنے کہ
جمع کیا نقل نہین کیا مگر پیغمبر خدا سے پس وہ منافی تواتر کے نہین ہوتا ساتھ اسلئے کہ روایات عامہ محل اعتماد نہین ہین اور
اُس تواتر متواتر ہین کہ جو دل کی طرف رجوع کرنے سے اور جو اخبار کہ اُسوقت مشہور ہین انکی رو سے معلوم ہو قادح نہین ہو سکتین
اور خلفا کا اعتماد کرنا بعض کی روایت پر دلالت نہین کرتا اس بات پر کہ اسکا علم اُن گواہون مین منحصر تھا کیونکہ انکا اپنے جمع مین
اکتفا کرنا اُن گواہون پر اسکی منافی نہین ہی کہ اور بھی اُن گواہون کے سوا علم قرآن رکھتے تھے حالانکہ مفسر تفسیر کبیر نے کہا ہی
کہ جو کچھ خلیفہ ثانی کے قرآن جمع کرنے کی کیفیت لکھی ہی کہ گواہون کو طلب کرتے تھے پھر اگر عادل گواہون نے گواہی دی
تو اُسے قبول کرتے تھے یہ کذب صریح ہی بلکہ پیغمبر خدا نے بنفس نفیس اپنے خود قرآن کو جمع کیا تھا اور اِن مصاحف مین اختلاف
کئی وجہون سے محتمل ہی جیسا کہ اشارہ اسکی طرف روایات السبعۃ احرف وغیرہ سے گذرا ساتھ اسکے کہ آیات و سورون کی
جمع اصحاب نے اپنی اجتہاد سے کی ہی ابن فارس نے کہا ہی کہ قرآن کی جمع دو طرح ہوئی ہی ایک سورون کی تالیف اسکے
متولی اصحاب ہوئے ہین دوسرے آیات کا سورون مین جمع کرنا پس یہ توقیفی ہین پیغمبر خدا خود اسکے متولی ہوئے ہین
موافق اسکے جو جبرئیل نے بحکم خدا پہونچایا اور سیوطی نے کہا ہی کہ اس بات پر دلیل اختلاف مصاحف کا ہی سورون کی ترتیب مین
پس بعضون نے اُسے موافق نزول کے ترتیب کے جمع کیا اور وہ علی ابن ابیطالب کا مصحف تھا کہ اول اسکا اقرأ باسم ربک تھا
اور بعد اسکے مدثر اور بعد اسکے مزمل بعد اسکے تبت بعد اسکے تکویر اور اسی طرح اور مصحف ابن مسعود مین پہلے سورہ
بقر تھا اور بعد اسکے سورہ نسا تھا اور اسی طرح اور چونکہ اہم مقصود تواتر آیات کا ہی کہ جو موجود ہین اور مدلول اُن روایات کا
جو مذکور ہوئین اور سوا اسکے جو اور روایات کہ اُنسے یہ معلوم ہوتا ہی کہ تغیر واقع اسمین ہوا ہی اُن سب کا مدلول یہ ہی کہ یا تغیر
اِسطرح ہوا ہی کہ تبدیل ایک لفظ کی دوسرے کے ساتھ ہوئی ہی اِسطرح کہ وہ دوسرا لفظ بھی لغات سبعہ احرف مین تھا
جو قرآن سے خارج نہین ہی جیسا کہ سیوطی نے ابی عبید اور ثعلب اور زہری سے حکایت کی ہی کہ مراد سبع لغات مین یا بعض
الفاظ کا اسقاط ہی یا اختلال ترتیب مین ہی اور ہر چند کہ اہلسنت ترتیب آیات کو توقیفی جانتے ہین اور پیغمبر خدا کی طرف منسوب
کرتے ہین لیکن بعض روایات انکی اسکے خلاف پر دلالت کرتی ہین سیوطی نے کتاب تحبیر مین کہا ہی و نعم یشکل علی ذلک
ما اخرجہ ابو داؤد فی المصاحف باسنادہ عن ابی عبد اللہ بن الزبیر عن ابیہ کہا ہی اسنے کہ حارث بن خزیمہ دو آیت آخر سورۂ برات کے
لایا پس کہا اُسنے کہ مین گواہی دیتا ہون کہ مین نے اِن دونون کو پیغمبر خدا سے سنا ہی بعد اسکے خلیفہ ثانی نے کہا کہ مین گواہی
دیتا ہون کہ مین نے اِن دونون آیتون کو سنا ہی اور پھر کہا کہ اگر تین آیتین ہوتین تو مین علیحدہ اُس سے ایک مستقل سورہ

قرار دیتا پس اب جو سورہ آخر قرآن مین ہو اسکے آخر مین ان آیتون کو ملا دو اور ابن حجر نے کہا ہی کہ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہی کہ اصحاب آیات کو سورون کی اپنے اجتہاد سے تالیف کرتے تھے اور سب اخبار اسپر دلالت کرتے ہین کہ انھون نے یہ تالیف باجتہاد خود نہین کی بلکہ موافق توقیف کے ہی اور فاضل سیوطی نے کہا ہی کہ اس روایت سے روایت ابن ابی داؤد کی جو طریق ابی عالیہ سے ابی بن کعب سے مروی ہی معارضہ کرتے ہین کیونکہ اسمین یہ ہی کہ اصحاب قرآن کو جمع کرتے تھے جب آیت تک پہونچے جو سورہ برات مین ہی ثم انصرفوا صرف اللہ قلوبہم بانہم قوم لا یفقہون تو انھون نے گمان کیا کہ یہ آخر نازل ہی پس ابی نے کہا کہ بہ تحقیق پیغمبر خدا نے مجھے اسکے بعد اور دو آیتین پڑھائی تھین لقد جاءکم رسول سے آخر سورہ تک انتہی کلامہ الغرض جملہ اس اختلاف سے کہ جو جمع قرآن مین واقع ہوا یہ نہین ثابت ہوتا کہ کوئی آیت یا آیات قرآنی کلام خدا نہین ہی اور جب یہ نہوا تو جو کچھ ہوا وہ ہو لیکن یہ سب کلام خدا ہی اور عمدہ دلیل اُن دلائل سے جنسے یہ ثابت ہوتا ہی کہ قرآن مین زیادتی نہین ہوئی یہ ہی کہ آیات اور سورے قرآن کی فصاحت و بلاغت مین ہر کلام سے ممتاز ہین اور بلند ترین مرتبہ فصاحت کو پہونچے ہوے ہین کہ ماہران فنون عربیت اور علماے ادب اور جو کہ صاحبان فہم و سلیقہ لغت عرب مین ہین وہ یقینی جانتے ہین کہ ایسا کلام قوت بشری سے باہر ہی پھر اگر کوئی اور کلام اس سے ملتا تو جو نظم و نسق اور اسلوب مرغوب اسکا ہی بالضرور اسمین خلل واقع ہوتا اور وہ فقرہ ملایا ہوا ایسا معلوم ہوتا ہی کہ جیسے انسان کے پہلو مین ایک پتھر رکھا ہوا ہی اور وجدان و ذوق سلیم گواہی اسکے خلاف کی دیتا ہی ساتھ اس بات کے کہ اسکا معجز نازل ہونا اور اسوقت تک معجز ہونا متواتر ہی پھر کیونکر یہ خیال ہو سکتا ہی کہ اسمین تغیر واقع ہوا ہان اگر کوئی خصوصیات جزئیہ مین مثل بعض عبارات و تراکیب کے کچھ کہے تو یہ کہنا قادح نہین کیونکہ ہم کہتے ہین کہ اسکا کل معجز ہی نہ یہ کہ ایک ایک فقرہ

فتذکر مقام ثانی بیان وجوہ اعجاز قرآن مین جان تو کہ قرآن شریف ایک کلام ہی کہ جسکی تالیف خدا کی طرف سے واقع ہوئی ہی اور مرکب ہی الفاظ سے اور حروف سے اور وہ نقوش جو اسپر دلالت کرتے ہین اُنکا نام بھی قرآن ہی جیسا کہ دلالت کرنے والے کو مدلول کے نام سے مسمی کرتے ہین اور اسی طرح حق تعالی نے فرمایا ہی بل ہو قرآن مجید فی لوح محفوظ اور یہ نام علم جنس سے ہی نہ علم شخصی اور اسکی تالیف بر وجہ اعجاز واقع ہوئی ہی اور وہ خدا کی طرف سے پیغمبر خدا کی طرف نازل ہوا ہی اور متعدد روایات سے مفہوم ہوتا ہی کہ سب قرآن ایک مرتبہ لوح محفوظ سے بیت المعمور کی طرف ماہ مبارک رمضان مین شب قدر کو نازل ہوا اور وہان سے تیئیس برس کی مدت مین بتدریج جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ پر نازل ہوا اور جناب سید سند نے فرمایا ہی کہ بعض افاضل نے شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے موافق کہا ہی کہ علم قرآن کا ایکبار حضرت کو عطا فرمایا اور اسی لیے حق تعالی فرماتا ہی ولا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیہ اور اس آیت سے اس معنی کا ارادہ کرنا محل تامل ہی اور اسی جہت سے صاحب مجمع البحرین نے اس آیت کے معنی مین کہا ہی ای ینتہی الیک بیانہ اور شیخ مفید علیہ الرحمہ نے فرمایا ہی کہ اس آیت مین دو وجہ اور ہین سوا اسکے جو صدوق علیہ الرحمہ نے کہا ہی اور اسپر ایک حدیث شاذ کے موافق تکیہ کیا ہی

مقام ثانی بیان وجوہ اعجاز قرآن مین

اول اُن دونون وجہون میں ہی ہی اِس سے کہ تاویل قرآن کی طرف جلدی نہ کر قبل اِسکے کہ وحی اُسکے ساتھ نازل ہووے
دوسرے یہ کہ جبرئیل قرآن کی وحی لاتے تھے تو وہ حضرت اُنکے ساتھ حرف بحرف تلاوت کرتے تھے پس حق تعالی نے نہی
اس بات سے فرمائی اور مامور کیا آنحضرت کو وحی فرمانے کو کان رکھکر تا اختتام و انفراغ اُسکے شنیدن اور جب وحی تمام ہوجاے
اُسکے ساتھ تو اُسکی تلاوت و نطق فرماوین اور یہی دونون احتمال تفسیر بیضاوی سے بھی ظاہر ہوتے ہین اور احتمال اخیر کہ موید
وہ ہی جو علی بن ابراہیم علیہ الرحمہ نے اپنی تفسیر مین روایت کی ہی جسکا محصل یہ ہی کہ پیغمبر خدا کا حال یہ تھا کہ جب وحی نازل ہوتی تھی
حضرت پر تو قبل تمامی نزول آیت کے اُسکے پڑھنے کی طرف سبقت فرماتے تھے اور اسی کے مطابق حضرات اہل سُنت کی
تفسیرون مین بھی روایات مقاتل اور سدی اور عطا اور ابن عباس سے منقول ہی لیکن تعلیل اُنکے یہان یہ ہی کہ یہ امر حضرت
اس جہت سے کرتے تھے کہ تا بھول نہ جاوین اور واقع مین یہ ہی کہ یہ بنا بر اُنکے مذہب کے ہی جو نسیان کو نبی پر جائز رکھتے ہین
نہ ہمارے موافق کیونکہ ہم تجویز نہین کرتے کہ نبی کو سہو و نسیان عارض ہوتا ہی بلکہ ہمارے نزدیک وہ نہین ہی کہ اسکا سبب
محض زیادتی اشتیاق کے تلقی وحی ربانی کے ساتھ باعث اسپر ہوتا ہو اور وجہ اول کا موید یہ ہی کہ جو حق تعالی نے فرمایا ہی و
قُل رَّبِّ زِدْنِی عِلْمًا اور فاضل فخر رازی نے کہا ہی کہ سبب ممانعت یہ ہوا کہ واجب ہی کہ معنی کلام مین اتنا توقف کرے
کہ متکلم کلام سے فارغ ہوجاے کیونکہ جائز ہی کہ بعد اسکے کوئی استثنا یا شرط یا سوا اُسکے اور کچھ حاصل ہو انتہی کلامہ
لیکن یہ اسناد مبادرت تاویل کے قبل فراغ کے جسکے نقص کو فاضل مذکور نے کیا ہی اور اُسکا ادب بیان کیا ہی آنحضرت کی طرف
شایان نہین ہی اور اسی آیت کے معنی مین ایک اور قول بھی ذکر کیا ہی اور اُسے بعید جانتا ہی اور وہ یہ ہی کہ اہل مکہ اور پیشوایان
بنی نجران نے جب کہا کہ ای محمد خبر دو ہمین اس سے اور ایسے اور ہمنے تمھارے لیے جواب دینے کو تین دن کی مہلت دی
پس حضرت پر وحی کے نازل ہونے مین دیر ہوئی پس حضرت نے اُس بارے مین عجلت فرمائی تو حق تعالی نے نازل فرمایا
اس آیت کو ای وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِن قَبْلِ أَن يُقْضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُهُ مِنَ اللَّوْحِ الْمَحْفُوظِ إِلَىٰ إِسْرَافِيلَ وَمِنْهُ إِلَىٰ جِبْرَئِيلَ وَمِنْهُ إِلَيْكَ
فقط اور ظاہر ہین یہ وجہ بہ نسبت اور معانی کے لفظ و معنی کی راہ سے قریب الفہم ہی لیکن قرب لفظی پس اس وجہ سے کہ لَا تَعْجَلْ
بالقرآن اس صورت مین حقیقت کی طرف قریب تر ہی بہ نسبت اُسکے حمل کرنے کے اُس عجلت پر جو تاویل مین یا معنی آیت مین
یا مثل اُسکے فرض کیجاے اور لیکن قرب معنوی پس اس جہت سے کہ حق تعالی مصالح تاخیر کو سب سے زیادہ پہچانتا ہی پس
بندگان خاص کو ہمین اقتراح زیبا نہین ہی هذا ما افاده اعلى الله مقامه لیکن راقم رسالہ کہتا ہی کہ اگرچہ یہ معنی لفظًا اور
معنًی اقرب ہین لیکن تعلیم یافتگان مدرسہ فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ کے شایان یہ بھی نہین ہی کہ باوجود ابطاء نزول وحی جواب سوال
اور مہلت دے کفا عمل مین آئی اقدام عجلت پر کرین لیکن سبب اسکا جو اوپر مذکور ہوا کہ محض زیادتی اشتیاق تلقی وحی ربانی کا
سبب اسکا ہوتا تھا البتہ قوی ہی والله یعلمه بالجملہ اب یہ بات کہ قرآن معجزہ ہی پس اسپر دلیل یہ ہی کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
و آلہ نے تحدی فصحا و بلغاے عرب سے بعد نزول اُسکے فرمائی یعنی فرمایا کہ اگر کسی کو تم مین سے یہ شبہہ ہو کہ یہ کلام خدا نہین ہی

تو اسکے مثل کلام لاؤ اور باوجود اسکے کہ اسوقت کثرت انکی بہت تھی اور فصاحت و بلاغت شائع تھی لیکن سب معارضۂ قرآن سے
عاجز آئے اور کوئی جواب نہ لا سکا اور لڑائی اور مقاتلہ کو انکے بعد اختیار کیا جیسا کہ حق تعالیٰ انکے عاجز آنے سے خبر دیتا ہے
جہاں کہیں کہ فرماتا ہے وَاِن کُنتُم فِی رَیبٍ مِّمَّا نَزَّلنَا عَلٰی عَبدِنَا فَاتُوا بِسُورَۃٍ مِّن مِّثلِہٖ اور پھر فرماتا ہے دوسرے آیہ میں کہ فَاتُوا
بِعَشرِ سُوَرٍ مِّثلِہٖ اور دوسری آیت میں فرماتا ہے قُل لَّئِنِ اجتَمَعَتِ الاِنسُ وَالجِنُّ عَلٰی اَن یَّاتُوا بِمِثلِ ھٰذَا القُراٰنِ لَا یَاتُونَ بِمِثلِہٖ
وَلَو کَانَ بَعضُھُم لِبَعضٍ ظَھِیرًا یعنی اگر تمکو شک ہے اس میں جو ہمنے اپنے بندے پر نازل کیا ہے پس لاؤ ایک سورہ مثل
اس قرآن کے اور سب عاجز ہوگئے اور کسی سے نہو سکا کہ ایک چھوٹے سورہ کے برابر جو چار آیت سے زیادہ پر مشتمل
نہیں ہے لا سکیں اور ہر چند کہ حق تعالیٰ نے مبالغہ اس مثل کے لانے کے لیے فرمایا اور کہا کہ اگر سب انسان اور بنی جان
جمع ہوں اس طرح کہ ایک دوسرے کی معاونت کرے اسمیں کہ اسکا مثل لاسکیں تو قدرت نہیں ہے کہ اسکا مثل لائیں مگر باوجود
اسکے بھی معارضہ نہ کر سکے اور اگر قادر ہوتے معارضہ پر تو ضرور معارضہ کرتے لیکن اگر کوئی اس جگہ یہ کہے کہ محتمل ہے کہ باوجود
قدرت معارضہ قلت التفات کے باعث سے یا بسبب انکی مہمات عظیمہ کے ساتھ مشغول ہونے کے درپئے معارضہ کے
نہوئے یا معارضہ کیا ہو لیکن اسکی خبر ہمیں نہیں معلوم ہوئی تو اسکا جواب ہم یہ دینگے کہ یہ احتمال کسی کام کا نہیں ہے کیونکہ
جب کوئی معارضہ طلب کرتا ہے تو اسوقت طبیعت بشری جو مخلوق اسی صفت پر ہے کہ ایسے وقت میں ہمت کو صرف کرتے ہیں
اور جو اسکے ماہر ہیں انکی حمیت کا یہ مقتضی ہے کہ اسمیں بہت اہتمام کرتے ہیں اور دفع خصم کو کیسی ہی وجہ ضعیف کیوں نہو
بڑی بات جانتے ہیں اور اسکے ذریعہ سے دفع کرتے ہیں نہ یہ کہ تھوڑی وجہ سے دفع خصم ممکن و سہل ہو اور اسے چھوڑیں
اور متوجہ نہوں یہ تو کسی عقلمند کا کام نہیں ہے اور قرآن کے مثل کا نہ لاسکنا یہ دلیل عجز کی ہے اور یہ احتمال کہ معارض ہوا ہو
لیکن نقل نہوا باوصف اسکے کہ نقل کرنے کے اسباب بہت تھے اور اگر ایسی بات ہوئی ہوتی تو جسقدر منکرین نبوت کی
جماعت کثیر تھی وہ سب کسی طرح اس خبر کو مشہور و منتشر کرتے پس ایسے احتمال کے بیان کی طرف کان رکھنا عاقل کو جائز
نہیں ہے اور چونکہ اسوقت جو زمانہ طلب معارضہ کا تھا فصاحت و بلاغت قوم عرب میں بہت شائع تھی اسلیے حجت
انپر تمام تر ہوئی اور اسی جگہ سے یہ بات ہے کہ جس زمانے میں جو پیغمبر مبعوث ہوا غالب معجزہ اسکا جنس سے اس فن کے
ہوا ہے کہ جو اسوقت میں زیادہ شائع تھا تاکہ بسبب اسکے حجت انپر تمامتر اور لازم تر ہو ثقۃ الاسلام نے کلینی میں ابو یعقوب
بغدادی سے روایت کی ہے کہ ابن سکیت نے حضرت امام موسی کاظم سے پوچھا کہ کیا سبب ہے کہ حق تعالیٰ نے معجزہ کو
حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور جناب پیغمبر خدا احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کے مختلف قرار دیا حضرت نے فرمایا کہ جب
موسیٰ مبعوث ہوئے اس زمانے میں سحر انکی امت میں شائع تھا پس حق تعالیٰ نے اپنی طرف سے وہ چیز عنایت فرمائی
کہ مثل اسکا انکی طاقت سے باہر تھا اور انکے سحر و جادو کو باطل کرتا تھا تاکہ حجت انپر ثابت ہو جائے اور جب حضرت عیسیٰ کو
بھیجا وہ ایسا وقت تھا کہ کہنہ بیماریاں زیادہ تھیں اور لوگ طب کی طرف بہت محتاج ہوتے تھے پس انہیں وہ چیز خود بخشی

کہ مثل اسکے اُسوقت کے طبیبان حاذق و کامل سے نہو سکتی تھی پس انہون نے مُردون کو زندہ کیا اور اندھے مادر زاد کی
آنکھین روشن کین اور مبروص کو بحکم خداوند عالم اچھا کیا اور اس سبب سے حجت اُنپر تمام ہوئی اور بعد اسکے بھیجا محمد صلی اللہ علیہ
و آلہ کو ایسے وقت مین کہ سب اہل عصر حضرت کے غالب خطبے و اشعار اور کلام تھا کہ اسے وہ اپنا افتخار جانتے تھے پس
حق تعالیٰ نے آنحضرت کو قسم مواعظ و نصائح و حکم سے ایسی چیز عطا فرمائی کہ جسنے اُنکے قول کو باطل کیا اور حجت کو انپر
تمام کیا جناب آخوند صاحب نے اِس حدیث کے مضمون کو نقل کرنے کے بعد کہا ہی کہ جس زمانے مین کہ پیغمبر مبعوث ہوئے
عرب مین مدار کار فصاحت و بلاغت کے فن پر تھا اور اشعار و غزلیات فصیح و بلیغ لاتے تھے اور خانہ کعبہ پر انکا لٹکاتے تھے
اور اسپر فخر کرتے تھے اُسوقت حضرت قرآن مجید کو لائے اور فرمایا کہ اگر میرے پیغمبر ہونے مین شک رکھتے ہو مثل اس قرآن کے
لاؤ ولیکن کسی کو قدرت نہوئی حالانکہ یہ سب متوجہ ہوے اور اتفاق باہم اس بات پر کیا کہ مثل اسکے لائین لیکن مثل چھوٹے
سورہ کے بھی نہ لاسکے حالانکہ بڑی حرص اور آرزو اس بات کی رکھتے تھے کہ حضرت کی تکذیب جسطرح ممکن ہو کرین اور
کیسی کیسی بڑی بڑی لڑائیان لڑے کہ جسمین ہزارہا آدمی مارے گئے اور قید ہوے لیکن جو انسے معارضہ طلب کیا گیا تھا
وہ نہ لاسکے اور اگر قادر ہوتے تو یقینی یہ امر ہی کہ ضرور لاتے حالانکہ بہت سے علما و فصحا و عقلا عرب مین اور اہل کتاب مین
اُسوقت تھے اور اب تک بھی ہین اور ہر عصر مین دشمن حضرت کے بہ نسبت دوستون کے زیادہ رہے ہین لیکن کبھی مثل
قرآن کے نہ لاسکے اور نہ لاسکتے ہین پس معلوم ہوا کہ یہ جنس فعل بشر سے نہین ہی بلکہ خالق عالم کا فعل ہی اور اگر حضرت پیغمبر
نہوتے تو حق تعالیٰ ایسی بات کو انکی زبان پر جاری نہ کرتا و الا برانگیختہ کرنا خلق کا کذب و دروغ و اضلال سے اور بہت
انواع کی قباحتین لازم آتین اور وہ قبیح ہی اور حق تعالیٰ سے قبیح کا صادر ہونا محال ہی انتہی کلامہ اور وجہ اعجاز قرآن مین
اختلاف علمائے اسلام مین ہی چنانچہ محقق نے تجرید مین فرمایا ہی کہ اعجاز قرآن کو تین طرح کہتے ہین ایک یہ کہ بسبب فصاحت کے
معجز ہی دوسرے یہ کہ اسلوب و فصاحت دونون طرح سے معجز ہی تیسرے یہ کہ بسبب صرفہ کے معجز ہی اور معنی اسکے یہ ہین کہ
حق تعالیٰ نے اُن اشخاص کی ہمتون کو جنسے معارضہ طلب کیا گیا تھا باوصف اسکے کہ وہ صاحب قدرت تھے لیکن
حق تعالیٰ نے انہین اِس ارادے کی طرف متوجہ ہونے سے اور مثل قرآن کے لانے سے باز رکھا اور فرمایا ہی کہ یہ سب وجوہ
محتمل ہین اور اسکی شرح مین قوشجی نے کہا ہی کہ جمہور علما کا یہ مسلک ہی کہ قرآن معجز ہی بواسطہ اسکے اعلاے طبقہ فصاحت و اقصی
مرتبہ بلاغت مین ہونے کی اِس وجہ سے کہ فصحاے عرب نے اُسے پہچانا ہی اپنے سلیقہ سے اور ممارست سے علماے
عربیت نے فن معانی و بیان مین اور علم بدیع اور انواع قواعد نحو سے یقین کیا ہی کہ اگر تمام علماے دنیا متفق ہو جائین
جب بھی اسکے معارضہ پر قادر نہوسکینگے اور مراد مصنف کی فصاحت سے اسکے وہ معنی ہین جو فصاحت اصطلاحی اور
معنی بلاغت کو عام ہون اور فصاحت کا اطلاق اس معنی پر شائع ہی اور بعض معتزلہ کہتے ہین کہ اعجاز قرآن کا بجہت
اسکے اسلوب غریب اور نظم عجیب کے ہی کہ اہل ادب اور عرب کا کلام جو اشعار اور رسائل اور خطب مین ہی وہ ہرگز اُسے

نہین پہونچتا قاضی باقلانی اور امام بحرین نے کہا ہی کہ اعجاز کی وجہ اجتماع دونون وصفون کا ہی اور ہر واحد اعجاز مین
تنہا کافی نہین ہی اور یہ اس شبہہ سے کہا ہی کہ بعض نے ادعا کیا ہی کہ اعظم ابلغا کا کلام جو اشعار و خطب مین ہی وہ بھی فصاحت
قرآن سے ظاہر مین قریب معلوم ہوتا ہی پھر کسطرح توہم معارضہ کا دروازہ بند ہو اور بعض نے ادعا کیا ہی کہ بعض کلام
رکیک کا نظم مشابہ کلام الہی سے ہی مثل مسیلمہ کذاب کے ترہات کے علیہ اللعنۃ والعذاب جو اُسنے کہا ہی اَلْفِیْلُ مَا الْفِیْلُ
وَمَا اَدْرٰیکَ مَا الْفِیْلُ لَہٗ ذَنَبٌ وَبِیْلٌ وَخُرْطُوْمٌ طَوِیْلٌ ولیکن واضح ہو کہ یہ سب اوہام فاسدہ اور وساوس کاسدہ مین
اَیْنَ الثُّرَیَّا مِنَ الثَّرٰی وَاَیْنَ النَّعَامَۃُ مِنَ الْکُرْکِیِّ اور یہ بات جسے ذوق فصاحت ہی اور اہل براعت کے کلام سے انس ہی
اُسپہ پوشیدہ نہین ہی۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ اور نظام اور اکثر فرقہ معتزلہ سے اور سید مرتضیٰ علم الہدیٰ اعجاز
قرآن کو صرفہ کی جہت سے قرار دیتے ہین اور صرفہ کے معنی اوپر مذکور ہو چکے ہین اور صرفہ تین طرح ممکن ہی ایک یہ کہ
حق تعالیٰ نے جسوقت معارضین نے قصد معارضہ کیا ہو اُسوقت اُنسے قدرت معارضہ کو سلب کیا ہو یا داعی اور
معارضہ کے ارادے کو سلب فرمایا ہو یا اُن علوم کو سلب کیا ہو جو موقوف علیہ معارضہ کے ہین جیسا کہ جناب
سید مرتضیٰ کی تجویز ہی اور یہ اگرچہ اثبات اعجاز کو کافی ہی لیکن وجدان سلیم اسکے خلاف کا حاکم ہی اور سلب داعی اور ارادہ کا
قول بھی رکیک ہی پس پہلا متعین ہو گا پس وجہ اول مستقل اعجاز کے لیے ہی اور وہی عمدہ وجہ ہی اگرچہ اور بھی وجوہ ہین
جناب آخوند صاحب نے حق الیقین مین دو قول کو نقل کر کے چند وجہین اپنی تحقیق کے موافق لکھی ہین ملخص اس کلام کا
یہ ہی کہ وجہ اعجاز قرآن مین اختلاف ہی کہ آیا وہ بسبب اسکے کہ کمال مرتبہ فصاحت و بلاغت مین ہی اس سے معجز ہی یا اس
جہت سے کہ معارضین وقت طلب معارضہ جب ارادہ کرتے تھے کہ معارضہ کرین تو حق تعالیٰ اُنکے دلون کو اور ذہنون کو
اس ارادے سے پھیر دیتا تھا یہانتک کہ وہ اس امر پر قادر نہو سکتے تھے کہ مثل اسکا لا سکین اور اگرچہ اعجاز دونون جہتون سے
حاصل ہو سکتا ہی لیکن حق یہ ہی کہ اعجاز کئی وجہون سے تھا پہلے یہ کہ اُسکی فصاحت و بلاغت ایسی ہی کہ جو کوئی غیر عرب سے
قرآن کو سنتا ہی تو امتیاز اسکا اور کلامون سے سمجھتا ہی اور جو فقرہ اُسکا کسی کلام فصیح کے بیچ مین واقع ہوتا ہی مثل یاقوت
رمانی و لعل بدخشانی کے چمکتا ہی اور سب فصحاے عدنان اور بلغاے قحطان نے کہ فصاحت اُنکی اعلیٰ درجہ کی تھی اُسکی [illegible]
و بلاغت کا یقین کیا تھا اور روایت کی ہی کہ جو کوئی کچھ کلام فصیح و بلیغ یا شعر فصیح کہتا تھا مفاخرت کے لیے خانہ کعبہ پر
لٹکاتا تھا جب یہ آیہ نازل ہوا وَقِیْلَ یٰۤاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَكِ وَیٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ وَغِیْضَ الْمَآءُ وَقُضِیَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِیِّ
الخ تو سب اس خوف سے کہ ہماری رسوائی ہو گی بمقابل اس فصاحت کے رات کو آ کر اپنے اپنے لکھے ہوے کلام اتار لیگئے
اور چھپا رکھے انتہی تلخیص بعض کلامہ رحمہ اللہ فاضل قوشجی نے کہا ہی کہ فصحاے عرب حسن نظم و بلاغت و سلاست اور
جزالت قرآن سے تعجب کرتے تھے اور رقص مین آتے تھے اور بیخودی سے سر دھنتے تھے جب کہ اس آیہ کریمہ کو سنتے تھے
بسبب مجتمع ہونے اُن صفات کے جو اس آیہ مین ہین اور جناب غفران مآب نے کتاب عماد الاسلام مین فرمایا ہی کہ اس معنی کی

تائید کرتی ہی خرائج کی روایت کہ ابن ابی العوجا اور تین شخصون کے ساتھ فرقہ دہر پرست کے مکہ معظمہ مین آپسمین متعہد ہوے
کہ اس بات پر کہ ہر ایک اُنمین سے چوتھائی قرآن کا معارضہ کرے اور وعدہ کیا کہ سال آیندہ تک اس مہم سے فارغ ہون جب
سال گذر گیا اور آپسمین مجتمع ہوے تو ایک نے اُنمین سے کہا کہ مین اپنے ارادے سے باز رہا جب دیکھا مین نے قول خدا کو
يَا اَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ اَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ دوسرے نے کہا کہ جب مین نے یہ قول قرآن مین پایا فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا
تو معارضہ کی ہوس جاتی رہی اور مایوس ہوا مین کہ اب معارضہ نہو سکے گا اور یہ باتین آپسمین آہستہ آہستہ کرتے تھے کہ
ناگہان حضرت صادق اُنپر ہو کر گذرے پس اُنکی طرف منھ کرکے فرمایا قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى اَنْ يَاْتُوا بِمِثْلِ هٰذَا
الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ پس وہ سب مبہوت ہو گئے فقط پھر اخوند صاحب فرماتے ہین کہ دوسری وجہت غرابت
اسلوب کی ہی کہ ہر چند کوئی فصیحون کے کلام اور اشعار و خطب کا تتبع کرے لیکن اس نظم عجیب کے قریب اور شبیہ اس اسلوب
غریب کے نہین پا سکتا اور جب قرآن نازل ہوا تو جتنے اُس زمانے مین بلغا تھے وہ سب اسکی غرابت سے متعجب و حیران تھے
اور مؤید ہی اس سے وہ روایت جو کہ جناب امام رضا سے عیون اخبار الرضا مین مروی ہی کہ ذَكَرَ الْقُرْاٰنَ يَوْمًا فَعَظَّمَ الْحُجَّةَ
فِيهِ وَالْاٰيَةَ وَالْمُعْجِزَةَ فِي نَظْمِهٖ جناب غفران مآب نے اس روایت کو عماد الاسلام مین نقل کرنے کے بعد فرمایا ہی کہ اس قول مین
آنحضرت کے اشارہ ہی اس بات کی طرف کہ اعجاز مین نظم قرآن کو بھی فی الجملہ مداخلت ہی تیسری وجہ جو اخوند صاحب نے
فرمائی ہی وہ یہ ہی کہ قرآن مین اختلاف نہین ہی جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہی وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ
اخْتِلَافًا كَثِيرًا یعنی اگر قرآن غیر خدا کی طرف سے ہوتا تو ہر آئینہ اسمین بہت اختلاف پاتے کیونکہ جب کوئی کلام انسان سے
ایسا طویل صادر ہوتا ہی تو ممکن نہین ہی کہ وہ تناقض و اختلاف پر مشتمل نہو بسبب دو وجہون کے ایک جہت اختلاف حکم و
مضمون سے خصوصاً جبکہ اسکا انشا کرنے والا خود لکھا پڑھا بھی نہو اور ون سے ایک ایک آیت اور ایک ایک سورہ لکھواتا ہو
اور ان لکھنے والون مین بھی اکثر منافق اور دشمن اُسکے ہون فقط واضح ہو کہ حقیقت مین کوئی اختلاف قرآن مین نہین ہی اگرچہ زنادقہ
اپنی نافہمی سے اسمین شبہے کرتے ہین لیکن جب بتامل دیکھو تو سب کا جواب بہت واضح ہی احتجاج طبرسی علیہ الرحمہ مین ماثور ہی
کہ ایک زندیق حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت مین حاضر ہوا اور حضرت سے عرض کی کہ اگر قرآن مین اختلاف و تناقض
نہوتا تو مین یقینی آپ کے دین مین داخل ہو جاتا پس حضرت نے پوچھا کہ اختلاف کہان ہی اسنے کہا کہ ایک جگہ خدا فرماتا ہی کہ
نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اور دوسری جگہ فرمایا ہی وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا حضرت نے فرمایا کہ نَسُوا اللّٰهَ کے معنی یہ ہین کہ فراموش کیا
اُنھون نے عمل خیر کو دنیا مین یعنی نیک کام نہ کیا پس حق تعالی نے اُنھین آخرت مین فراموش کیا یعنی اُنکے لیے ثواب کو مقرر
نہ کیا اور جو حق تعالی نے فرمایا ہی وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا اسکے معنی یہ ہین کہ پروردگار تیرا اُنمین سے نہین ہی کہ جنھین سہو و نسیان
و غفلت او صفات نقصان آئین عارض ہوتے ہین بلکہ وہ جاننے والا ہی سب امرون کا اور یاد رکھنے والا ہی سب چیزون کا
فقط حاصل کلام معجز نظام امام علیہ السلام یہ ہی کہ جو لفظ نسیان کا آیہ وَمَا رَبُّكَ نَسِيًّا مین ہی وہ وہ نسیان ہی جو بمعنی سہو و غفلت کی ہی

حق تعالی اِس صفات سے منزہ ہے اور لفظ نسیان کہ جو قول خداوند تعالی فَنَسِيَهُمْ مین وارد ہی وہ اس معنی پر نہین ہی بلکہ ترک
ثواب کے معنی پر ہی جیسا کہ نسیان جو کفار و فساق کی طرف نَسُوا اللّٰه مین ہی وہ بھی بمعنی ترک عمل خیر کے ہی اور اگر یہ ہوتا تو حق تعالی
نسیان حقیقی کے معنی پر کیونکر مواخذہ فرماتا اور یہ معنی نسیان کے لغت عرب مین واقع ہین جیسا کہ کبھی عرب کہتے ہین قد نسینا
فلان فلا یذکرنا ای انہ لا یامرھم بخیر و لا یذکرھم بہ اور یہ روایت احتجاج مین بہت بڑی ہی جو چاہے اسکی طرف
رجوع کرے فقط پھر آنحضرت صاحب فرماتے ہین کہ دوسرے اختلاف فصاحت مین ہی کیونکہ قصیدے اور خطبے افصح فصحا کے
جو دیکھے جاتے ہین تو اُسکا حال یہ ہی کہ اگر ایک فقرہ اُسکا فصیح ہی تو دوسرا فقرہ صحیح نہین ہی اور اگر ایک بیت اسکی عالی ہی تو
دوسری واہی ہی اور اگر ایک جزو اُسکا تحقیق مین ہی تو دوسرا جزو لہو و باطل و تزریق ہی اور وہ کلام کہ جو اول سے آخر تک
سب اعلی درجہ بلاغت مین ہی اور سب حقائق و معارف پر مشتمل ہی صادر نہین ہوتا مگر اُس سے کہ کوئی اختلاف اسکی ذات و
صفات و فعال و احوال مین نہو وجہ چہارم اُسکا مشتمل ہونا معارف ربانی پر ہی کیونکہ جب قرآن کے نازل ہونے کا
وقت تھا اُسوقت عرب مین خصوصًا اہل مکہ مین علم نہ تھا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے بعثت سے پہلے کسی کے ساتھ
علمائے اہل کتاب سے یا غیر اُنکے سے صحبت و معاشرت نہ فرماتے تھے اور بہت سفر بھی اور بلاد کی طرف نہین فرمایا کہ
یہ احتمال ہو کہ اور بلاد مین جاکر علوم حاصل کیے باوجود اسکے جو کہ حکمانے ہزارون برس سے معارف الہی مین فکر کی ہی بیان
ہر سورے اور ہر آیہ مین باحسن وجوہ اُس سے بیان فرمایا ہی اور وہ بات جو عقول سلیمہ اور افہام مستقیمہ کی مخالف ہو مطلقًا
اُسمین نہین ہی اور حضرت کی برکت سے طائفہ عرب جو بے علمی و بے فہمی و بے ادبی مین مشہور آفاق تھے اور وہ زیادتی علم
و محاسن آداب و مکارم اخلاق مین تمام عالم کے محسوس ہو گئے اور ساری دنیا کے علما علم و ایمان کے لیے کتاب مین اُنکے محتاج
ہو گئے پانچوین وجہ یہ ہی کہ قرآن معجزہ بسبب مشتمل ہونے اوپر اُسکے آداب کریمہ اور شرائع قویمہ کے کیونکہ مکارم اخلاق مین
جو حکمانے سالہا فکر کی ہی اُسکے دو چند ہر سورے مین بیان موجود ہی اور چند قانون شریعت مین انتظام احوال عباد اور
رفع نزاع و فساد کے لیے معاملات اور مناکحات اور معاشرات اور حدود و احکام اور حلال و حرام مین ایسے مقرر فرمائے ہین
کہ ہر باب مین اُسکے ہر چند علمائے زمان اور عقلائے جہان تفکر کرین مگر اُسمین خدشہ نہین پا سکتے اور کسی امر مین قاعدہ بہتر
اُس سے جو کلام معجز نظام اور شریعت سید انام مین مقرر ہوا ہی نہین بنا سکتے اور اگر کوئی اپنی عقل کی طرف رجوع کرے تو جانیگا
کہ اس سے زیادہ معجزہ نہین ہو سکتا چھٹے جہت مشتمل ہونے اُسکے پیغمبرون کے قصون پر جو زمان گذشتہ مین تھے اور اُسکا علم
اُس زمانے مین جب قرآن نازل ہوا مخصوص اہل کتاب کے ساتھ تھا اور سوا اُنکے اور لوگ خصوصًا اہل مکہ اس سے مطلع
نہ تھے اور اُنھین اِس طرح بیان کیا کہ باوجود اسکے کہ معاندین کی کثرت بے حساب تھی خصوصًا اہل کتاب سے کہ ہر ایک
اُنمین تکذیب چاہتا تھا لیکن کسی سے نہو سکا کہ تکذیب کر سکے حضرت کی کسی خبر مین اُن قصون کے اجزاء سے اور جو کچھ کہ
اُنمین مشہور خلاف واقع تھا اُسکی حقیقت کو اُنپر ظاہر فرما دیا مثل مارے گئے اور دار پر کھینچے حضرت عیسی علی نبینا و آلہ

علیہ السلام کے اور جو کچھ کہ انکی کتابون مین تھا اور انکی صلحوت کے لیے چھپاتے تھے اُسے اپنے ثابت کر دیا مثل قصہ سنگسار
اور حلال ہونے اونٹ کے گوشت کے اور سوا اُسکے جو مفصل کتاب حیات القلوب مین ایراد کیا ہے ساتوین جہت
سورون کے اور آیتون کے خواص کی ہے کہ شفا سب دردہاے جسمانی اور روحانی کے ہین اور سبب ہین تسویلات نفسانی
اور وساوس شیطانی دفع ہونے مین اور مخاوف ظاہری اور باطنی اور دشمنان اندرونی و بیرونی سے امان ہونے مین اور یہ
بات تجربہاے صادقہ سے معلوم ہوئی ہے اور قرآن مجید کی تاثیر جلاے قلوب اور شفاے صدور مین اور ربط ساتھ جناب
مقدس ربانی کے اور نجات شہوات نفسانی سے زیادہ اس حد سے ہے کہ کوئی صاحب دل اس سے انکار کر سکے یا کوئی
عاقل اُسمین تامل کرے فقط آٹھوین جہت قرآن مجید کا مشتمل ہونا ہے اوپر ان اخبار غیبیہ کے کہ جن پر سوا حق تعالی کے
کسی اور کو اُسپر اطلاع نہ تھی اور وہ اخبار زیادہ از حد شمار ہین اور وہ دو قسم پر ہین پہلی قسم وہ ہے کہ اکثر آیات کریمہ مین خبر دی ہے انکی
امر سے جو کفار و منافقین اپنے گھرون مین کہتے تھے یا ایک دوسرے سے آپسمین چھپا کر گفتگو کرتے تھے یا اپنے دلون مین
ٹھہراتے تھے اور خبر دینے کے بعد حضرت کی تکذیب نہ کرتے تھے بلکہ ندامت و پشیمانی کو ظاہر کرتے تھے اور جب کوئی بات
کرتے تھے تو ڈرتے تھے اور کہتے تھے کہ ابھی جبرئیل نے آنحضرت کو خبر دی ہوگی اور اس نوع سے بہت حیات القلوب مین
ذکر کیا ہے دوسری وہ قسم ہے کہ بہت سے آیات کریمہ مین ان امور آیندہ کے ساتھ خبر دی ہے کہ خدا کے سوا کسی کو اُسپر اطلاع نہین ہے
اُسکے واقع ہونے سے پہلے مگر وحی والہام کے ذریعہ سے مثل خبر دینے کے اس امر سے کہ ابو لہب ایمان نہ لائیگا اور اسی طرح
اور جماعت کے نہ ایمان قبول کرنے سے یا خبر دینا اس امر سے کہ یہود قیامت تک ذلیل رہینگے اور ایسا ہی ہوا کہ اب تک
اُنمین کوئی بادشاہ نہین ہوا اور شہر و دیار مین ذلیل ترین اہل روزگار ہین اور انکی ذلت کی لوگ مثال دیتے ہین یا خبر دینی
فتح بلاد کی مسلمانون کے واسطے اور خبر دینی مکہ معظمہ مین داخل ہونے کی عمرہ کے واسطے اور فتح مکہ مشرفہ کی اور پھر آنا حضرت کا
اُس بلدہ طیبہ کی طرف اور خبر دینا پیغمبر خدا کی عصمت کا شر دشمنان سے اور خبر دینا رومیون کی غالب آنے سے عجم پر
اور خبر دینا سورہ کوثر مین کثرت اتباع اور اولاد پیغمبر خدا پر اور کم جانا بنی امیہ کا اور انکی نسل کا جو حضرت ابتر کہتے تھے اور
خبر دینی اس سے کہ یہود آرزوے مرگ نہ کرینگے اور ایسا ہی ہوا اور اکثر حیات القلوب مین مذکور ہے فقط تتمہ جاننا چاہیے کہ
قرآن مجید جو کلام لفظی ہے کہ مرکب ہے الفاظ اور حروف مکتوبہ سے ہے مخلوق اور حادث ہے اور وہ صفات فعل سے ہے نہ صفات
ذات سے جیسا کہ اور لوگون نے جو کمال عقل تحقیق کو نہین پہونچے اُسے کلام نفسی کہا ہے اور یہ قول باطل ہے اور اسی جگہ سے ہی
کہ اُسے قدیم کہنا سفسطہ محض ہے لیکن حضرات اہلسنت سے حنابلہ نے اس مسئلہ مین بہت کچھ کہا ہے اور ادعاے باطل کیا ہے
کہ قرآن قدیم ہے حتی کہ نقوش اُسکے بھی قدیم ہین یہان تک کہ جلد و غلاف بھی اُسکا جو اکثر ہر برس اور ہر مہینے بدلا جاتا ہے وہ بھی
قدیم ہے اور یہ قول جیسا کہ بیہودہ و باطل ہے ظاہر ہے اُسکی تردید کی ضرورت نہین ہے اور کتاب التوحید مین تفصیل و تنقیح صفت
کلام کی مذکور ہو چکی ہے اس جگہ ضرورت اعادہ کی نہین ہے فصل ساتوین بیان مین حضرت کے اُن معجزات کے جو مشہور ہین

فصل ساتوین بیان مین معجزات مشہورہ کے

اور منجملہ اُنکے ہی حضرت کا غیب کی خبر دینا اور امور آیندہ کے لیے حکم فرمانا قطع نظر ان چیزون کے جو قرآن مین مذکور مین جناب
اخوند صاحب نے حق الیقین مین لکھا ہی کہ وہ مانند خبر دینے کے ہی دولت بنی امیہ سے اور یہ کہ وہ ہزار مہینے تک بادشاہی کرینگے
اور خبر دینی دولت بنی عباس سے اور مظلوم ہونا اہلبیت رسالت صلوٰۃ اللہ علیہم کا اور شہید ہونا حضرت امیر المومنین اور
حسنین علیہما السلام کا اور کیفیت شہادت کی اُن بزرگوارون کی بیان فرمانا اور خبر دینا انقراض سے ملک بادشاہان عجم کی
اور باقی رہنے سے دولت نصاری کی اور خبر دینا جناب امام رضا علیہ السلام کی شہادت سے اور مدفون ہونے سے
آنحضرت کے خراسان مین اور خبر دینی حضرت کی عمار کے شہید ہونے سے اور اورون کی شہادت سے اور کیفیت اُنکی
اور خبر دینی جناب امیر علیہ السلام کی لڑائی کی عائشہ و طلحہ و زبیر و معاویہ و خوارج کے ساتھ اور خبر دینی جناب ابی ذر کی مظلوم
ہونے سے اور اُنکے مدینہ سے نکالے جانے سے بلکہ جو کچھ اکثر اہلبیت و صحابہ پر واقع ہوا آنحضرت نے خبر دی تھی اور خبر دینا آنحضرت کا
نجاشی کے مرنے سے جو بادشاہ حبش تھا اسی گھڑی جسوقت اُسکی وفات ہوئی اور خبر دینا شہادت جعفر طیار سے
اور شہادت عبد اللہ بن رواحہ سے اسی گھڑی جب وہ شہید ہوے جنگ تبوک مین اور خبر دینی شہادت حبیب بن عدی کی
مکہ معظمہ مین اور اُس مال کی خبر دینی جو عباس نے مکہ مین چھپایا تھا اور خبر دینا حضرت کا اُس سے جو منافقین اپنے گھرون مین
کہتے تھے اور جو کچھ کہ صحابہ اپنے گھرون مین کرتے تھے اور اکثر اشخاص جو حضرت کی خدمت مین آتے تھے قبل اسکے کہ وہ کچھ
بات کرین حضرت اُنکی حاجت بیان فرمادیتے تھے اور یہ کم اتفاق تھا کہ کوئی بات حضرت سے صادر ہو اور وہ معجزے سے خالی ہو
اور جو کوئی ان معجزات کی تفصیل دیکھنا چاہے کتاب حیات القلوب کی طرف رجوع کرے اور جناب غفران مآب نے عماد الاسلام مین
فرمایا ہی کہ روایات آنحضرت کی خبر دینے کی امور آیندہ کے ساتھ اس سے زیادہ ہین کہ کوئی اُسکا حصر کر سکے لیکن چند روایتین
اہل خلاف و نفاق کی ایسی لکھتا ہون کہ جسمین احتمال جھوٹ کا نہین ہی کیونکہ وہ اُنکے مطالب کی منافی ہین اور ظاہر ہی
کہ نقل جب مطابق واقع کے ہو تو اسمین سچی ہی ہوتی ہی اور کوئی شخص اپنے مطالب کے خلاف جھوٹ نہین بولتا پس اگر
حق تعالی کلمہ حق کو اُنکی زبان پر جاری نہ فرماتا تو وہ کبھی ایسی روایات کے ذکر کرنے پر مبادرت نہ کرتے اور چونکہ غرض
فاسد کی اُنکی اسمین گنجائش نہین ہی اسلیے سواے صدق و راستی کے اسمین کوئی احتمال نہین ہی بالجملہ اسی سے ہی جو کچھ احمد بن
حنبل نے اپنی مسند مین تیرہ طریقے سے زیادہ روایت کی ہی کہ انہین سے روایت ہی اُنکی عبد اللہ بن بریدہ سے کہ کہا اُنے
سنا مین نے اپنے باپ سے کہ وہ کہتا تھا کہ ہمنے خیبر کا محاصرہ کیا پس ابو بکر نے نشان لشکر کو لیا اور بے اسکے کہ لشکر اسلام کو
فتح نصیب ہو پھر آئے بعد اسکے نشان لشکر عمر نے لیا اور یہ بھی پھر آئے اور فتحیاب نہوے پس اہل اسلام پر بہت دشواری ہوئی
اور حضرت پیغمبر خدا نے فرمایا کہ مین کل کے دن مین اپنا علم لشکر اُسے سپرد کرون گا جسے خدا اور رسول اُسکا دوست رکھتا ہی اور
دوست رکھتا ہی خدا کو اور اُسکے رسول کو اور وہ نہین پھرتا لڑائی سے جب تک کہ خدا تعالی اُسکے فتح دے پس مسلمانون نے
یہ سنکر بہت آرام سے شب بسر کی اس خیال سے کہ اب یقینی صبح کو فتح میسر ہوگی اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین ہی کہ جب حضرت نے

لفظ خیبر فرمایا کہ لاعطین الرایۃ غدا رجلا یفتح اللہ علی یدیہ یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ پس مسلمان کہتے تھے کہ
دیکھیے صبح کو کون ہم مین سے اس بشارت و خوشخبری سے شرفیاب ہوتا ہی اور صبح کو سب مسلمان امیدوار ہو کر حضرت کی
خدمت مین آئے پس حضرت نے فرمایا کہ کہان ہین علی ابن ابیطالب لوگون نے عرض کیا کہ انکی آنکھین دکھتی ہین پھر
کسی کو بھیجا اور حضرت کو طلب کیا حضرت موافق طلب جناب رسالتمآب کے حاضر ہوئے اور حضرت نے آب دہن مبارک
اپنے جناب امیر کی آنکھ مین ملا اور دعا فرمائی پس حضرت کو فوراً شفا اس مرض سے ایسی ہوئی کہ گویا کچھ بیماری نہ تھی بعد اسکے
اپنا نشان علی ابن ابیطالب کے سپرد فرمایا اور موافق ارشاد صدق بنیاد آنحضرت فتح خیبر کرار غیر فرار کے ہاتھ پر حاصل ہوئی
فقط اب ظاہر ہی کہ یہ روایت خبر آئندہ پر مشتمل ہی کیونکہ آنحضرت نے اپنے لشکر کو یقین کے ساتھ خبر دی تھی کہ خیبر کی فتح
دست حق پرست علی ابن ابیطالب پر کل کے دن کہ روز معین ہی ظاہر ہوگی اور یہ خبر موافق حضرت کے فرمانے کے وقوع مین
آئی اور ان روایات مین احتمال وضع کا کسی طرح نہین ہی کیونکہ حقیقت مین ان اخبار سے مذمت اور صحابہ کی فضیلت اور
علی ابن ابیطالب کی بوجوہ چند ظاہر ہوتی ہی اور ہمیشہ سے طبقہ مخالف و بنی امیہ و بنی عباس جب تک کہ رہے کوشش
انکی اخفاے حق و فضائل علی ابن ابیطالب کے رہے اور دنیا انسے موافق رہی پس کوئی غرض انمین ایسی داعی نہین ہی
کہ جس لیے ایسے اخبار بناتے بلکہ مراد انکی بالعکس تھی کہ الناس علی دین ملوکہم بہت آدمی اپنی پیش آمد کے لیے ظالمون کے پاس
اس مضمون کی خلاف خبرین بناتے تھے پس علم بدیہی ایسی روایات کی صحت کے ساتھ حاصل ہوتا ہی اور اسی جملہ سے ہی وہ
کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرت علی ابن ابیطالب کو خبر دی تھی کہ انک ستقاتل بعدی الناکثین والقاسطین
والمارقین اور یہ ظاہر ہوا کتاب فائق فی الاصول مین منقول ہی کہ آنحضرت نے علی ابن ابیطالب سے فرمایا تھا کہ بہت جلد
تم بعد میرے مقاتلہ کروگے ساتھ ناکثین اور قاسطین اور مارقین کے پس حضرت کو پیش آئی لڑائی ساتھ طلحہ و زبیر کے جنھون نے
نکث بیعت آنحضرت سے کیا اور اسی طرح جنگ معاویہ اور اسکی قوم کا کہ وہ سب قاسط یعنی ظالم تھے اور جنگ خوارج کہ وہ سب
مارق تھے فقط یہ ترجمہ لفظ خوارزمی کا ہی اور حمیدی نے جو تھی حدیث متفق علیہ مین مسند ابو سعید خدری سے روایت کی ہی
کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ ایک جماعت مسلمانون سے دین سے نکل جاویگی اور سرگروہ انکا ذی الثدیہ ہوگا اور
مارینگے انھین اولی الطائفتین بالحق کہا ہی اسنے کہ اوزاعی کی روایت مین ذی الثدیہ کا وصف اسطرح آیا ہی کہ ایک چھاتی
انکی دونون چھاتیون سے مانند مضغہ گوشت کے ہوگی کہ اس سے دودھ باہر نکلتا ہوگا ابو سعید کہتا ہی کہ مین گواہی دیتا ہون
ساتھ اس بات کے کہ یہ مین نے پیغمبر خدا سے سنا تھا اور گواہی دیتا ہون مین کہ علی ابن ابیطالب نے جب انسے مقاتلہ کیا
تو مین انکے ساتھ تھا جب حضرت کو انکے قتل سے فرصت ہوئی تو مقتولین مین تلاش کرنے لگے پس ذی الثدیہ کی لاش کو
اسی صفت کے ساتھ جو پیغمبر خدا نے اسکا وصف فرمایا تھا پایا اور اسی جملہ سے ہی وہ روایت جو حمیدی نے جمع بین الصحیحین مین
نقل کیا ہی کہ رسول خدا نے فرمایا تھا کہ عمار کو ایک جماعت باغیون سے مارے گی اس حال مین عمار انھین بہشت کی طرف

طلب کرے گا اور وہ عمار کو جہنم کی طرف دعوت کرینگے پس معاویہ نے اُنھین مارا اور جب یہ خبر معاویہ کو پہونچی تو اُسنے عذر
بدتر از گناہ پیش کیا اور کہا کہ مین نے اُسے نہین مارا بلکہ اُسنے مارا جو اُسے اپنے ساتھ لایا تھا اُسوقت ابن عباسؓ نے جواب دیا
کہ اگر ایسا ہی ہو تو بہ تحقیق کہ رسول خدا نے اپنے چچا حمزہ کو مارا کیونکہ وہی ساتھ اپنے اُنھین جنگ کفار مین لاے تھے اور خطیب نے
اپنی تاریخ مین ابو ایوب سے نقل کی ہو کہ کہا اُسنے کہ سنا مین نے پیغمبر خدا سے کہ عمار سے فرماتے تھے تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ
یعنی قتل کرے گی تجھے جماعت باغیون کی اور تو اُس حال مین حق پر ہوگا اور حق تیرے ساتھ ہوگا اے عمار اگر دیکھنا
تو علی کو ایک اکیلا ایک میدان مین راہ چلتا ہو اور سب آدمی دوسرے میدان مین راہ چلتے ہین تو تجھے چاہیے کہ علی ابن
ابیطالب کے ساتھ ہو پس بدرستیکہ وہ تجھے ہلاکت مین نہ ڈالے گا اور راہِ ہدایت سے باہر نہ لیجائیگا فقط اور یہ سب روایات و
احادیث ایسی مشہور ہین کہ اُنھین مخالف و مولف نے نقل کیا ہو اور اُنکے صحت و درست ہونے پر علم ضروری حاصل ہو اور
اُنھی جملہ سے ہو جو کہ حضرت نے فرمایا تھا کہ بارہ خلیفہ میرے بعد ہونگے اور یہ جملہ متواترات سے ہو کہ سُنّی اور شیعہ سب نے
اُسے نقل کیا ہو اور یہ بھی مشتمل خبر غیبی پر ہو جسکی اطلاع خدا کے سوا کسی کو نہ تھی اور بنابر مذہب حق کے جیسا کہ فرمایا تھا ظاہر ہوا
لیکن حضرات اہلسنت البتہ اُسکے معنی مین حیران ہین اور جملہ معجزات مشہورہ سے معجزہ شق القمر ہو جیسے حق تعالیٰ قرآن مین فرماتا ہو
اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ حاصل معنی اُسکے یہ ہین کہ قیامت قریب آئی
اور چاند پھٹا اور اکثر مفسران قرآن نے کہا ہو کہ یہ آیہ اُسوقت نازل ہوا جب قریش نے آنحضرت سے معجزہ طلب کیا پس
آنحضرت نے انگشت مبارک سے اشارہ فرمایا اور اشارہ کے ساتھ چاند قدرت خدا سے دو ٹکڑے ہو گیا اور جب اور
شہرون کے رہنے والون سے پوچھا تو اُنھون نے بھی خبر دی کہ ہمنے بھی چاند کو اُس رات کو اِسی طرح دیکھا تھا کہ دو ٹکڑے ہو کر
پھر مل گیا اور بعضون نے روایت کی ہو کہ چاند دو ٹکڑے ہو کر آدھا پشت کعبہ پر گرا اور آدھا کوہ ابو قبیس پر گرا فقط اور بر تقدیر
ثبوت اُس روایت کے یہ دو ٹکڑون کا گرنا ویسا ہی ہوگا جیسا کہ حال حق تعالیٰ کے کریمہ تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ کا ہوگا کیونکہ
اُسکے بھی معنی یہ ہین کہ غروب کرتا ہو چشمہ سیاہ مین اور یہ بھی باعتبار روایت کے ارشاد فرمایا ہو والا یہ ظاہر ہو کہ طلوع غروب مین
آسمان پر رہتا ہو لیکن جب افق حسی یا حقیقی سے نیچا ہوا اُسے غروب کہتے ہین اور جب اونچا ہوا تو وہ طلوع ہو اسی طرح یہ
چاند کا ٹکڑے ہو کر گرنا بھی دیکھنے مین ہوا ہوگا کہ طالبین معجزہ کو اِسی طرح دکھائی دیا ہو اور مولانا طبرسی نے تفسیر مجمع البیان مین
ابن عباس سے روایت کی ہو کہ مشرکین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جمع ہوے اور کہا کہ اگر تم راست گو ہو تو ہمارے
چاند کو دو ٹکڑے کرو پس حضرت نے فرمایا کہ اگر ایسا کرون تو ایمان لاؤ گے اُنھون نے کہا کہ ہان اور وہ رات کا وقت تھا
اور چاند پورا تھا پس حضرت نے حق سے سوال کیا کہ جو کچھ وہ چاہتے ہین اُسے عطا فرما پس چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور اِس
روایت کو لکھ کے کہا ہو فقال ناس سحرنا محمد فقال رجل ان كان سحركم فلم يسحر الناس كلهم اور فرمایا ہو کہ حدیث انشقاق قمر کو اکثر صحابہ نے
روایت کیا ہو اور اُسے جملہ روات سے عبد اللہ بن مسعود اور انس بن مالک اور حذیفہ بن یمان اور جبیر بن مطعم اور عبد اللہ بن عمر

اور جملہ مفسرین قرآن نے اسے اختیار کیا ہی مگر عثمان بن عطا سے منقول ہو کہ اُنہنے کہا کہ معنی آیہ کے یہ ہین کہ قریب ہو کہ چاند پھٹے اور اسی طرح حسن بصری نے اور بلخی نے اس سے انکار کیا ہو یعنی وقوع انشقاق قمر کو نہین مانا اور اونکا انکار بیجا ہی کیونکہ جب سب مسلمانون نے اسپر اتفاق کیا ہو تو کسی ایک کا خلاف کرنا بطور ندرت کے اس کثرت کا قدح نہین کر سکتا اور اکثر صحابہ کی روایت کو اُنکے انکار سے دفع نہین کر سکتا اور جس کسی نے کہ انشقاق مین قدح بطور قیاس عقلی اسطرح کیا ہی کہ اگر یہ بات عہد رسول خدا مین ہوتی تو اہل اقطار مین سے کسی پر یہ پوشیدہ نہ رہتا تو اُسکا بھی یہ قول باطل ہی کیونکہ ممکن ہی کہ حق تعالی نے اور ون سے اُسے پوشیدہ فرمایا ہو ابر کے باعث سے یا کسی اور وجہ سے اور دوسری بات یہ ہی کہ چونکہ شب کا وقت تھا جب یہ معجزہ واقع ہوا تو ممکن ہی کہ اُسوقت ہر ایک اپنے اپنے مقام پر سوتے ہون اس جہت سے مطلع نہوے علاوہ اسکے زمین کا حادثہ نہین تھا مثل زلزلہ کے کہ اس سے سب مطلع ہوتے بلکہ حادثہ آسمانی تھا اور یہ لازم نہین ہی کہ ہر ایک حادثہ آسمانی مین تامل کیا کرے اور دیکھا کرے اسی جگہہ سے ہی کہ اکثر ستارے ٹوٹتے ہین اور کسی کو اُسکی خبر نہین ہوتی اور ان محامل کی ضرورت اُس جگہہ ہی کہ وہان چاند اُفق کے اوپر ہو والا جن شہرون مین کہ اُسوقت اُفق کے نیچے ہو وہان کے باشندے جو مطلع نہوے ہون تو اُنکی وجہ خود ظاہر ہی محتاج تکلف و محمل کا نہین ہی فقط واضع تفسیر کبیر نے کہا ہی کہ سب مفسرین متفق ہین اسپر کہ شق قمر باعجاز نبوی وقوع مین آیا اور احادیث اسپر دلالت کرتی ہین صحاح مین ہو کہ یہ خبر مشہور ہی روایت کی ہی اُسے ایک جماعت صحابہ نے بعد اسکے کہا ہی کہ بعض مفسرین نے کہا ہو کہ مراد آیہ سے یہ ہو کہ قریب ہی کہ شق قمر واقع ہو اور یہ بعید ہی بلکہ بے معنی ہی اسلیے کہ جو مانع شق قمر کا ہی مثل فلسفی کے خذلہ اللہ تعالی وہ اس سے جیسا انکار زمان گذشتہ مین کرتا ہو اسی طرح زمان آیندہ مین بھی کرے گا اور جو اسے نسبت قدرت خدا کے تجویز کرتے ہین اُنکے لیے تاویل کی حاجت نہین ہی اور اسکے سوا نہین ہی کہ اسکے کہنے والے نے یہ بات اس جہت سے کہی ہی کہ شق قمر ایک بہت بڑی بات ہی پس اگر واقع ہوتی تو اُسکی خبر روے زمین مین منتشر ہوتی اور حد تواتر کو پہونچتی اور ہر ایک اس سے نقل کرتا اور خود مفسر معلوم نے اسکے جواب مین کہا ہی حاصل اسکا یہ ہی کہ جب قرآن کا معجزہ قیامت تک باقی ہی تو حاجت مورخین کے نقل کرنے کی طرف متعلق نہین ہی پس اگر ناقلین نے نہین کہی ہی تو عجب نہین ہی اور مورخین نے شاید ذکر نہ کیا تو اس جہت سے کہ اُسے مثل خسوف قمر سمجھے ہون اور یہ گمان کیا ہو کہ آسمان و زمین کے بیچ مین آ گئے جاند کی شکل پر کوئی امر ظاہر ہوا اور اس گمان سے اسکے حال کی طرف متوجہ نہوے اور قرآن جملہ دلیل اسکے واقع ہونے پر دلالت کرتا ہی اور اُسکے امکان مین شک نہین ہو اور مخبر صادق نے خبر دی ہی پس اعتقاد اُسکے واقع ہونے کے ساتھ واجب ہی اور یہ بات کہ خرق التیام فلکیات پر ممتنع ہو یہ باتین سب دینیون کی ہین اور مین کئی بار اسکے باطل ہونے کو ذکر کر چکا ہون انتہی کلامہ اور تفسیر مجمع البیان مین کہا ہی کہ حدیث یونس مین جناب صادق علیہ السلام سے منقول ہی کہ فرمایا چودہ آدمی اہل عقبہ سے شب چہار دہم ماہ ذی حجہ کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت مین جمع ہو کر آئے اور حضرت سے کہا کہ کوئی پیغمبر نہین ہی مگر یہ کہ اُسکے واسطے ایک آیت اور نشان پیغمبری ہوتا ہی

بیان تحقیق بعض شبہات کفار

کفار کے سوال شق القمر

پس آپ کا اعجاز آج کی رات مین کیا حاضر و موجود ہی یہ سنکر حضرت نے پوچھا اگر تم کیا چاہتے ہو انھون نے کہا اگر تمھارے
لئے خدا کے نزدیک قدر و منزلت ہی تو اس چاند کو دو ٹکڑے کرو پس جبرئیل نازل ہوئے اور کہا کہ ای محمد بدرستیکہ خدا تعالے
تمھین سلام فرماتا ہی اور کہتا ہی کہ مین نے ہر چیز کو حکم دیا ہی کہ تیری اطاعت کرین پس سر مبارک کو بلند کیا اور چاند کو حکم فرمایا
کہ دو ٹکڑے ہوجا پس ایسا ہی ہوا پس پیغمبر خدا اسکے شکرانہ نعمت مین سجدے مین گئے اور ہمارے شیعون نے بھی سجدہ کیا
بعد اسکے حضرت نے سر کو سجدے سے اٹھایا اور شیعون نے بھی اپنے اپنے سر سجدے سے اٹھائے اور ان چودہ آدمیون نے
خواہش کی کہ چاند اصل صورت پر اپنی عود کرے پس اپنی اصل صورت پر اُسنے رجوع کی بعد اسکے دوسری بار انھون نے
درخواست کی کہ ایک سر چاند کا پھٹے پھر حضرت نے حکم فرمایا اور جو انھون نے خواہش کی تھی وہ ظاہر ہوا بعد اسکے انھون نے
کہا کہ جب ہمارے مسافر جو شام و یمن کو گئے ہین پھر کر آئینگے تو ہم اُنسے پوچھینگے کہ آیا تم نے شق قمر کا معائنہ کیا ہی یا نہین
تو اسوقت ہم جانینگے کہ یہ تمھارے خداوند عالم کی طرف سے تھا اور اگر انھون نے نہین دیکھا تو ہم جانینگے کہ یہ جادو تھا
پس حق تعالی نے نازل فرمایا سورہ اقتربت الساعۃ وانشق القمر فقط اور اسی روایت کو اخوند صاحب نے حیات القلوب مین
بھی نقل کیا ہی بالجملہ اس معجزہ مین جو استبعاد کیا ہی وہ اسیقدر ہی کہ کیا وجہ ہی کہ اس حال کو سب نے نہ دیکھا اور جواب اسکا
مولانائے طبرسی اور مصنف تفسیر کبیر کے قول سے مذکور ہوچکا کہ سب کا اس واقعہ سے مطلع نہونا وجوہ کثیر سے جواز وقوع
کی صورت رکھتا ہی کیونکہ یہ واقعہ رات کو ہوا تھا پس جو سوتے تھے وہ اپنے سونے کے باعث سے آگاہ نہوئے اور جو
مشغول اور شغلون مین تھے اور اس طرف ملتفت نہ تھے وہ اس سے مطلع نہوئے علاوہ اسکے جو دیکھتے تھے چونکہ معتاد
اُنکی نہ تھی کہ شق قمر بھی ہوتا ہی انھون نے گمان خسوف قمر کا یا متوسط ہوجانا کسی اور جسم کا کائنات جو کے اجسام سے گمان
کیا ہوا اور یہ مستبعد نہین ہی اور اسکے ساتھ پھر یہ بھی تو ہی کہ جبیر نے روایت کی ہی کہ جب مسافران انکے پھر کر آئے اور پوچھا
تو سب نے کہا کہ ہمنے بھی اس رات کو چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا ہی اور پھر وہ ملگیا اور ضحاک نے روایت کی ہی کہ اہل مکہ نے
کہا کہ یہی جادو ہی کسی کو بھیجوانا چاہیے کہ اور شہرون کے رہنے والون سے پوچھا جائے پس جو لوگ تحقیق کو گئے تھے وہ خبر لائے
کہ اور شہر کے باشندے بھی کہتے ہین کہ چاند کو اس رات اسی طرح دیکھا ہی پس کافرون نے کہا کہ ایسا جادو ہی کہ جو سب شہرون مین
منتشر ہوا ہی اور انھین معجزات سے ہی کہ آنحضرت نے آفتاب کو پھیرا ہی جناب اخوند صاحب نے کتاب حق الیقین مین فرمایا ہی

معجزۂ ردّ شمس

کہ خاصہ و عامہ نے بہت سی سندون کے ذریعہ سے اسما بنت عمیس وغیرہ سے روایت کی ہی کہ ایک دن پیغمبر خدا نے حضرت
امیر المومنین کو کسی کام کے لیے بھیجا اور بعد اسکے کہ حضرت پیغمبر خدا نماز عصر سے فارغ ہوچکے جناب امیر پھر کر آئے حضرت
پیغمبر خدا نے اپنے سر مبارک کو علی ابن ابیطالب کے دامن مین رکھا اور آرام کیا یہان تک کہ اسوقت وحی آنحضرت پر نازل
ہوئی اور اتنی دیر ہوئی کہ قریب ہوا کہ آفتاب غروب کرے جب وحی منقطع ہوئی تو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ یا علی نماز پڑھ چکے
عرض کیا کہ نہین یا رسول اللہ مجھسے نہوسکا کہ آپ کے سر مبارک کو زمین پر رکھ دون یہ سنکر حضرت نے دعا کی کہ خداوندا

علی تیری طاعت میں اور تیرے رسول کی طاعت میں تھا آفتاب کو پھیر دے کہتے ہیں کہ واللہ دیکھا میں نے کہ آفتاب
اور بلند ہوا اور اس جگہ پہونچا کہ زمینوں پر چھاپ اسکی پڑنے لگی اور عصر کی فضیلت کا وقت پھر آیا اور علی ابن ابیطالب نے نماز
ادا کی اور جب نماز پڑھ چکے تو فوراً آفتاب بیٹھ گیا اور واضح ہو کہ مثل اس معجزے کے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی وفات کے بعد
جناب امیر کے واسطے بھی واقع ہوا ہے جیسا کہ انشاءاللہ تعالی کتاب امامت میں حضرت کے فضائل کے بیان میں مذکور ہوگا
اور جناب اخوند صاحب نے کتاب بحار الانوار کی نوین مجلد میں بعد نقل فرمانے روایت ابن مغازلی کے جو مشتمل اوپر مضمون
مذکور کے ہے لکھا ہے کہ یہ امر خدا اُنکے نزدیک چند طریقوں سے ممکن ہے اور منجملہ اُنکے ایک یہ ہے کہ مثل آفتاب کے اس مقام پر آفتاب
اعادہ کے بعد دکھائی دیتا بطور خلق ابتدائی پیدا کیا ہوا اور نماز کے جائز ہونے کے لیے اسکا حکم آفتاب کا حکم ہو دوسرے
یہ کہ زمین کو پست کر دیا ہو کہ بسبب اُسکے آفتاب غائب ہونے کے بعد ظاہر ہوا ہو یا قریب غروب ہونے کے زیادہ بلند
معلوم ہوا ہو اور سوا اُسکے اور بھی وجوہ ہیں کہ جو بہ نسبت قدرت خدا کے صحیح ہیں اور یہ کلام بظاہر اخوند صاحب کا ہے
اور یہ بھی محتمل ہے کہ ابن مغازلی کا ہو اور اُسکے بعد بہت کلام طویل رفع اوہام منافقین کے لیے جناب سید مرتضی علیہ الرحمہ سے
نقل کیا ہے کہ مختصر اُسکا یہ ہے کہ اگر کوئی کہے کہ ایسی روایات سے یہ لازم آتا ہے کہ جناب امیر اس نماز کی تاخیر میں معاذ اللہ
گنہگار ہوں تو یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کیونکہ ممکن ہے کہ ایسی حالت تاخیر نماز کی حضرت کے لیے جائز ہو پس حضرت ترک صلوۃ کے
معذور ہونگے یا نماز حضرت نے اشاروں سے بیٹھے بیٹھے ادا فرمائی ہو اور ترک قیام اور دوسرے افعال نماز کے ترک میں
عذر حضرت کا مقبول درگاہ حضرت باری ہو ساتھ اس بات کے کہ محتمل یہ ہے کہ وقت فضیلت سے تاخیر کا اتفاق ہوا ہو
نہ اصل وقت سے اور بعض روایات سے یہ مضمون واضح بھی ہوتا ہے پس صورت آفتاب کا پھیرنا اسلیے کہ حضرت نماز پڑھیں اصل
وقت میں یا جو نقصانات کہ افعال نماز میں ہوے اُنکی تلافی فرمائیں یا اسلیے کہ فضیلت وقت کی کسب فرمائیں تھا
اسلیے نہ تھا کہ معصیت کی تلافی کریں کیونکہ اگر یہ ہوتا کہ حضرت سے گناہ ہوا ہوتا تو مورد عتاب ہوتے نہ مہبط فضل [illegible]
کیونکہ آفتاب کا پھر آنا حضرت کے رتبوں کی بلندی پر دلالت کرتا ہے نہ پستی پر پس اگر کہا جاوے کہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ روایت
رد شمس کی صحیح ہو حالانکہ اصحاب ہیئات نے فلکیات میں ایسے تغیرات کو محال جانا ہے اور بر فرض تسلیم اگر ایسا اتفاق ہوتا
کہ غروب کے بعد آفتاب حد زوال تک یا اس سے ادھر تک کہ جہاں سے نماز واجب ہوتی ہے پہونچتا تو چاہیے کہ سب اہل مشرق
و مغرب اُسے جانتے کیونکہ بسبب اُسکے دن اور راتیں بڑی ہو جاتیں اور تواریخ میں یہ بات مذکور و منضبط ہوتی تو ہم
جواب دینگے کہ بدلائل صحیحہ واضح ظاہر ہوا ہے کہ افلاک اور جو کچھ کہ اُنمیں ہیں آفتاب و ماہتاب و ستارگان سے سب خدا کی
قدرت سے حرکت کرتے ہیں نہ خود اور نہ بسبب اپنی طبیعت کے جیسا کہ فلاسفہ بے دین کہ کوئی برہان قائم اس مثل
ہذیان کے گاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلکیات میں محرک اُنکی طبیعت ہے اور ہمنے اپنی کتابوں میں اس بات کو کہ ان سب کی
تحریک بقدرت و اختیار قادر مختار ہے بخوبی براہین و حجتوں کے ساتھ بیان کیا ہے اور یہ جو تمنے کہا ہے کہ آفتاب غروب

ہونے کے بعد دائرہ نصف النہار تک پھر آیا تاکہ اس سے دن رات کا بڑھنا لازم آئے بلکہ ہرگاہ یہ بات اسلیے ہوئی کہ جو فضیلت
فوت ہوئی اُسے پھر حاصل کرین اور مفاد افضلُ نُوقَ اَوْتَہٗ ہر جز و مقدم اپنے متاخر سے قربیت و زیادتی رکھتا ہو تو ہو سکتا ہی
کہ آفتاب کا پھیرنا اس فضیلت کے حاصل کرنے کو بہت تھوڑی دیر کے لیے واقع ہوا ہو کہ سب خلق پر یہ بات مشتبہ رہی
جو نہ ملتفت ہوے انھون نے نقل نہ کیا اور جو آگاہ ہوے انھون نے روایت کی جیسا کہ عہد کرامت مہد پیغمبر خدا مین
آنحضرت کی دعا سے جناب امیر علیہ السلام کے لیے یہ فضیلت و خرق عادت میسر ہوئی تھی اسی طرح زمانہ امامت خلافت مین
حضرت کے زمین بابل مین بالاستقلال یہ اعجاز و کرامت بہم پہونچا اور یہ کرامت یا حضرت کے لیے واقع ہوئی یا یوشع
بن نون کے لیے زمانہ سابق مین ہوئی کذا قیل لیکن بعض زیارات مین یہ فقرہ وارد ہی یا من ردت لہ الشمس بعد غیابها
شمعون الصفا اور اس فقرے سے حضرت کی مشارکت شمعون سے ظاہر ہوتی ہی اور جناب آخوند صاحب نے بحار مین
فرمایا ہی کہ دور نہین ہی کہ جناب امیر دونون مقام پر ترک نماز کے لیے مرخص ہون حضرت کے اظہار کرامت کے لیے حق تعالی
مرخص فرمایا ہو یا یہ کہا جاے کہ جو جناب کے پھیرنے پر قادر ہو تو اسکے لیے ترک کرنا نماز کا ترک نہین ہی اور حمل کرنا وقت
فضیلت پر یا جو اس سے مشابہ ہو اور کلام جناب سید مرتضی علیہ الرحمہ مین گذرا وہ بہت موافق ضوابط اور ضہول
اصحاب کے ہی کتاب علل الشرائع مین منقول ہی کہ پوچھا معصوم سے کہ کیونکر رد شمس حضرت کے واسطے ظاہر ہوا اور تمام عالم
اُس سے مطلع نہوا یہ سنکر جناب عالم علیہ السلام نے جواب مین فرمایا کہ اسی کا سبب یہ تھا کہ حق تعالی نے ابر سے آسمان کو
پوشیدہ کیا تھا مگر جس جگہ جناب امیر اور اُنکے اصحاب تھے وہان پر ابر نہ تھا فقط راقم رسالہ کہتا ہی کہ خرق عادت کا واقع ہونا
انبیا اور ائمہ علیہم السلام سے کئی طرح صادر ہوتا ہی ایک یہ کہ اتمام حجت کے لیے بمقابل ایک فریق کے اُسکا وقوع عمل مین آئے
جیسا کہ شق القمر کا امر تھا یا حضرت موسی کا عصا کو اژدہا بنانا تھا دوسرے یہ کہ اُنکی خاص ضرورتون کے لیے حق تعالی
موافق اُنکے مراتب و اختصاص کے انکے ہاتھ پر وہ امور جاری فرمائے جو اور دن سے نہو سکین جیسا شب معراج کو پیغمبر خدا کا
رف رف پر سوار ہو کر آسمان پر تشریف لیجانا کہ یہ سواری اور آسمان پر جانا ضرورت خاص ہی کسی کی درخواست کے موافق نہین ہی
قسم اول مین اطلاع طالب معجزے کی ضروری تاکہ حجت اُسپر تمام ہو اور دوسری قسم مین ضرور نہین ہی کہ بطور عام سب دیکھین
کیونکہ واقع مین وہ ظہور خرق عادت از قبیل راز و نیاز و اغراض خاص کے ہی جو فیما بین خالق اور مخلوق خاص واقع ہوتا ہی
اگر کسی کو اُسپر اطلاع حاصل ہو جاے تو اُسکی خوش طالعی ہی کہ حق تعالی اپنے تفضل سے امور مخصوصہ کو اُسے دکھادے اور
صاحب معجزہ کے لیے اظہار کرامت ہی اور اگر اطلاع اُسکی عام نہو تو منافی مقصود نہین ہی کیونکہ وہ کسی کے فائدے کے لیے
نہین ہوتا پس اسی طرح رد شمس کے معجزے کو سمجھنا چاہیے کہ اُسکا کوئی طالب نہین ہوا تھا یا دعوی اُسکا نہین فرمایا تھا بلکہ
مخصوص مطلب اُسکا یہ تھا کہ حضرت نماز پڑھ لین اور کسی ثواب و فضیلت کا آپ کی نقصان نہونے پاے پھر جہان حضرت
تشریف رکھتے تھے وہان اسے ظاہر فرمایا اور جہان ضرورت نہ تھی اُسنے پوشیدہ کیا اور حق تعالی قادر ہی جو چاہے ظاہر کرے

اور جو چاہے پوشیدہ کرے اِس میں غور و فکر بکار ہے بلکہ ایسا ہو کا اعلان منافی حکمت ہے کیونکہ اگر سب دیکھتے کہ آفتاب جہت
مغرب سے آسمان پر بلند ہوتا ہے تو کسقدر خوف و ہراس سب کے دلوں پر طاری ہوتا گویا قیامت آئی اور یہ سب نجانتے
کہ حضرت کے نماز ادا فرمانے کو پھیرا ہے جو اُنکے شمہ تے کیونکہ سب خدمت معصوم علیہ السلام مین حاضر نتھے کہ پوچھتے
اور آگاہ ہوتے اور یہ ایسا خوف تھا کہ جس سے اکثر بندگان خدا کے تلف ہونے کا اندیشہ تھا اسلیئے حق تعالی نے بنظر حکمت
و رحمت اپنے بندوں پر پوشیدہ فرمایا ہو اور عجب نہیں ہے کہ اِسی وجہ سے اکثر معجزات و خرق عادات جو مقابل طالبین بھی
ظاہر ہوے اُنکی اطلاع بھی عام سب کو نہوئی کہ تا خوف و ہراس میں واقع ہو کر ہلاک ہو جائیں کیونکہ خرق عادت کا مشاہدہ
کبھی تحیر کا باعث ہوتا ہے اور کبھی مورث خوف کا ہوتا ہے اور سب کے دل یکسان نہیں ہیں بہت سے اشخاص ایسے ہیں کہ
وہ متحمل اسکے نہیں ہو سکتے کہ رعد کی آواز جو قوی ہو اُسے سن سکیں یا برق کی زیادہ چمک دیکھ سکیں بلکہ اُنہیں غش آ جاتا ہے
اور بعضے ہلاک ہو جاتے ہیں تو اگر قمر کا پھٹنا یا آفتاب کا پھرنا ایسے اشخاص دیکھتے اور یہ نہ جانتے ہوتے کہ بسبب دعاے
نبی یا امام کے واقع ہوا ہے تو کسطرح زندہ رہتے اور کیا اذیت اُنکے قلوب کو پہونچتی اب اگر کوئی کہے کہ جس صورت میں کہ
سب مطلع ہوتے تو سب کو یقین ہوتا اور شبہہ برطرف ہو جاتا تو ہم کہتے ہیں کہ اگر اطلاع اِسکی عام ہوتی جب بھی تو وہی مطلع ہوتے
جنھیں دیکھنے کی لیاقت ہو والا اندھے یا خفتہ یا لڑکے یا اُنکے بعد جو پیدا ہونے والے تھے وہ پھر بذریعہ اُنکی خبر کے علم ہوتا
پھر جب سب کا علم بدون خبر نہیں حاصل ہو سکتا تو سب کی اطلاع کیا ضرور تھی بعض کی بھی آگاہی نقل روایت کو کافی ہے اور
اگر دیکھنے ہی سے یقین ہوتا ہے تو جنھوں نے شق القمر کو دیکھا اُنھوں نے کب یقین کیا اور ایمان لاے ہدایت بغیر اعانت خدا کے
نہیں ہوتی ہمنے بحمد اللہ کچھ نہیں دیکھا اور سب کا یقین کیا ابو جہل نے سب کچھ دیکھا اور کفر سے باز نہ آیا فتدبر اور شبہہ نے والے
کیا شبہہ کرتے ہیں اِس معجزہ کے واقع ہونے میں بہ نسبت اُس صاحب معجزات کے جسکے مداحوں نے ردّ شمس کیا ہے جیسا کہ
علامہ حلی علیہ الرحمہ نے کشف الیقین میں نقل کیا ہے کہ بعض ہادو واعظ میں فضائل جناب امیر کے بیان کرتے تھے کہ آفتاب قریب
بہ غروب پہونچا اور اُفق میں سیاہی ظاہر ہونے لگی اور سید علی خان مدنی نے انوار الربیع میں لکھا ہے کہ مظفر وردی واعظ ایک روز
ناحیہ بغداد میں احادیث اور فضائل حضرت کے اور روایت ردّ شمس کی پڑھتے تھے پس ایک ابر سیاہ ہوا اور اُسنے عالم کو سیاہ
کر دیا یہاں تک کہ حاضرین نے گمان کیا کہ آفتاب غروب کیا بالجملہ اِن دونوں روایتوں کے موافق یہ ہے کہ اُس واعظ نے
آفتاب کی طرف خطاب کیا اور کہا لَا تَغْرُبِی یَا شَمْسُ حَتّٰی یَنْتَهِیَ مَدْحِی لِنَجْلِ الْمُصْطَفٰی وَلِنَجْلِهٖ وَاثْنِ عِنَانَکِ اِنْ اَرَدْتِ
ثَنَاءَهُ اَنَسِیْتِ یَوْمَکِ اِذْ رُدِدْتِ لِاَجْلِهٖ اِنْ کَانَ لِلْمَوْلٰی وُقُوْفُکِ فَلْیَکُنْ هٰذَا الْوُقُوْفُ لِخَیْلِهٖ وَ لِرَجْلِهٖ بفور اِس کلام کے
آفتاب بلند ہوا اور اُفق روشن ہوا یہاں تک کہ مدح آنحضرت کی واعظ پڑھ چکا خلاصہ یہ کہ علامہ فرماتے ہیں کہ چونکہ اُسوقت
سُننے والے بہت جمع تھے اِس قصہ کو خواص و عوام نے نقل کیا ہے اور نقل حد تواتر کو پہونچی ہے اور سید مدنی نے کہا ہے
فَطَلَعَتِ الشَّمْسُ مِنْ تَحْتِ الْغَیْمِ عَنْ اِنْتِهَاءِ الْاَبْیَاتِ فَلَا یَدْرِیْ مَا رُمِیَ عَلَیْهِ مِنَ الْاَمْوَالِ وَالثِّیَابِ یَوْمَئِذٍ تَفَقُّطًا

ذکر ردّ شمس کا بعض واعظین کے لئے ... جناب امیر علیہ السلام ...

اسی جملہ سے ہی زیادہ ستارون کا ٹوٹنا اور بہت سے شہاب ثاقب کا ظاہر ہونا وقت ولادت باسعادت حضرت سے
اور منجملہ اُسی کے ہی مائدہ کا نازل ہونا اور کھانون کا اور میوون کا بہشت سے آسمان سے آنا انحضرت کے لیئے اور انکی عترت
طاہرہ کے واسطے بسند معتبر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہی کہ ایک روز جناب فاطمہ صلوۃ اللہ علیہا خدمت مین
پیغمبر خدا کی حاضر ہوئین اِسطرح سے کہ امام حسن اور امام حسین کو گود مین اُٹھائے ہوئے تھین اور ہریسہ تیار کرکے اپنے ساتھ
لائین تھین جب داخل ہوئین تو حضرت نے جناب امیر کو طلب فرمایا جب حضرت امیر المومنین بھی حاضر ہوئے تو حضرت نے
امام حسن کو جانب راست اور امام حسین کو جانب چپ اور جناب امیر اور جناب سیدہ کو اپنے روبرو اور پس سر بٹھایا
اور ایک خیبری عبا اپنے اوڑہائی اور تین بار فرمایا کہ خداوندا یہ میرے اہلبیت ہین پس انسے دور کر شک اور گناہ کو اور پاک کر
انھین جو حق پاک فرمانے کا ہی ام سلمہ کہتی ہین کہ مین جو کھٹ پر بیٹھی تھی مین نے کہا کہ یا پیغمبر خدا مین بھی انھین سے ہون
فرمایا کہ بازگشت تیری بھی اچھی ہوگی لیکن تو انسے نہین ہی بعد اُسکے جبرئیل آئے اور ایک طبق انار اور انگور بہشت سے لائے
جب پیغمبر خدا نے انار و انگور کو اپنے دست مبارک مین لیا تو دونون نے خدا کی تسبیح کہی اور انحضرت نے تناول فرمایا
بعد اُسکے حسنین علیہما السلام کے ہاتھون مین دیئے اور اُنکے ہاتھون مین بھی انھون نے سبحان اللہ کہا اور انھون نے بھی تناول
فرمایا بعد اُسکے علی ابن ابیطالب کے ہاتھ مین دیا اور اُن میوون نے تسبیح کی اور حضرت نے اُسے تناول فرمایا بعد اُسکے ایک شخص
صحابیون سے داخل حجرہ ہوا اور چاہا کہ انار و انگور کو کھائے جبرئیل نے فرمایا کہ اس میوے کو نہین کھاسکتا مگر یا پیغمبر یا وصی
پیغمبر یا فرزند پیغمبر اور اسی حکایت کو اور سند سے ام المومنین عائشہ سے نقل کیا ہی کہ ایک دن پیغمبر خدا نے علی ابن ابیطالب کو کسی
کام کے واسطے بھیجا تھا جب علی ابن ابیطالب پھر کر آئے تو پیغمبر خدا میرے حجرے مین تھے بعد اُسکے پیغمبر خدا اُٹھے اور
استقبال کو علی ابن ابیطالب کے صحن خانہ تک تشریف لیگئے اور ہاتھ اپنا علی ابن ابیطالب کی گردن مین ڈالا ناگاہ دیکھا مین نے
کہ ایک ابر آیا اور اُسنے دونون کو گھیر لیا اور میری آنکھ سے غائب ہوگئے جب ابر برطرف ہوا تو دیکھا مین نے کہ ایک خوشہ
انگور سفید کا حضرت کے ہاتھ مین ہی اور اُسے خود بھی کھاتے ہین اور علی ابن ابیطالب کو کھلاتے ہین مین نے کہا کہ ای پیغمبر خدا
آپ کھاتے ہو اور علی ابن ابیطالب کو کھلاتے ہو مجھے نہین دیتے فرمایا کہ میوہ بہشت کا ہی اسے دنیا مین نہین کھاتا
مگر پیغمبر یا وصی پیغمبر اور بہت سی سندون سے کتب خاصہ و عامہ مین انس سے روایت کی ہی کہ ایک دن پیغمبر خدا سوار ہوکر ایک
پہاڑ کے قریب تشریف لیگئے اور وہان اتر کر پہاڑ کے اوپر رونق افروز ہوئے اور مجھسے فرمایا کہ فلان مقام پر جا کہ علی
ابن ابیطالب بیٹھے ہوئے کنکریون کے ساتھ تسبیح خدا کی کرتے ہین اور میرا سلام انھین پہونچا اور انھین اس اشتر پر سوار کر کے
میرے پاس لا انس کہتا ہی کہ مین اُس جگہ گیا اور علی علیہ السلام کو سوار کر کے پیغمبر خدا کی خدمت مین لایا جب جناب امیر کی نظر
پیغمبر خدا پر پڑی تو حضرت نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ انحضرت نے جواب مین فرمایا عَلَیْکَ السَّلَامُ ای ابوالحسن بیٹھو کہ
اس جگہ ستر پیغمبر بیٹھا ہی کہ مین اُن سب سے بہتر ہون اور ہر پیغمبر کی جگہ پر اُسکا بھائی بیٹھا ہی کہ تو اُن سب سے بہتر ہی انس کہتا ہی

[illegible] میوون کا بہشت سے آنا - روایت عائشہ [illegible] - روایت انس [illegible] باب نزول مائدہ

کہ ہی حال میں ایک ابر کو میں نے دیکھا کہ انکے سر کے نزدیک آیا اور پیغمبر خدا نے اپنا ہاتھ ابر کی طرف بڑھا کر ایک خوشہ انگور کا
لیا اور اپنے اور علی ابن ابیطالب کے بیچ میں رکھا اور فرمایا کہ کھاؤ بھائی کہ یہ ہدیہ خدا کی طرف سے ہے میرے لیے اور تمہارے لیے
اور دوسری روایت میں انس سے ہے کہ اُس ابر سے کھانا اور پانی دونوں نے تناول فرمایا اور پھر وہ ابر بلند ہو گیا اور حضرت نے
فرمایا کہ اِس ابر سے سیصد و سیزدہ پیغمبر اور سیصد و سیزدہ وصی پیغمبر نے کھایا ہے اور پیا ہے اور میں سب پیغمبروں سے خدا کے
نزدیک گرامی ہوں اور علی ابن ابیطالب جمیع اوصیائے پیغمبران سے خدا کے سامنے گرامی تر ہے اور حدیث معتبر میں
جناب صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ تمہیں چاہیے کہ ہریسہ کھاؤ کہ چالیس روز تک نشاط
عبادت کی دیتا ہے اور جو خوان طعام کہ پیغمبر خدا پر آسمان سے اترا تھا اُس میں بھی ہریسہ داخل تھا اور منجملہ انکے وہ معجزات ہیں
کہ آنحضرت سے نباتات و جمادات میں ظاہر ہوئے پہلا اُس سے وہ ہے جو خاصہ و عامہ کے محدثین نے جناب امام جعفر صادق سے
اور جابر سے اور اور اصحاب سے روایت کی ہے کہ جب پیغمبر خدا درہ ہائے مکہ میں راہ چلتے تھے تو جس پتھر اور درخت کے پاس
گذرتے تھے وہ خم ہو جاتا تھا اور سجدہ کرتا تھا حضرت کی تعظیم کے لیے اور کہتا تھا السلام علیک یا رسول اللہ دوسرے
وہ ہے جسے خاصہ و عامہ نے اپنی سندہائے کثیرہ کے ذریعے سے نقل کیا ہے کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ نے مدینہ میں ہجرت
فرمائی اور مسجد بنائی تو جانب محراب مسجد میں ایک درخت خرما سوکھا ہوا تھا کہ وہ حضرت جب چاہتے تھے کہ خطبہ فرمائیں
تو اُس پر تکیہ فرما کر خطبہ پڑھتے تھے ایک مرد رومی حضرت کی خدمت میں آیا اور اُس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ مجھے اجازت
فرماویں کہ میں آپ کے لیے منبر بناؤں کہ خطبہ کے پڑھنے کے وقت آپ اُس پر تشریف فرما ہوں جب اُسے حکم ملا تو اُس نے
ایک منبر تین زینے کا بنایا کہ حضرت اُسکے تیسرے زینے پر بیٹھتے تھے پہلی بار جب حضرت منبر پر تشریف لیگئے تو وہ درخت
رویا جیسا کہ اونٹنی مفارقت فرزند میں اپنے نالہ کرتی ہے جب حضرت نے یہ ملاحظہ فرمایا تو بکمال ترحم منبر پر سے اُترے اور اُس
درخت کو گلے لگایا جب نالہ اُسکا ٹھہرا بعد اُسکے حضرت نے فرمایا کہ اگر میں اُسے گود میں نہ لیتا تو وہ قیامت تک رویا کرتا اور
اُس درخت کو حنانہ کہتے تھے اور وہ موجود تھا یہاں تک کہ بنی امیہ نے مسجد کو خراب کیا اور نئی طرح سے بنایا اور اُس درخت کو
کاٹا اور دوسری روایت میں منقول ہے کہ اُس درخت کو کاٹا اور منبر کے نیچے دفن کر دیا اور جناب سید سند نے حدیقہ
سلطانیہ میں ایک اور روایت سے نقل کیا ہے کہ جب وہ درخت رویا اور نالہ کیا تو حضرت منبر پر تھے اُسوقت حضرت نے اُسے بلایا
پس اُس درخت نے زمین کو پھاڑا اور حضرت کی طرف چلا جب قریب منبر کے پہونچا تو حضرت نے اُسے گود میں لیا اور تسکین
اُسکی فرمائی اور اُس سے سب رونے کی آواز سنتے تھے ایسی آتی تھی کہ جیسا لڑکا روتا ہے اور اُسکے رونے کو ٹھہراتے ہیں اور
آخوند صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ معجزہ بھی متواترات سے ہے اور اب تک اُس درخت کی جگہ معروف ہے کہ اُسے اسطوانہ حنانہ
کہتے ہیں تیسرے وہ کہ جسے علامہ حلی علیہ الرحمہ نے شرح تجرید میں کہا ہے اور حاصل اُسکا یہ ہے کہ حضرت نے درخت کو بلایا اُس نے
حکم کو قبول کر کے حضرت کے بلانے سے حضرت کی طرف زمین کو پھاڑ کر آیا بغیر اسکے کہ کوئی اُسے آگے کھینچتا تھا یا پیچھے سے

بیان ان معجزات کا جو حضرت سے نباتات اور جمادات میں ظاہر ہوئے

دیکھتا تھا اور پھر اسی طرح پھر گیا اور اس قصے کی تفصیل روایات مین کئی طرح سے وارد ہوئی ہے چنانچہ نہج البلاغہ مین بھی
وارد ہے اور مجمل اسکا یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک روز مین حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ تھا کہ اشراف قریش
خدمت مین آنحضرت کی آئے اور کہا کہ اے محمد تم دعویٰ ایسا بزرگ کرتے ہو جیسے تمھارے آبا و اقران نے نہ کیا تھا اور ہم تم سے
ایک سوال کرتے ہین کہ اگر اسے تم قبول کرو تو ہم جانین کہ تم پیغمبر اور رسول ہو اور اگر وہ بات تم سے نہو سکی تو ہم جانینگے
کہ تم دروغگو اور ساحر تھے یہ سنکر آنحضرت نے فرمایا کہ تمھارا کیا سوال ہے انھون نے کہا کہ ہمارے لیے اس درخت کو طلب کرو کہ
اپنی جڑ سے اکھڑ کر آئے اور تمھارے روبرو کھڑا ہو حضرت نے فرمایا کہ حق تعالیٰ سب امرون پر قادر ہے اگر یہ تمھارے واسطے
کردے تو ایمان لاؤ گے انھون نے کہا ہان اگر ایسا ہو تو ہم ایمان لائینگے حضرت نے فرمایا کہ مین تمھین دکھاتا ہون جو تم چاہتے ہو
اور جانتا ہون کہ تم ایمان نہ لاؤ گے اور تم مین ایک جماعت ہے کہ وہ جنگ بدر مین ماری جائیگی اور چاہ بدر مین گرے گی اور
ایک جماعت ہے کہ وہ لشکر جمع کرکے مجھسے لڑنے کو آئے گی یہ فرماکر درخت کی طرف متوجہ ہوے اور فرمایا کہ اے درخت اگر
تو ایمان ساتھ خدا و رسول اور روز قیامت کے رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ مین پیغمبر اور رسول خدا کا ہون تو اپنی جڑ سے اکھڑ کر
باذن خدا میرے سامنے آکر ٹھہر بعد اسکے جناب امیر فرماتے ہین کہ بحق اس خداوند کے کہ جسنے نبی کو بحق بھیجا تھا کہ وہ درخت
اپنی جڑ سمیت زمین سے اکھڑا اور حضرت کی طرف روانہ ہوا اور اسکی آمد مین آواز سخت آتی تھی جسطرح پرندون کے پرون کی
آواز ہوتی ہے یہان تک کہ وہ آنکر حضرت کے قریب ایسا ٹھہرا کہ حضرت پر سایہ کیا اور اپنی بلند جو شاخین تھین وہ حضرت کے
سر اقدس پر رکھدین اور اسکے سوا جو اور شاخین تھین وہ میرے سر پر رکھدین اور مین اسوقت مین جانب راست مین حضرت کے
بیٹھا تھا جب یہ معجزہ بزرگ دیکھا اس جماعت قریش نے تو براہ علو و تکبر کہنے لگی کہ حکم کرو اسے کہ پھر جائے اور دو ٹکڑے ہو
آدھا اپنی جگہ پر رہے اور آدھا تمھارے پاس آئے حضرت نے اسکے موافق اسے حکم دیا پس وہ پھر گیا اور جب اپنی
جگہ پر پہونچ چکا تو بہت بڑی آواز سے پھٹا اور نصف اسکا بہت سرعت سے حضرت کی طرف دوڑا یہان تک قریب حضرت کے
پہونچا بعد اسکے انھون نے عرض کیا کہ اس سے فرمایئے کہ یہ آدھا بھی پھر جائے اور اپنے نصف سے ملجائے حضرت نے اسے
فرمایا اور وہ اسی طرح جا کر مل گیا جناب امیر فرماتے ہین کہ مین نے کہا لا الہ الا اللہ اول وہ شخص جو آپکے ساتھ ایمان لایا
مین ہون اور اول اسکا جو اقرار کرے اسکا کہ اس درخت نے جو کچھ کیا وہ حکم خدا سے تھا اور آپ کی تصدیق پیغمبری اور
تعظیم کے لیے آپ کی تھا مین ہون بعد اسکے سب کافرون نے کہا کہ بلکہ ہم کہتے ہین کہ تم جادوگر اور جھوٹے ہو اور عجیب
عجیب جادو تمھارے پاس ہین اور تمھاری تصدیق نہ کرے گا مگر مثل اسکے جو تمھارے پہلو مین بیٹھا ہے حضرت نے
فرمایا کہ اس کلمہ سے انھون نے مجھے ارادہ کیا تھا اور تحقیق کہ مین انھین سے ہون کہ جنھین راہ خدا مین ملامت ملامت کرنے
والون کی مانع و حارج نہین ہوتی نشانی انکی سچ بولنے والون کی نشانی ہے کلام انکا ابرارون کی باتین ہین جو
رات کے آباد کرنے والے ہین اور دن کو ہدایت کا نشان ہین ہاتھ انھون نے اپنا رسن قرآن کے ساتھ مارا ہے

اور طریقہ خدا و رسول کو زندہ رکھتے ہیں تکبر نہیں کرتے فساد نہیں پیدا کرتے دل اُنکے بہشت میں ہیں اور جسم اُنکے عمل
طاعات میں ہیں فقط اور اخوند صاحب نے لکھا ہی کہ یہ بھی معجزہ متواترات سے ہی اور بہت سے طریقون سے منقول ہوا ہی
چوتھے وہ کہ جو مروی ہی کہ ایک یہودی کا حق ایک مسلمان پر آتا تھا اور اُسنے مسلمان سے شرط کی تھی کہ ایک باغ ایسے
نخل کا ایسا درست کر دے کہ جسمین بہت قسمین خرمے کی ہو وین پس حضرت پیغمبر خدا نے جناب امیر کو حکم فرمایا کہ تخم خرما
جب حضرت گٹھلیان خرمے کی لیکر خدمت میں آئے تو حضرت آہستہ خرمے کو اپنے دہن مبارک میں لیکر جناب امیر علیہ السلام کو
دینے لگے کہ تم بوتے جاؤ جناب امیر علیہ السلام گٹھلیان بوتے تھے اور آپ دہن مبارک سے دیتے جاتے تھے جب ایک
گٹھلی بو کر دوسری کی نوبت بونے کی پہونچتی تھی تو پہلی سبز ہو جاتی تھی اور جب تیسری گٹھلی کے بونے کی نوبت پہونچتی تھی
تو پہلا درخت بار لاتا تھا یہان تک کہ ایک ساعت میں اُس باغ کو تمام کیا کہ اُسمین رنگ برنگ کے خرمے سرخ و سفید
سیاہ اور سب میوے تیار تھے پھر اُسی یہودی کو سپرد فرمایا اور اُس مسلمان کو اُسکے حق سے بری فرمایا اور اُسی کے قریب ہی
جو قصہ سلمان رضی اللہ عنہ میں مذکور ہی پانچوین وہ ہی جو تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں منقول ہی کہ جب حق میں یہودیون کے
اور دشمنان آل محمد صلوٰۃ اللہ علیہ و آلہ کے یہ آیہ نازل ہوا ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُهُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً تو یہود نے خدمت میں حضرت کی
آکر کہا کہ اے محمد تم دعویٰ کرتے ہو کہ ہمارے دلون میں ارادہ فقیرون سے مواسات کا اور ضعیفون کی اعانت کا اور راہ خدا میں
مال صرف کرنے کا نہیں ہی اور تم کہتے ہو کہ پتھر ہمارے دلون سے زیادہ ملائم ہیں اور حق تعالیٰ کی اطاعت ہمسے زیادہ کرتے ہیں
پس اب پہاڑ قریب ہیں آؤ ہم تم کسی ایک پہاڑ کے پاس چلیں اگر وہ تمھاری راستگوئی کی گواہی دے تو ہم کو ضرور ہی کہ تمھاری
اطاعت کریں اور اگر تمھاری تکذیب کریں یا جواب نہ دیں تو ہم جانینگے کہ تمنے جھوٹ کہا تھا حضرت نے فرمایا کہ خوب ہی تم
جس پہاڑ کو اختیار کرو میں اُسکے پاس چلون پس اُنھون نے ایک پہاڑ کو اختیار کیا جو آبادی سے زیادہ دور تھا اور حضرت کو
اُسکے پاس لیگئے جب قریب پہاڑ کے حضرت تشریف لیگئے تو اُس سے خطاب فرمایا کہ میں تجھسے سوال کرتا ہون بجاہ محمد و آل پاک اُنکے
کہ جنکے نامون کے ذکر کرنے سے حضرت آدم کی توبہ کو حق تعالیٰ نے قبول فرمایا اور اُنکے نامون کی برکت سے عرش کو سبک
خفیف کر دیا کہ آٹھ فرشتون کے کاندھون پر وہ ٹھہرا بعد اسکے کہ بہت فرشتے کہ جنکی گنتی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اُسے حرکت
نہ دے سکتے تھے اور سوال کرتا ہون بحق محمد و آل طیبین اُنکے کی کہ جنکے نامون کی برکت سے حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی
توبہ کو قبول کیا اور بہشت میں اُنکے مکان بلند تک پہونچایا کہ گواہی محمد کی واسطے ساتھ اُس چیز کے جو خدا نے تجھے
سپرد کیا ہی اُنکی تصدیق سے اِن یہودیون پر اور اُنکے دلون کی سختی کی دی پس وہ پہاڑ کانپا اور پانی اُس سے جاری ہوا
اور زبان فصیح اور باواز بلند اُسنے کہا کہ اے محمد میں گواہی دیتا ہون کہ تو خدا کا رسول اور سب مخلوق کا اُسکی سردار ہی جو گذری
اور جو مخلوق کہ پیدا ہونے والے ہیں اور میں گواہی دیتا ہون کہ دل اُن یہود کے جیسا کہ تو نے وصف کیا ہی پتھر سے زیادہ
سخت ہین کہ اُنسے کچھ باہر نہیں آتا اور پتھر سے کبھی پانی نکلتا ہی اور میں گواہی دیتا ہون کہ یہ جھوٹے ہیں اس بات میں جسکا نسبت

آپ کی طرف کرتے ہین اور خدا پر افترا کرتے ہین حضرت نے فرمایا کہ ای پہاڑ مین تجھسے سوال کرتا ہون کہ تو بیان کر کہ حق تعالی
نے تجھے کہا ہی کہ تو میری اطاعت کرے ہر بات مین جو کچھ مین تجھسے طلب کرون بجاہ محمد وآل طیبین اُسکے کی جنکی برکت سے
خدا نے نجات دی نوح کو کرب بزرگ سے اور سرد کیا آگ کو ابراہیم پر اور اُسنے ابراہیم پر سلامت گردانا اور ابراہیم کو
آگ مین متمکن اُس تخت پر کیا جو مزین تھا اور فرش رنگارنگ کے اوپر ایسے تھے کہ جو اُس بادشاہ جابر نے اپنی عمر مین
اور نہ اور بادشاہون کی سرکار مین ایسے دیکھے تھے نہ سنے تھے اور گرد تخت کے بہت سے درخت طرح طرح کے خوش آیند
اُگائے تھے کہ اُنسے ہر قسم کے پھول اور میوے ظاہر ہوے تھے کہ جو سال بھر مین ایک فصل پر ہوتے ہین پہاڑ نے کہا کہ
مین گواہی دیتا ہون کہ جو آپ نے فرمایا وہ حق ہی اور اگر آپ خدا سے سوال کرین کہ سب آدمی دنیا کے خوک و میمون ہو جائین
تو خدا ابھی موافق آپ کے سوال کے سب دنیا کو ایسا ہی کردے اور اگر آپ سوال کرین کہ سب کو فرشتہ کردے
تو فرشتہ کردے اور اگر آپ دعا کرین کہ برف کو آگ اور آگ کو برف کردے تو وہی کردے اور اگر آپ سوال کرین کہ
آسمان کو زمین پر لائے اور زمین کو آسمان پر لیجائے تو ویسا ہی کرے اور گواہی دیتا ہون کہ خدا نے آسمانون کو اور زمینون کو
اور دریاؤن کو اور پہاڑون کو سب کو آپکا فرمانبردار و مطیع کیا اور سب مخلوقات خدا کی آپ کی اطاعت مین ہین اور جو
آپ فرماوینگے اُسے عمل مین لاوینگے بعد مشاہدہ کرنے اِن معجزات ظاہرہ کے اُن یہودیون نے کہا کہ ای محمد تم ہمپر تلبیس کرتے ہو
اس پہاڑ کے پتھرون کے نیچے جماعت اپنے اصحاب کی بٹھادی ہی کہ وہ باتین کرتے ہین اور ہمسے کہتے ہو کہ پہاڑ کلام کرتا ہی
اگر تم سچ کہتے ہو تو پہاڑ کے پاس سے خود دور ہٹ کر کھڑے ہو اور اُسے حکم کرو کہ جڑ سے اُکھڑ کر جہان تم کھڑے ہو وہان تک
وہ خود آئے اور کھڑا ہو اور بعد اُسکے پہاڑ کمر کے پاس سے اپنی دو حصے ہو اور اوپر کا حصہ نیچے آئے اور نیچے کا حصہ اوپر جائے
اگر ایسا کرو تو ہم جانین کہ تمنے سچ کہا ہی اور خدا کی طرف سے ہی جو کچھ کہ تم اُسکا دعوی کرتے ہو یہ سنکر حضرت نے ایک پتھر کو
کہ وہ پانچ رطل کی مقدار مین تھا اشارہ فرمایا کہ ای پتھر میرے پاس آ وہ پتھر پہاڑ سے جدا ہوکر حضرت کی خدمت مین آیا اور سامنے
ایستادہ ہوا حضرت نے اُس یہودی سے فرمایا کہ اس پتھر کو اپنے کان کے نزدیک لیجاکر سُن کہ جو کچھ پہاڑ نے گواہی دی ہی وہی
یہ پتھر بھی گواہی دےگا جب اُسنے پتھر کو اپنے کان سے قریب کیا تو حکم خدا سے وہی آواز اُس پتھر سے آئی جو آواز اُس پہاڑ سے
آئی تھی اُسوقت حضرت نے فرمایا کہ یا اس پتھر کے نیچے بھی کوئی آدمی ہی کہ تجھسے بات کرتا ہی اُسنے کہا نہین لیکن وہ جو مین نے
درخواست کی تھی اُسکے موافق آپ نے نہین کیا حضرت نے اُنپر اتمام حجت کے واسطے پہاڑ سے بہت دوری فرمائی اور
ایک صحرا کے بیچ مین جاکر کھڑے ہوے اور فرمایا کہ ای پہاڑ بحق محمد وآل طیبین اُنکے جنکی جاہ کے باعث سے اور اُنسے توسل
ڈھونڈھنے سے بندگان خدا کے حق تعالی نے قوم عاد پر ایسی سرد ہوا مسلط فرمائی کہ وہ آدمیون کو زمین سے اٹھاتی تھی
اور ہوا مین بلند کرتی تھی اور جبرئیل کو حکم فرمایا کہ قوم صالح پر نعرہ مارا اور انھین ہلاک کیا کہ تو بھی اپنی جگہ سے اُکھڑ اور
میرے پاس اس مقام پر خدا کے حکم سے آ یہ فرماکر ہاتھ زمین کے اوپر رکھا بعد اُسکے وہ پہاڑ حرکت مین آیا اور سب راہوار

کی طرح دوڑتا ہوا آیا اُس جگہ پر جہان کا حضرت نے نشان دیا تھا اور کھڑا ہوا اور کہا کہ مین سُننے والا اور فرمانبردار ہون
آپ کا اے رسول خدا ہر چند اِن معاندین کی ناکین خاک پر رگڑین جائین جو حکم آپ فرمانے کو ہون فرمایئے تاکہ مین اطاعت
کرون حضرت نے فرمایا کہ یہ گروہ کہتے ہین کہ زمین سے اُکھڑ اور دو ٹکڑے ہو نیچے کا حصہ اوپر ہو جائے اور اوپر کا حصہ
نیچے آئے پہاڑ نے عرض کیا کہ اے رسول رب العالمین آپ یہ حکم میرے واسطے فرماتے ہین حضرت نے فرمایا کہ ہان پس
بمجرد اسکے اُنکی درخواست کے موافق ہوا بعد اسکے پہاڑ نے اُن معاندین سے خطاب کیا کہ آیا جو کچھ کہ تمنے دیکھا یہ
کم ہے موسٰی کے معجزات سے جنکے ساتھ تم ایمان لائے ہو اُسوقت اُنھون نے آپسمین دیکھا بعضون نے کہا کہ اب ہمکو
محل گریز نہین ہے اور بعضون نے کہا کہ یہ شخص صاحب نصیب ہے جو ارادہ کرتا ہے وہ میسر ہو جاتا ہے اُسوقت پہاڑ نے کہا
کہ اے دشمنان خدا جو کچھ کہ تمنے کہا اُس سے موسیٰ کی نبوت کو باطل کیا کیونکہ منکر نبوت موسیٰ کا جو ہوگا وہ کہیگا کہ انکے معجزے بھی
بذریعہ صاحب نصیب ہونے کے تھے چھٹے وہ ہے جو شان نزول آیہ وَاَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ مین موافق روایات
عامہ و خاصہ کے وارد ہوا ہے کہ پیغمبر خدا نے علی ابن ابیطالب سے فرمایا کہ بکرے کی ایک ران کو پکاؤ اور ایک بڑا کاسہ دودھ کا
میرے پاس لاؤ اور میری طرف سے اپنے باپ ہاشم کی اولاد کو طلب کرو پس جناب امیر علیہ السلام نے موافق حضرت کے
ارشاد کے تعمیل فرما کر بنی ہاشم کو طلب کیا اور وہ چالیس آدمی تھے پس سب نے کھایا اور سیر ہوئے اور کھانا جتنا تھا
اُتنا ہی رہا سوا خدا کی شان کے کوئی نشان بھی کھانے کا اُسمین نہ معلوم ہوتا تھا اِسی طرح دودھ بھی سب نے سیر ہو کر پیا
اور وہ کاسہ بھی بھرا رہا پھر جب چاہا کہ اُنھین اسلام کی طرف دعوت کرین تو ابو لہب نے کہا کہ محمد نے تمپر جادو کیا ہے بعد
اُسکے حضرت کھڑے ہوئے اور دعوت کی مسلمان ہونے کی طرف اُسوقت کسی نے قبول نہ کیا مگر علی ابن ابیطالب نے
اور اسی طرح دوسرے دن اور تیسرے روز بھی فرمایا اور ہر روز اُنکا اصرار انکار پر اور علی ابن ابیطالب کا اقرار و قبول کرنا
وصایت و خلافت کو بدستور رہا یہان تک کہ موافق وعدے کے پیغمبر خدا نے حضرت امیر کو اپنا وصی فرمایا فقط واضح ہو
کہ یہ حکایت پیشتر مفصل مذکور ہو چکی ہے اِسلیے بیان بطور اجمال بسبب ضرورت مقام کے لکھا گیا ساتوین وہ ہے
جو تفسیر صافی مین علی ابن ابراہیم قمی سے مروی ہے کہ پانچوین برس ہجرت سے قبائل قریش نے اجتماع کیا اور عرب کے قبیلون کو
حرکت مین لائے اور دس ہزار آدمیون کو کہ افسر اُنکا ابو سفیان ملعون تھا پیغمبر خدا کے مقابلے کے لیے مستعد و آمادہ کیا
اور پیغمبر خدا نے اس خبر کو سُنکر اپنے اصحابون سے مشورہ فرمایا اور اُسوقت حضرت کے اصحاب سات سو آدمی تھے فقط
اس شورے مین سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضرت سے عرض کیا کہ تھوڑے آدمی جماعت کثیر کا مقابلہ کبھی کر سکینگے
اصلح یہ ہے کہ خندق کھودی جائے کہ ہم عجمیون مین عادت ہے کہ جب مقابلہ دشمن قوی کا ہوتا ہے اُسوقت خندق لشکر کے گرد
اپنے کھود لیتے ہین بعد اسکے جبرئیل نازل ہوئے اور حق تعالیٰ کی طرف سے سلمان فارسی کی رائے کے موافق عمل مین لانے کو
اجازت پہونچائی پس پیغمبر خدا نے حکم فرمایا کہ زمین کی پیمائش کرین اور ہر بیس قدم اور تیس قدم پر ایک ایک قوم کو مہاجرین و

انصار سے خندق کے کھودنے کو مقرر فرمایا پھر حکم فرمایا کہ پھاوڑے لاؤ اور پہلے سب سے خندق کھودنے کی ابتدا
خود جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمائی کہ ایک کلنگ اپنے ہاتھ مین لیا اور جہان پر کہ مہاجرین تھے تنہا خود
مشغول کھودنے کے ہوئے حضرت خندق کھودتے تھے اور علی ابن ابیطالب علیہ السلام گڑھے سے مٹی اٹھا کر علیحدہ
کنارے پر جمع فرماتے جاتے تھے یہان تک کہ جسم مبارک سے حضرت کے پسینہ جاری ہوا اور فرماتے تھے کہ
لا عیش الا عیش الآخرة اللهم اغفر للانصار والمهاجرین جب صحابون نے دیکھا کہ خود حضرت مشغول ہین اسوقت سبکے
مستعد ہو کر خندق کے کھودنے مین اور مٹی کے اٹھانے مین بہت اہتمام کیا پس جب دوسرا دن ہوا تو صبح ہوتے ہی
سب اصحاب بہت جلد خندق کے کھودنے کو گئے اور حضرت خود مسجد فتح مین بیٹھے پس اسی حالت مین کہ اصحاب
خندق کھود رہے تھے ناگاہ ایک پہاڑ اس زمین کے نیچے سے ایسا ظاہر ہوا کہ اسمین کلنگ تاثیر نہ کرتے تھے ہر چند
سب نے زور بہت مارا لیکن وہ نہ کٹ سکا اسوقت لاچار ہو کر سب نے جابر ابن عبد اللہ انصاری کو عرض حال کیلئے
خدمت مین پیغمبر خدا کی روانہ کیا جابر کہتے ہین کہ مین مسجد مین آیا دیکھا مین نے کہ وہ حضرت پشت مبارک کو زمین پر
اور ردائے مبارک کو سر کے نیچے رکھے ہوئے اور ایک پتھر کو اپنے شکم مبارک پر باندھے ہوئے لیٹے ہین مین نے
حقیقت امر کو عرض کیا حضرت سنتے ہی اس حال کے اٹھ کھڑے ہوئے اور جہان وہ پہاڑ ظاہر ہوا تھا تشریف لائے اور
پانی طلب فرمایا جب پانی آیا تو روئے مبارک کو اور ہاتھون کو کہنیون تک دھویا اور مسح سر پر اور پائے مبارک کا
فرمایا بعد اسکے تھوڑا سا پانی نوش فرمایا اور تھوڑا پانی دہن مبارک سے اس پتھر پر ڈالا بعد اسکے کلنگ کو اپنے دست مبارک
مین لیا اور ایک ضرب اسپر ماری کہ اس ضرب سے روشنی مثل برق کے بلند ہوئی ایسی روشنی کہ جس سے شام کے بلند مکان
ظاہر ہوئے بعد اسکے دوسری ضرب لگائی اور اس سے بھی ایک برق چمکی کہ اس سے شہر مدائن کے بلند مکانات مین نے
دیکھے بعد اسکے تیسری ضرب لگائی کہ اسکی روشنی سے یمن کے مکانات دیکھے مین نے بعد اسکے پیغمبر خدا نے فرمایا کہ
آگاہ ہو کہ قریب ہے کہ مین ان ملکون پر جو اسوقت اس روشنی مین دکھائی دیئے فتح یاب ہونگا بعد اسکے وہ پتھر جو مثل پہاڑ کے
تھا ریت کی طرح ٹکڑے ٹکڑے اور پراگندہ ہو گیا جابر کہتے ہین کہ بعد فراغت اس امر کے مین سمجھا کہ پیغمبر خدا بھوکے ہین
جو پتھر کو اپنے پیٹ پر باندھا ہی اس خیال سے مین نے عرض کیا کہ آیا کچھ رغبت حضرت کو غذا کی طرف ہی فرمایا کہ کیا کچھ
تیرے پاس مین نے عرض کیا کہ ایک صاع جو اور ایک بکری ہی فرمایا کہ آگے جا کر تیار کر جو کچھ کہ تیرے پاس حاضر ہی
جابر کہتے ہین کہ مین گھر مین آیا اور اپنی بی بی سے کہا کہ جو کو پیس کر آٹا کرے اور بکری کو ذبح کر کے صاف کیا اور بی بی سے
کہا کہ آٹے کی روٹی پکاوے اور بکری کا سالن درست کرے جب انکی درستی سے فرصت ہوئی تو مین حضرت کی
خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر سے قربان ہون کھانا تیار ہی تشریف لیچلیے اور جسے
منظور ہو اپنے ہمراہ لیچلیے یہ سنکر حضرت خندق کے کنارے پر کھڑے ہوئے اور بآواز بلند ندا فرمائی کہ اے گروہ مہاجرین و

انصار جابر کی دعوت قبول کرو اور اُسوقت سات سو آدمی مجتمع تھا حضرت کی آواز سنتے ہی اپنی اپنی جگہ سے سب نکل کر آئے جو جو آتا جاتا تھا اُس سے حضرت فرماتے جاتے تھے کہ دعوت جابر کو قبول کرو مین پہلے سب سے اپنے گھر آیا اور بی بی سے مین نے کہا کہ خدا کی قسم حضرت اسقدر زیادہ آدمی ساتھ لاتے ہین کہ ہرگز مجھے تاب و طاقت اُنکے کھلانے کی نہین ہی اُس زن عقلمند نے کہا کہ آیا مقدار طعام سے تو نے اگاہی اور اطلاع حضرت کی خدمت مین کر دی تھی یا نہین جابر نے کہا کہ البتہ مقدار طعام کو عرض کر چکا ہون یہ سنکر اُنکی بی بی نے کہا کہ پھر ہمکو فکر نی کیا ضرور ہی وہ بہتر جانتے ہین جابر کہتے ہین کہ بعد اسکے حضرت تشریف لائے اور دیگ کو دیکھا اور جابر کی بی بی سے فرمایا کہ اسمین سے کچھ نکال اور کچھ دیگ مین رہنے دے اور پھر تنور پر نظر اقدس ڈالی اور فرمایا کہ کچھ روٹیان تنور سے باہر نکال اور کچھ اسمین رہنے دے بعد اسکے کاسہ طعام کا طلب کر کے شوربا اسمین ڈالا اور روٹی کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسمین بھگویا اور فرمایا کہ ای جابر دس دس آدمیون کو میرے پاس لا موافق حکم کے مین دس دس آدمیون کو بلا لایا اور حضرت نے اُنھین کھلایا یہان تک کہ وہ سیر ہو گئے اور کاسہ سے کچھ کم نہوا سوا اسکے کہ انگلیون کا نشان اسمین بنا تھا بعد اسکے فرمایا کہ ای جابر ایک ہاتھ بکری کا لا مین نے حاضر کیا اسے تناول فرمایا بعد اسکے فرمایا کہ اور دس شخصون کو لا مین اسی طرح پھر دس آدمیون کو بلایا وہ بھی کھا کر سیر ہوے اور پھر وہ کاسہ بھرا تھا کچھ بھی مین سوائے نشان انگشتان کچھ نہ معلوم ہوتا تھا پھر فرمایا کہ بکری کا ہاتھ لا اور اُسے نوش فرمایا بعد اسکے اُنھین رخصت کیا اور پھر دس شخصون کو طلب فرمایا مین نے حاضر کیا اُنھون نے بھی کھایا اور سیر ہوے جب وہ کھا چکے تو پھر فرمایا کہ عَلَیَّ بِالذِّرَاعِ یعنی اور بکری کا ہاتھ لا مین نے بکری کا ہاتھ حاضر کر کے عرض کیا کہ بکری کے کتنے ہاتھ ہوتے ہین فرمایا دو ہوتے ہین مین نے عرض کیا کہ قسم ہی اُس خدا کی جسنے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہی کہ مین تین ہاتھ آپ کی خدمت مین گذران چکا ہون فرمایا کہ ای جابر اگر تو چپ رہتا تو سب ہی ایک ہاتھ کے ذراع سے کھاتے و سیر ہو جاتے بعد اسکے دس دس آدمیون کو مین حکم کے موافق لاتا تھا اور وہ سیر ہو کر کھاتے تھے اور اُٹھ جاتے تھے یہان تک کہ سب اصحاب خوب سیر ہو کر کھا گئے اور پھر کھانا اتنا باقی رہ گیا کہ چند روز تک وہ میرے کام مین آیا فقط یہ حدیث بڑی ہی لیکن بقدر حاجت مقام اُس سے نقل کیا گیا از انجملہ وہ ہی جو آخوند صاحب نے حیات القلوب مین بسند ہاے معتبر جناب امام جعفر صادق سے روایت کی ہی کہ جناب امیر نے فرمایا کہ مین پیغمبر خدا کے ساتھ شہر سے باہر گیا اور ایک ایسی منزل پر پہونچے کہ پانی وہان نہ تھا اور ہمراہیون کو پیاس کی شدت ہوئی اُسوقت آنحضرت نے ایک ظرف کو طلب فرمایا کہ اسمین تھوڑا سا پانی تھا اور اُسمین دست مبارک کو اپنے رکھا بعد اسکے انگلیون کے بیچ مین سے حضرت کے پانی اسقدر جاری ہوا کہ آدمی اور گھوڑے اور اونٹ سب سیراب ہو گئے اور جسقدر ظروف تھے پانی کے وہ سب نے بھر لیے اور اُسوقت حضرت کے لشکر مین تیس ہزار آدمی اور بارہ ہزار اونٹ اور بارہ ہزار گھوڑا تھا اور دوسری روایت مین ہی کہ فرمایا کہ ایک گڑھا کھودو اور اُسمین ایک نطع بچھائی اور دست مبارک کو اُس نطع کے اوپر رکھا اور فرمایا کہ تھوڑا پانی لاؤ اُسے دست مبارک پر ڈالا اور حضرت نے خدا کا نام لیا بعد اسکے انگلیون کے بیچ مین حضرت کے

بیان معجزے کا جو انگشتان مبارک سے پانی جاری ہوا

پانی جوش مارنے لگا اور یہ قصہ بھی متواترات سے ہی اور اسی قبیل سے ہی جو طبری علیہ الرحمہ نے خبر نقل کی ہی کہ ایک یہودی نے
جناب امیر سے کہا کہ فَاِنَّ مُوسیٰ قَدْ اُعْطِیَ الْحَجَرَ فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ ایسا ہی ہی اور حق تعالیٰ نے
ہمارے پیغمبر محمد مصطفےٰ کو جب حدیبیہ مین حضرت کا نزول ہوا ہی اور اہل مکہ نے آنحضرت کا محاصرہ کیا ہی تو اس سے بہتر معجزہ
کرامت فرمایا تھا اور اسکا بیان یہ ہی کہ صحابون نے شدت تشنگی سے حضرت کی خدمت مین شکایت کی اور اسوقت یہ حال تھا
کہ گھوڑون کے پیٹ مین گڑھے پڑ گئے تھے پس ایک یمانی ڈول طلب فرمایا اور دست مبارک کو اپنے اسمین نصب کیا
اسکے بعد انگشتان مبارک سے آنحضرت کے ایک پانی کا چشمہ جاری ہوا کہ جس سے سب آدمی سیر ہوے اور اپنے گھوڑون کو
سیراب کیا اور جسقدر پانی کے ظروف ان پاس تھے انمین بھر لیا اور بہ تحقیق کہ مین آنحضرت کے ہمراہ تھا حدیبیہ مین کہ
ایک کنوان خشک ہمنے پایا پس ایک تیر کو اپنے ترکش سے نکال کر براء ابن عازب کو سپرد فرمایا اور حکم دیا کہ اس تیر کو جا کر
چاہ خشک مین گاڑ دے جب براء نے موافق ارشاد کے اس تیر کو چاہ خشک مین زمین پر مارا تو اس تیر کے نیچے سے بارہ چشمے
جاری ہوے اور ایک قوم نے حضرت سے شکایت کی کہ ایک کنوان ہمارا ہی کہ گرمی مین اسکا پانی سوکھ جاتا ہی یہ سنکر
لعاب دہن اسمین اپنا ڈالا بفور اسکے آب صاف شیرین اسمین جاری ہوا اور جب یہ خبر اہل یمامہ کو پہونچی تو انھون نے مسیلمہ
کذاب سے کہا کہ ہمارے کنوئین مین بھی پانی کم ہی تو اسے بڑھا دے جب اسنے اپنا لعاب دہن اس کنوئین مین ڈالا تو جسقدر پانی
اسمین تھا وہ بھی خشک ہو گیا اور اس سے قریب ہی وہ خبر جو آخوند صاحب نے حیات القلوب مین نقل کی ہی کہ ایک
جماعت نے حضرت کی خدمت مین شکایت کی کہ انکے کنوئین مین پانی شور اور کم ہی پس حضرت انکے کنوئین پر تشریف لائے
اور آب دہن اپنا اسمین ڈالا پس اسی وقت اسکا پانی شیرین ہو گیا اور جوش مار کر بلند ہوا اور وہ کنوان اب تک مکے کے باہر
معروف ہی اور اسے عیسلہ کہتے ہین اور اس کنوئین والے اسے اپنی بزرگترین مکرمت سے شمار کرتے ہین اور اس سے فخر کرتے ہین
اور جب مسیلمہ کذاب کی قوم نے یہ سنا تو اسکے پاس گئے اور کہا کہ تو بھی اس معجزے کو ہمارے واسطے ظاہر کر وہ ایک
کنوئین پر جسکا پانی بہت شیرین تھا گیا اور اپنا آب دہن جس اسمین ڈالا اسکا پانی فوراً شور تلخ ہو گیا اور بیٹھ گیا اور وہ بھی کنوان
یمن مین معروف ہی اور قریب ہی اس سے جو جناب علامہ علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہی کہ گواہی دی ہی حضرت کی پیغمبری کی
بھیڑیے نے اور اسکا قصہ یہ ہی کہ وہبان بن اوس اپنے گلہ گوسفند کو چراتا تھا کہ بھیڑیا آیا اور ایک بکری کو اسمین سے اسنے
پکڑا اور بکری اسکے ساتھ ساتھ روانہ ہوئی اسوقت اس بھیڑیے نے کہا کہ تعجب کی بات یہ ہی کہ بکری میرے ساتھ آتی ہی اور میری
اطاعت کرتی ہی اور محمد مصطفےٰ حق کی طرف طلب کرتے ہین اور اسے کوئی قبول نہین کرتا یہ سنکر وہبان حضرت کی خدمت مین
آیا اور اسلام قبول کیا اور اسے سب مکلم الذئب کہکر پکارتے تھے اور قریب ہی اس سے جو کلینی علیہ الرحمہ نے باسناد معتبر اپنی
کیفیت جناب ابوذر کے مسلمان ہونے کی حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہی کہ آنحضرت نے کسی شخص سے اپنے
صحابون مین سے فرمایا کہ چاہتے ہو کہ تمہین خبر دون مین کہ سلمان و ابوذر کیونکر مسلمان ہوے اس شخص نے عرض کیا کہ سلمان

اسلام کی کیفیت تو مجھے معلوم ہے لیکن ابی ذر کے مسلمان ہونے کی کیفیت معلوم نہین ہے جس سے آگاہ فرمائیے اور واقع یہی ہے
کہ اس شخص نے خطا کی کہ بعد حضرت کے اس فرمانے کے کہا کہ خبر سلمان کے اسلام کی جانتا ہون کیونکہ اگر واقع یہی جانتا تا
خبر حقیقی کو تو جو فرمایا تھا یہ نہ فرماتے بلکہ فقط خبر اسلام ابی ذر کی ہی تعلیم کو فرماتے اس سے خطا ہوئی کہ دونون کو نہ پوچھا کہ علم حقیقی
دونون کا حاصل ہو جاتا القصہ یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ ابوذر بطن مر مین کہ ایک مقام کا نام ہے جو ایک منزل مکہ معظمہ سے
دور واقع ہوا اپنے گوسفندون کو چراتے تھے ناگاہ جانب راست سے ایک بھیڑیا انکے گوسفندون کی طرف متوجہ ہوا ابوذر نے
اپنے عصا سے اسے ہنکایا وہ جانب چپ سے آیا اسوقت ابوذر نے ایک عصا اسکے منھ پر مارا اور کہا کہ تجھسے بدتر اور زیادہ
خبیث بھیڑیا نہین دیکھا اسوقت وہ بھیڑیا حضرت کے اعجاز سے مثل انسان کے باتین کرنے لگا اور کہا انسے کہ وہ اہل مکہ
مجھسے بدتر ہین کہ خداوند عالم نے پیغمبر انکی طرف بھیجا ہے اور وہ انکی طرف دروغ گوئی کی نسبت دیتے ہین اور انسے
ناسزا کہتے ہین جب یہ بات ابی ذر نے سنی تھی ابی بی سے کہا کہ توشہ اور لنگی اور عصا میرا لا بس انہین لیکر مکہ معظمہ کی طرف
پیادہ پا روانہ ہوئے کہ تا جو کچھ بھیڑیے سے سنا تھا اسے تحقیق کرین بالجملہ اسوقت کہ زیادہ گرمی تھی داخل مکہ ہوئے اور
بہت اذیت و تعب اٹھاکر پہونچے اور اسوقت پیاس انپر غالب تھی چاہ زمزم کے پاس آئے اور ڈول اس سے اپنے واسطے
کھینچا جب وہ ڈول باہر آیا اور دیکھا تو وہ دودھ سے بھرا ہوا تھا دل مین انکے یہ آیا کہ جو کچھ بھیڑیے نے کہا تھا یہ اسکا گواہ ہے
اور یہی معجزات سے اس پیغمبر کے ہے بعد اسکے اسے پیا اور سیراب ہو کر کنار مسجد مین آئے دیکھا کہ ایک جماعت قریش کی ایک
دوسرے کے گرد بیٹھے ہین انکے قریب آنکر بیٹھے دیکھا کہ یہ لوگ ناسزا پیغمبر خدا کی نسبت مین کہہ رہے ہین جیسا کہ بھیڑیے نے
خبر دی تھی اور برابر اسی حال مین لوگ رہے یہان تک کہ آخر روز ہوا اور حضرت ابوطالب داخل مسجد ہوئے جب ان سب کی نظر
انپر پڑی تو آپسمین کہنے لگے کہ چپکے رہو کہ اسکا چچا آیا ہے یہ کہکر بدگوئی کو حضرت کی ترک کیا اور جب ابوطالب آنکر بیٹھے تو انسے
باتین کرنے مین مشغول ہوئے اور شام تک انسے باتین کیا کیے جناب ابی ذر کہتے ہین کہ جب ابوطالب اٹھکر مکان چلنے لگے
تو مین انکے پیچھے پیچھے روانہ ہوا ابوطالب نے میری طرف منھ کیا اور کہا کہ اپنی حاجت بیان کر مین نے کہا کہ اس پیغمبر کی
تلاش مین آیا ہون جو تم مین مبعوث ہوا ہے ابوطالب نے کہا کہ انسے کیا کام ہے ابوذر نے کہا کہ چاہتا ہون کہ انکے ساتھ
ایمان لاؤن اور جو فرمائین اسکا اقرار بصدق دل کرون اور اپنے تئین انکا مطیع و منقاد گردانون اور جس بات کا حکم کرین
اسمین اطاعت کرون ابوطالب نے کہا کہ آیا یقینا ایسا کرے گا ابی ذر نے عرض کیا کہ ہان ایسا ہی کرونگا ابوطالب نے کہا
کہ کل اسی وقت میرے پاس آنا تو مین تمھین انکی خدمت مین پہونچا دونگا ابوذر کہتے ہین کہ مین رات کو بھی مسجد مین رہا
اور جب دن ہوا تو ان کافرون کی مجلس مین بیٹھا اور انھون نے موافق روز گذشتہ کے زبان اپنی آنحضرت کی نسبت ناسزا گوئی مین
دراز کی اور جب ابوطالب آئے تو سب چپ ہو گئے اور انکے ساتھ باتین کرتے رہے یہان تک کہ جب ابوطالب اٹھے
تو مین انکے پیچھے روانہ ہوا پھر مجھسے وہی پوچھا جو پہلے ان پوچھا تھا مین نے وہی جواب جو پہلے دیا تھا عرض کیا پھر

بتاکید فرمائی کہ جو کہتے ہو وہی کروگے مین نے عرض کیا کہ ہان وہی کرونگا پس مجھے اپنے ساتھ لیکر اُس گھر پر آئے جہان
حمزہ تھے مین نے اُنپر سلام کیا اُنھون نے مجھسے حاجت کو پوچھا وہی جواب مین نے اُنسے بھی عرض کیا اُنھون نے کہا کہ تم
گواہی دیتے ہو کہ خدا ایک ہی اور محمد اُسکا بھیجا ہی مین نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پھر وہان سے حمزہ
مجھے اپنے ساتھ اُس گھر مین لیگئے جہان حضرت جعفر طیار تھے اُنپر بھی مین نے سلام کیا اور میرا مطلب اُنھون نے بھی
پوچھا وہی جواب مین نے دیا جو ابو طالبؑ و حمزہ کو دیا تھا اُنھون نے شہادتین کی تکلیف دی مین نے زبان سے
اقرار کیا وہ مجھے اپنے ہمراہ اُس گھر مین لیگئے جہان حضرت امیر المومنینؑ تھے آنحضرت نے سوال کے بعد اور شہادتین کے
اقرار کے حکم فرمانے کے بعد مجھے اپنے ہمراہ لیا اور اُس گھر مین لیگئے جہان حضرت رسول تشریف رکھتے تھے مین نے سلام کیا
اور بیٹھا حضرت نے میری حاجت کو پوچھا اور بعد اُسکے کلمہ شہادتین کو مجھے تلقین فرمایا جب مین شہادتین کا اقرار کر چکا
تو فرمایا کہ اے ابوذر اپنے وطن کو جاؤ اور جب تک تو گھر پہونچے گا تیرے چچا کا بیٹا مر جائیگا اور اُسکا تیرے سوا کوئی وارث
نہوگا تو اُسکے مال کو لے اور اپنے اہل و عیال مین رہ یہان تک کہ میری نبوت کا امر ظاہر ہو آخر کو میرے پاس آنا ابوذر
اپنے وطن گئے پہونچ کر دیکھا کہ چچا کا بیٹا مر گیا تھا اُسکے مال کو لیا اور ٹھہرے رہے یہان تک کہ حضرت پیغمبر خدا نے مدینہ منورہ کو
ہجرت فرمائی اور اسلام نے رواج پایا اُسوقت مدینہ مین حضرت کی خدمت باسعادت مین حاضر ہوے حضرت
صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ خبر ہی ابوذر کے مسلمان ہونے کی اور اسلام سلمان کی خبر کسنے سنی ہی اُسوقت وہ شخص
پشیمان ہوا اُس کلام سے اپنے جو دعوی کیا تھا کہ خبر اسلام سلمان جانتا ہون اور استدعا کی کہ اُسے بھی فرمایئے لیکن حضرت نے
اُس وقت خبر کو نہ فرمایا اور حق تعالی نے بسبب شرف اسلام کے اور اُس اخلاص و اختصاص کے ذریعے سے جو جناب
ابی ذر کو حضرت پیغمبر خدا سے تھا کرامات بزرگ جناب ابی ذر کو کرامت فرمائے اور حقیقت مین وہ سب تاثیرات نفس
قدسی نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ کے تھے چنانچہ راوندی اور ابن شہر آشوب نے جناب ابی ذر سے روایت کی ہی کہ کہا اُنھون نے
کہ ایک روز مین پیغمبر خدا کی خدمت مین حاضر ہوا فرمایا کہ تمھارے گوسفند کیا ہوے مین نے عرض کی کہ اُنکا قصہ عجیب ہی
مین ایک روز نماز پڑھتا تھا ناگاہ ایک بھیڑیا آیا اور اُسنے میرے گلہ گوسفند پر حملہ کیا اور ایک بچہ گوسفند کو اُنمین سے لیا
مین نے نماز کو نہ توڑا اور ارشاد القلوب کی روایت مین ہی کہ مین نے نماز کو نہ توڑا ہرچند شیطان نے میرے دل مین
وسوسہ کیا کہ تو مال دنیا سے کچھ نہین رکھتا اگر نماز کو نہ توڑے گا تو بھیڑیا کسی گوسفند کو نہ باقی رکھیگا اور تیرے پاس کچھ مال
نہ باقی رہیگا لیکن اُسکا جواب مین نے دل مین اپنے دیا کہ اگر مال دنیا میرے ہاتھ سے جاے جاے ایمان ساتھ نبی برحق کے
اور محبت اُنکے اہلبیت کی جو اُس سے اشرف ہی بحمد اللہ میرے ہاتھ مین ہی اور اپنی نماز پر متوجہ رہا ناگاہ دیکھا مین نے کہ
ایک شیر آیا اور اُسنے اُس بچہ گوسفند کو جسے بھیڑیے نے پکڑا تھا چھینا اور اُسے گلہ گوسفند مین میرے داخل کیا اور مجھے
پکار کر کہا کہ اے ابوذر اپنے دل کو نماز کے ساتھ رکھ کہ خدا نے مجھے تیرے گوسفندون پر موکل فرمایا ہی جب مین نماز پڑھ چکا تو پیغمبر

حکایت سفینہ غلام آنحضرت کی ڈوبنے سے بچنے مین

کہا کہ محمدؐ کی خدمت مین جا اور عرض کر کہ حق تعالی نے تیرے صاحب کو اور تیری شریعت کے حفظ کرنے والے کو زمین کی
اور شیر کو اسکے گوسفندون پر موکل فرمایا پس اس بات کے سُننے سے جو صحبت مین بیٹھے تھے اُنھون نے بہت تعجب کیا
اور اسی کے قریب ہی وہ قصہ جو راوندی وغیرہ نے محدثان خاصہ و عامہ سے روایت کی ہی کہ سفینہ غلام آزاد کردہ پیغمبر خدا
کہتا ہی کہ ایکبار حضرت نے مجھے کسی لڑائی پر بھیجا تھا مین کشتی پر سوار ہو کر روانہ ہوا راہ مین کشتی ٹوٹی اور جتنے ہمراہی تھے اور
جو کچھ اسباب تھا وہ سب غرق ہوئے اور مین ایک تختہ پر بند ہو کر رہ گیا اور موج نے مجھے ایک پہاڑ پر جو دریا کے بیچ مین تھا
پہونچایا اور جب پہاڑ کے اوپر پہونچ چکا تو ایک دوسری موج آئی کہ وہ پہاڑ سے دریا مین لے آئی اور پھر دریا سے پہاڑ پر
لیگئی اور اسی طرح مکرر اُسنے میرے ساتھ کیا اور آخر کو مجھے دریا کے کنارے پہونچایا اُسوقت مین نے خدا کا شکر ادا کیا اور
دریا کے کنارے حیران پھرتا تھا ناگاہ دیکھا مین نے ایک شیر جنگل سے نکل کر میری طرف متوجہ ہوا اور میرے مارنکا
اُسنے ارادہ کیا اُسوقت مین نے جان سے ہاتھ دھو کر آسمان کی طرف ہاتھون کو بلند کیا اور کہا کہ خداوندا مین تیرا بندہ
اور تیرے پیغمبر کا آزاد کردہ ہون مجھے پانی مین ڈوبنے سے تو نے نجات دی آیا شیر کو مجھپر مسلط کرتا ہی اُسوقت میرے
دل مین خود بخود یہ آیا کہ اُس شیر سے کہا کہ ای شیر مین سفینہ غلام ہون رسول خدا کا میرے آقا کی حرمت کو اُسکے غلام کے حق مین
محفوظ رکھ سفینہ کہتا ہی کہ واللہ جسوقت مین نے کہا فوراً وہ جھک گیا اور بلی کی طرح میرے پاس آیا اور اپنے منھ کو کبھی
میرے پاے راست پر اور کبھی پاے چپ پر ملتا تھا اور میرے منھ کو دیکھتا تھا بعد اسکے زمین پر لیٹ گیا اور مجھسے اشارہ کیا
کہ سوار ہو جب مین سوار ہوا تو بہت جلد ایک جزیرے مین مجھے پہونچایا کہ وہان درخت اور میوے بہت تھے اور شیرین
پانی جا بجا تھا بعد اسکے مجھسے اشارہ کیا مین اُسکی پیٹھ پر سے اُترا اور میرے برابر وہ کھڑا رہا یہان تک کہ مین نے میٹھا پانی
پیا اور میوے توڑ کر اُٹھا لیے اور درختون سے پتے لیے اور اُس سے اپنے بدن کو اور عورتین کو چھپایا اور جو کپڑے میرے پاس تھے
اُنھین پانی مین ڈبو لیا کہ آئندہ جب پیاسا ہونگا تو اُنھین نچوڑ کر پی لونگا جب ان کامون سے مجھے فراغت ملی تو پھر وہ شیر
لیٹ گیا اور سوار ہونے کو مجھسے اشارہ کیا اور مین اُسپر سوار ہوا جب مین سوار ہو چکا تو مجھے ایک اور راہ سے دریا کے کنارے
پہونچایا دیکھا مین نے کہ دریا کے بیچ مین جہاز جاتا ہی بعد اسکے مین نے اپنے کپڑے کو ہلایا کہ اُن جہاز والون نے دیکھا اور
جب وہ میرے قریب آئے اور مجھے شیر پر سوار دیکھا تو بہت متعجب ہوئے اور حق تعالی کی تسبیح و تہلیل کرنے لگے اور کہنے لگے
کہ تو کون ہی جن ہی یا انسان ہی مین نے کہا کہ مین سفینہ غلام ہون پیغمبر خدا کا اور یہ شیر برعایت حق میرے آقا کے جسے خدا نے
ملقب بشیر و نذیر کے ساتھ فرمایا ہی میرا مطیع و مسخر ہوا ہی جب نام مبارک حضرت کا سنا تو جہاز کا بادبان اُتارا اور لنگر ڈالا
اور دو شخصون کو چھوٹی کشتی پر سوار کر کے میرے پاس بھیجا اور کپڑے میرے پہننے کے واسطے بھیجے اُسوقت مین شیر پر سے اُترا
اور وہ ایک کنارے پر کھڑا ہوا مجھے دیکھتا تھا کہ مین کیا کرتا ہون پھر اُن کشتی والون نے کپڑے میرے پاس رکھے اور مین نے
اُنھین پہنا اور ایک نے اُنمین سے کہا کہ آؤ میرے کاندھے پر سوار ہو تا کہ تمھین کشتی تک پہونچا دین نہین چاہیے کہ شیر پیغمبر خدا کی

اُمت سے زیادہ اُنکے حق کی رعایت کرے اُسوقت مین شیر کے پاس گیا اور کہا مین نے کہ خدا تجھے رسول خدا کی طرف سے
اسکا عوض اور جزا دے جب یہ مین نے کہا تو واللہ دیکھا مین نے کہ اسکی آنکھون سے آنسو جاری ہوے اور وہ اپنی جگہ سے
نہین ہٹا جب تک کہ مین جہاز پر سوار نہین ہولیا اور وہ برابر مجھے دیکھے جاتا تھا جب تک کہ جہاز سامنے رہا اور دوسری
روایت سے منقول ہی کہ حضرت نے سفینہ کو نامہ دیا کہ اسے یمن مین لیجا کر معاذ کو دینا اثنا ے راہ مین اُنھون نے شیر کو
دیکھا کہ راستے پر بیٹھا ہی یہ ڈرے اور کہا کہ مین پیغمبر خدا کی طرف سے پیغامبر ہون معاذ کی طرف حضرت نے بھیجا ہی اور
یہ نامہ ہی آنحضرت کا یہ سنکر بقدر ایک پرتاب تیر کے وہ شیر منہ کے سامنے سے دوڑا اور بعد اسکے ایک آواز کی اور راہ سے دور
ہوگیا یہان تک کہ سفینہ نکل گیا اور جب پھر کر معاذ پاس سے آنے لگا تو پھر اُس شیر نے اسی طرح کیا جب سفینہ نے حضرت کی
خدمت مین حاضر ہو کر یہ شیر کا قصہ نقل کیا تو حضرت نے فرمایا کہ جب پہلے آواز شیر نے تیرے جانے کے وقت پر کی تھی تو وہ
پوچھتا تھا اُسنے کہ رسول خدا کیسے ہین اور جو پھرنے کے وقت آواز دی تھی وہ کہتا تھا کہ رسول خدا کو میرا اسلام کہدینا فقط
اور اسی قبیل سے ہی جو حضرت نے مریضان مایوس العلاج کو شفا دی ہی اور پوشیدہ باتون کو بیان فرمایا ہی جیسا کہ جناب
امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہی کہ جب حضرت مکہ معظمہ مین تھے تو قریش نے آنحضرت سے عرض کیا کہ اے محمد ہمارا
پروردگار جو بت موسوم بہ ہبل ہی بیمارون کو صحت دیتا ہی اور ہمین ہلاک سے بچاتا ہی حضرت نے فرمایا کہ جھوٹ کہتے ہو
وہ کسی بات پر قادر نہین ہی مدبر امور حق تعالیٰ ہی انھون نے کہا کہ اے محمد ہم ڈرتے ہین کہ ہبل ہمکو بڑی بڑی بیماریون مین مثل فالج
ولقوہ وکوری وغیرہ کے نہ مبتلا کرے بسبب اسکے کہ تم اسکی پرستش کو منع کرتے ہو حضرت نے فرمایا کہ یہ جو تم کہتے ہو سوا خدا کے
کوئی قادر نہین ہی اُسوقت وہ کہنے لگے کہ اے محمد اگر تم سچ کہتے ہو کہ تمھارے خدا کے سوا کوئی ان امرون پر قادر نہین ہی تو کہو کہ وہ
خدا ان بلاؤن مین مبتلا کرے تا کہ ہم اپنے ہبل سے سوال کرین کہ وہ ہمکو شفا دے اور تم جانو کہ ہبل تمھارے پروردگار کا شریک ہی
اُسوقت جبرئیل نازل ہوے اور کہا کہ اے محمد بعضون پر تم نفرین کرو اور بعضون پر علی ابن ابیطالب نفرین کرین کہ مین انھین
مبتلا کرون بعد اسکے بیس شخصون پر پیغمبر خدا نے اور دس نفر پر حضرت علی مرتضیٰ نے نفرین کی کہ اُسی وقت وہ مبتلی ہوے
خورہ اور پیسی اور کوری اور فالج اور لقوہ مین اور ہاتھ پاؤن اُنکے گر گئے اور اُنکے بدن مین کوئی عضو صحیح نہ رہا مگر زبان
اور کان اُنکے اسکے بعد وہ انھین اٹھا کر ہبل پاس لیگئے اور دعا کی کہ انھین شفا دے اور کہا کہ محمد و علی نے انپر نفرین کی ہی اور
ایسے ہوگئے ہین پس تو انھین شفا دے اُسوقت قدرت خدا سے ہبل نے انھین ندا دی کہ اے دشمنان خدا مین کسی چیز پر قادر نہین ہون
اور قسم کھاتا ہون اُس خداوند کی کہ جسنے محمد کو اپنی خلق پر بھیجا ہی اور اُسے سب پیغمبرون سے بہتر گردانا ہی کہ اگر وہ مجھپر نفرین کرے کہ
سب اعضا و اجزا میرے گرجائین اور میرے اجزا کو ہوا اطراف عالم مین اڑا کر ایسا پراگندہ کرے کہ کہین میرا اثر نہ باقی رہ جاے
اور سب سے بڑے جو میرے اجزا ہین وہ سو حصے سے ایک حصہ چھوٹا ہو جاے تو یقینی اسی طرح ہوگا جب یہ بات ہبل سے
اُنھون نے سنی تو اُس سے نا امید ہوے اور حضرت کی طرف دوڑے اور فریاد کرنے لگے اور کہنے لگے کہ اے محمد اب اُمید ہماری

غیر سے قطع ہوئی پس ہماری فریاد کو پہونچ اور اپنے خدا سے کہو کہ ہمارے اصحاب کو اس بلا سے نجات دے اور ہم عہد کرتے ہین کہ پھر تمھین اذیت نہ پہونچا ئینگے بعد اسکے اُن تین شخصون کو جنھین پیغمبر خدا نے نفرین کی تھی لائے حضرت کے پاس اور جن دس شخصون کو جناب امیر نے نفرین کی تھی اُنھین انکی خدمت مین لائے دونون بزرگوارون نے اُنسے کہا کہ اپنی انکھون کو پوشیدہ کرو اور کہو کہ خداوندا بجاہ محمدؐ اور آل طیبین اُنکے ہم تجھے قسم دیتے ہین کہ ہمین صحت دے جب انھون نے کہا سب صحیح و تندرست ہو گئے اور وہ تیسون آدمی ساتھ اپنے بعض عزیزون کے ایمان لائے اور باقی قریش اپنی شقاوت پر باقی رہے بعد اسکے حضرت نے اُنسے جو ایمان لائے تھے فرمایا کہ چاہتے ہو کہ تمھاری بینائی کو زیادہ کردون انھون نے عرض کیا کہ ہان فرمایا کہ خبر دون تمھین کہ تمنے کیا کھایا ہی اور کیا دوا کی ہی اور کیا ذخیرہ کیا پھر اُنھین خبر دی اُس چیز سے کہ جو اُس روز انھون نے کھایا تھا اور دوا کی تھی اور گھر مین اپنے جمع کیا تھا بعد اسکے فرمایا کہ اے ملائکہ پروردگار کے میرے پاس انکے طعام ہاے باقی ماندہ کو انھین دسترخوانون مین کہ جنپر انھون نے آج کھایا ہی حاضر کرو پس دیکھا انھون نے کہ ہوا پر سے انکے دسترخوان اور خوان ہاے طعام اُترتے ہین بعد اسکے ہر ایک کے دسترخوان کو حضرت نے بتایا کہ یہ کسکا ہی اور یہ کسکا ہی اور پھر فرمایا اے کھانے مجھے بتا بحکم خدا کہ اسقدر تجھسے کھایا ہی اور کسقدر باقی ہی پس طعام باتین کرنے لگا اور عرض کرنے لگا کہ مجھسے اُس شخص نے اتنا کھایا اور اسکے غلام نے اتنا کھایا اور مین اسکا باقی ماندہ ہون بعد اسکے حضرت نے فرمایا کہ اے کھانون بتاؤ کہ مین کون ہون اُن کھانون نے عرض کیا کہ آپ پیغمبر خدا ہین بعد اسکے علی ابن ابیطالب کی طرف اشارہ فرماکر کہا کہ یہ کون ہی سب نے عرض کیا کہ یہ آپ کے بھائی ہین کہ بعد آپکے سب گذرے ہوون اور سب آنے والون سے دنیا کے بہتر ہین اور آپ کے وزیر و خلیفہ ہین او بہترین خلیفہ ہین بعد اسکے راوی نے جناب امام حسن عسکریؑ علیہ السلام کی خدمت مین عرض کیا کہ آیا حضرت رسول اور علی ابن ابیطالب کے اور بھی معجزے ہین کہ حضرت موسیؑ کے معجزات سے مشابہ ہون جناب امام حسن عسکریؑ نے فرمایا کہ علی ابن ابیطالب بمنزلہ جان پیغمبر خدا کے ہین اور معجزات علی معجزات پیغمبر خدا کے ہین اور معجزات پیغمبر خدا کے معجزات علی ابن ابیطالب کے ہین اور ہر پیغمبر کے معجزے کو خدا نے پیغمبر آخر الزمان کو عطا فرمایا تھا اور اس سے زیادہ کتاب احتجاج طبرسی مین منقول ہی کہ ایک یہودی نے حضرت امیر علیہ السلام سے کہا کہ خدا نے حضرت موسیؑ کو ایسا عصا دیا تھا کہ وقت اظہار معجزہ اژدہا ہو جاتا تھا حضرت نے فرمایا کہ ہمارے پیغمبر کو حق تعالیٰ نے اُس سے افضل کرامت فرمایا تھا بدرستیکہ ایک شخص کا قرض ابوجہل بن ہشام پر آتا تھا کہ اُسنے اُسکے ہاتھ ایک اونٹ بیچا تھا اور وہ قیمت اُسکی اُسے نہ دیتا تھا بسبب اپنے زور و تکبر کے اور مشغول ہونے اسکے لذتہاے نفسانی مین شغل شراب و کباب کے ہرچند صاحب قیمت تقاضا و طلب کرتا تھا لیکن کچھ اس سے فائدہ نہوتا تھا ایک شخص نے کفار مین سے اُس سے کہا کہ اگر تو چاہے تو مین ایسے شخص کو بتا دون جو زبردستون سے حقوق کو حق دارون کے دلاتا ہی طلبگار نے بسبب اپنے اضطرار کے قبول کیا اور پوچھا اُس ملعون نے نیت فاسد سے اُسنے حضرت کا نام بتا دیا اسلیے کہ ابوجہل

معجزہ و فضل رسول اللہ کا حضرت سلیمان و ذوالقرنین پر

آرزو کرتا تھا کہ کاش پیغمبر خدا کسی وقت میرے پاس آئیں تاکہ پناہ بخدا اُنسے ٹھٹھا اور مسخرہ پن کروں و حاجتمند کی مانند کون
وہ شخص یہ سنکر دوڑا اور حضرت کی خدمت میں پہونچ کر عرض کی کہ میں نے سنا ہے کہ آپ عمر بن ہشام کے ساتھ بہت راہ
و رسم رکھتے ہیں میں آپ کو شفیع کرتا ہوں کہ اُس سے میرا زر قیمت دلا دیجیے یہ سنکر جب طلب شفاعت اُسنے کی تو وہ
شفیع روز جزا اپنے حسن خلق سے اُٹھ کھڑے ہوے اور اُسکے ساتھ عمر بن ہشام کے یہاں تشریف لاے اور فرمایا کہ اے ابو الحکم
اس مرد کے حق کو ادا کر اور اُسوقت تک کوئی کیفیت عمر بن ہشام کی نہ جانتا تھا پس بفور ارشاد حضرت کے ابوجہل اُٹھا
اپنی صحبت سے اور بے اسکے کہ کچھ عذر کرے اُسکے حق کو ادا کیا حضرت واپس پھر آئے جب ابوجہل پھر اپنی صحبت میں آیا تو
اہل صحبت نے اُس سے کہا کہ محمد سے ڈر گیا اُسنے کہا کہ وائے ہو تم پر میرا عذر تو سنو اور قبول کرو جب وہ حضرت آئے اور میری طرف
منہ کیا اُنکے پہلوے راست میں میں نے دیکھا کہ ایک جماعت چمکتے ہوے ہتھیار ہاتھوں میں لیئے اور پہلوے چپ میں
اُنکے دو اژدہے بڑے بڑے کہ اپنے دانتوں کو ایک دوسرے پر رگڑتے تھے اور تیز نظر مثل شعلۂ آتش تھے میرے دیکھنے میں
معلوم ہوتے تھے اگر اُسکے فرمانے کے موافق نہ کرتا تو مجھے امان نہ تھی کہ انھیں حربوں سے میرا پیٹ پھاڑ ڈالتے اور دونوں
اژدہے مجھے کاٹ لیتے فرمایا کہ یہ معجزہ معجزۂ ثعبان موسیٰ سے بالاتر ہے بعد اُسکے پھر ارشاد فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ نے
ایک دن قریش کی حماقت کا بیان فرمایا اور اُنکے دین کی مذمت کی اور اُنکے بتوں کو بُرا کہا اور انھیں گمراہی کی طرف منسوب کیا
پس وہ نہایت غمگین ہوے اور ابو جہل نے کہا کہ ایسی زندگی سے مرنا بہتر ہے اے جماعت قریش آیا تم میں ایک شخص بھی ایسا
نہیں ہے کہ محمد کو مار ڈالے اگرچہ اُسکے عوض میں مارا جاے اُنھوں نے کہا کہ نہیں ہو سکتا کہ ہم اُسے مار کر اپنے تئیں قتل کرائیں
ابو جہل نے کہا کہ میں اِس کام کو کرونگا مجھسے یہ ہوگا میں اُسے مارتا ہوں اولاد عبد المطلب اگر چاہے مجھے اُسکے عوض میں مارے
اور چاہے زندہ رہنے دے سب قریش نے کہا کہ اگر تو ایسا کرے تو سب اہل وادی پر تیرا احسان ہوگا اور ایسی نیک بات
تجھسے ظاہر ہوگی جو ہمیشہ سب یاد کرینگے ابو جہل نے کہا کہ جسوقت محمد مسجد میں آتے ہیں تو سجدے بہت کرتے ہیں پس اب
جسوقت کہ وہ آئیں اور مشغول سجدہ ہوں اُسوقت میں ایک بھاری پتھر اُنکے سر پر مارونگا جب وہ حضرت مسجد میں تشریف
لائے اور سات بار خانہ کعبہ کا طواف فرمایا مشغول نماز ہوے اور سجدہ کرنے میں طول دیا اُسوقت ابوجہل سنگدل نے ایک
پتھر سخت اور بڑا بھاری اُٹھا کر حضرت کے سرہانے آیا جب قریب پہونچا تو دیکھا کہ ایک بہت بڑا سانپ پیغمبر خدا کی طرف سے
منہ کھولے ہوے اُسکی طرف آتا ہے جب ابو جہل نے یہ دیکھا تو ڈرا اور لرزہ اُسکے بدن پر طاری ہوا اور پتھر ڈر کے مارے ہاتھ سے
اُسکے چھوٹ کر پاؤں پر اُسکے گرا کہ پاؤں اُسکا زخمی ہوا پس اپنی قوم کی طرف پھرا اِس حال سے کہ پاؤں سے لہو اور بدن سے
پسینا جاری تھا اور رنگ متغیر تھا اُسکے اصحاب نے پوچھا کہ ہمنے جو آج تیرا حال متغیر دیکھا ہے ایسا کبھی نہیں دیکھا تھا کیا
سبب ہے اُسنے کہا کہ وائے تم پر میرے عذر کو قبول کرو جب میں اُسکے پاس گیا ایک بڑا سانپ منہ کھولے ہوے میری طرف
دوڑا قریب تھا کہ مجھے نگل جاے پس میں نے ہاتھ سے پتھر گرا دیا پس میرا پاؤں زخمی ہو گیا پھر جناب امیرؑ نے فرمایا کہ اے یہودی

سانپ کا پیدا ہونا ابوجہل کے دفع کرنے کو

اگر تو اعتقاد رکھتا ہی کہ عیسیٰ نے مُردون سے باتین کین تو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کے واسطے اس سے زیادہ لائق تعجب کے
ہوا اور وہ یہ ہی کہ جب اہل طائف کا حضرت نے محاصرہ فرمایا تو ایک بکری کے گوشت کو جلد سے صاف کرکے زہر آلودہ کیا
اور پکاکر حضرت کی خدمت مین گذرانا پس اُسکے ہاتھ مین بقدرت خدا گویائی پیدا ہوئی اور عرض کیا اُسنے کہ یا رسول اللہ لا تأکلنی
فانی مسمومۃ یعنی مجھے ہرگز نہ نوش فرمائیگا کہ مین زہر آلودہ ہون پس اگر عیسیٰ کے ساتھ زندہ چارپایہ کلام کرتا تھا اور معجزہ تمہارے
عظیم سے تھا تو یہان چارپایہ نے ذبح او سلخ اور بریان ہونے کے بعد کلام کیا اور اسی مین منحصر نہ تھا بلکہ جب درخت کو
پکارتے تھے یا بلاتے تھے تو قبول کرتا تھا اور موافق ارشاد بجالاتا تھا اور چارپاے اور درندے آنحضرت سے باتین کرتے تھے
اور حضرت کی نبوت کی گواہی دیتے تھے اور انکی نافرمانی سے آدمیون کو ڈراتے تھے اور مُردے حضرت سے باتین کرتے تھے
اور کتاب احتجاج مین منقول ہی کہ جاثلیق نے جناب امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے مُردون کو
زندہ کیا اور اندھون کو روشنی چشم بخشی اور مبروص کو صحت دی تو ہمنے اعتقاد کیا کہ وہ خدا ہی اور پرستش کے قابل ہی جناب
امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ یسع نے بھی ایسا ہی کیا تھا کہ پانی پر راہ چلتے تھے اور مردون کو زندہ کرتے تھے اور نابینا و
مبروص کو اچھا کرتے تھے اور کسی نے انہین خدا نہین کہا اور حزقیل پیغمبر بھی مثل عیسیٰ کے مردون کو زندہ کرتے تھے یہان تک
کہ سی و پنج ہزار مُردون کو ساٹھ برس کے بعد انکے مرنے سے زندہ کیا اسی طرح اور نظائر ذکر فرماکر ارشاد کیا کہ اہل نصرانی آیا یہ قبل
عیسیٰ علیہ السلام کے تھے یا بعد انکے اُسنے کہا کہ نہین عیسیٰ سے پہلے تھے پھر فرمایا کہ بار ایک قریش پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی
خدمت مین مجتمع ہوے اور حضرت سے سوال کیا کہ انکے مُردون کو زندہ کرین پس علی ابن ابیطالب کو انکے ہمراہ کرکے صحرا کی طرف
روانہ کیا اور فرمایا کہ باواز بلند نام بنام اُس جماعت کو موافق انکے بتانے کے ندا فرماوین اور کہین کہ محمد پیغمبر خدا نے تم سے فرمایا ہی
کہ بحکم خدا اٹھ کھڑے ہو پس وہ سب حضرت کے پکارنے کے ساتھ ہی اٹھ کھڑے ہوے اسطرح سے کہ سر سے اپنے خاک
جھاڑتے تھے پس قریش انکے پاس گئے اور اپنے امور سے پوچھا بعد اسکے انہین مُردون نے قریش کو خبر دی کہ محمد صلی اللہ علیہ
وآلہ نبی برحق ہین اور ہمارے مبعوث ہوے ہین اور ہم آرزو رکھتے تھے کہ انکے زمانے کو پاوین اور انکے ساتھ ایمان لاوین اسی طرح معجزات
اور خوارق عادات جو حضرت سے صادر ہوے اور مشہور ہین بہت ہین اور اگرچہ کہ جزئیات کی نقل بذریعہ اخبار احاد ہی لیکن
ہر صنف کے معجزے مین اصناف مذکورہ سے بہت روایات جو متواتر المعنی ہین موجود ہین اور اسی قدر ہمارے مطلب کو
کافی ہی اور اسی لیے جناب محقق علیہ الرحمہ نے تجرید مین کیا خوب فرمایا ہی کہ محصل اسکا یہ ہی کہ معجزہ قرآن وغیرہ کا ہمارے
پیغمبر خدا کے ہاتھ پر ظاہر ہونا مقارن حضرت کی دعوت کے اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ بیشک حضرت نبی تھے اور عجز انکا
معارضہ کو طلب فرمانا اور منکرین و جاحدین کا اسکے لانے سے ممتنع ہونا باوجود اسکے کہ بہت سے اسباب و دواعی ایسے تھے
کہ حضرت کا جواب معارضہ وہ لوگ دیتے دلالت اعجاز پر کرتا ہی اور جو معجزات کہ اور حضرت سے منقول ہین اور وہ نقل
متواتر المعنی ہی یہ اس اعجاز کی تعضید اور تقویت کرتی ہی تنبیہ فصل ہشتم ذکر مین اُن بشارتون کے اور پاکیزہ بشارتون کے

کہ جو حضرت کے پیدا ہونے کے پہلے آسمانی کتابون مین بطور غیب گوئی کے وارد ہوئی ہین اور وہ دلیل صدق نبوت کی اور علامت صحت بعثت کی آنحضرت کے ہی اور اہل کتاب پر بسبب اُسکے حق تعالیٰ کی حجت تمام ہوئی ہی اور عمدہ ادلہ ثبوت نبوت پر معجزات ہین جنکا بیان ہو چکا اور واقع مین اُسی دلیل سے ہر نبی کو خدا نے اُنکے زمانے مین بھجوایا اور اُنکے معاصرین نے اور وہ جنپر مبعوث ہوے تھے سب نے مقارن دعوی نبوت کے جب اظہار معجزہ کا دیکھا تو تصدیق نبوت کی کی جیسا کہ صدر اسلام والون نے بھی نبی آخر الزمان کی اِسی طرح تصدیق کی دوسری بشارت نبی سابق کی نبی لاحق ہونے کے لیے اور اِس طریقے کو اپنی احتجاج مین انبیا کی نبوت کے اثبات مین اہل کتاب بھی کام مین لاتے ہین اِسی طرح چاہیے کہ اِس حجت کو ہمارے نبی کی بھی نبوت کے لیے قبول کرین اور اگرچہ کتاب اجوبہ فاخرہ مین اُسکے مصنف نے پچاس بشارت صحف جدیدہ اور قدیمہ سے جو بحکم دولت انگلشیہ ترجمہ ہوئی ہین استخراج کی ہی اور اُس سے تطبیق بکمال شرح و بسط تمام نقل کیا ہی لیکن مین اُن بارہ بشارتون کو جنھین جناب سید سند نے حدیقہ سلطانیہ مین موافق عدد نقبائے بنی اسرائیل اور ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کے تبرکًا لکھا ہی لکھتا ہون اور اُسکے بعد چند بشارتین اور بھی لکھونگا انشاء اللہ بشارت پہلی جان تو کہ کتاب احتجاج طبرسی مین منقول ہی کہ ایک دن مامون رشید نے ایک مجلس مین علمائے اہل کتاب اور اہل مقالات باطلہ کو فرقہ ہائے ضالہ سے جمع کیا اور اُنسے کہا کہ جناب امام رضا علیہ التحیۃ والثنا سے مناظرہ کرین اور جب سب جمع ہو چکے تو حضرت کو طلب کیا اور حسن بن محمد نوفلی کہ حضرت کے اصحاب سے تھے اِنھون نے حضرت کے تشریف لیجانے مین تامل کر کے خیرخواہی سے عرض کیا کہ مامون رشید کا ارادہ اور نیت اِس مجمع کے جمع کرنے مین فاسد ہی اور جتنے جمع ہین کوئی اِن مین سے دیندار نہین ہی اور دلیل عقلی و نقلی سے انکار کرتے ہین نہ کتاب خدا کو قبول کرتے ہین نہ اُصول اعتقاد کو بلکہ ایسے مغالطات کو پیش کرتے ہین کہ اتمام حجت اُنپر دشوار ہی پس اُنکے مباحثہ سے حذر فرمانا لازم ہی یہ سنکر حضرت متبسم ہوے اور فرمایا کہ آیا تو یہ ڈرتا ہی کہ مجھے ملزم کر دینگے نوفلی نے عرض کیا کہ نہ قسم خدا کی کبھی ایسا خوف آپ کی نسبت نہین کیا لیکن اُنکے حال سے اطلاع مین نے کی تھی اور مجھے خدا سے یہ اُمید ہی کہ آپ مظفر و منصور ہونگے انشاء اللہ تعالیٰ پھر حضرت نے فرمایا کہ آیا یہ جانتا ہی تو کہ مامون اپنے کیے پر کب نادم و پشیمان ہوگا اُنھون نے عرض کیا کہ مین نہین جانتا فرمایا اُسوقت نادم ہوگا کہ جب مین اہل توریت پر اُنکی توریت سے اور اہل انجیل پر اُنکی انجیل سے اور اہل زبور پر اُنکی زبور سے اور ہر قوم پر اُنکی زبان سے حجت لاؤنگا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اور اگرچہ یہ روایت طولانی بہت ہی لیکن بقدر حاجت اُسے نقل کیا گیا اور اورون کے کلام پر مقدم رکھی گئی اِسلیے کہ معدن علوم لدنیہ اور عارف اسرار ربانیہ سے صادر ہوا ہی پس جان تو کہ آنحضرت نے مناظرہ اصحاب مقالات مین جاثلیق سے خطاب فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے نصرانی تمہارا علم کتاب اشعیا پیغمبر کے ساتھ کیسا ہی جاثلیق نے کہا کہ اُسے حرف بحرف پہچانتا ہون فرمایا کہ آیا پہچانتا ہی تو کہ اُسنے کہا کہ اے قوم مین نے دیکھا ہی صورت کو سوار دراز گوش کی جو نور کی چادر پہنے ہی اور دیکھا مین نے اونٹ کے سوار کو

بشارت اول

جسکی روشنی چاند کی روشنی کی طرح ہی اور پہلا اشارہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اور دوسری بشارت ہی ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کے وجود کی یہ سنکر اُس صاحب کتاب نے اعتراف کیا کہ ہان یہ بشارت کتاب شعیا مین موجود ہی اور اب تک باوصف اسکے کہ اُن کتابون مین بہت کچھ تحریفات واقع ہوے لیکن تصدیق اس بشارت کی اُن ترجمون مین جو حضرات اہل کتاب پاس ہین نکل آتی ہی چنانچہ کتاب شعیا کے اکیسوین باب مین مذکور ہی کہ دیکھا مین نے آتے ہوے ایک دراز گوش کا سوار اور دوسرا اونٹ کا سوار اب اِس عبارت مین یقینی بشارت واضحہ بہ نسبت وجود فائض الجود حضرت عیسیٰ اور جناب سید المرسلین کے ہی کیونکہ اونٹ کی سواری عرب مین شائع اور مرسوم بہت تھی واضح رہے کہ یہ ترجمہ موافق نقل جناب سید سند لکھا ہی لیکن انشاءاللہ بعد اسکے اس بشارت کو مین اُردو ترجمۂ توریت سے اور اصل عبرانی سے بھی لکھونگا اور بھی احتجاج مین مروی ہی کہ آنحضرت نے عالم یہودی کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ ای یہودی آیا تو توریت مین پاتا ہی خبر محمد اور امت محمد کی کہ جسوقت اشخاص امت اخیر جو تابعین اونٹ کے سوار کے ہین پیدا ہونگے تو خدا کی تسبیح کرینگے بہت بہت تازہ تسبیحین اور تازہ عبادت خانون مین پس چاہیے کہ رجوع کرین بنی اسرئیل اور بادشاہان بنی اسرائیل اُنکی طرف تا کہ دل اُنکے مطمئن ہون بدرستیکہ ہاتھون مین اُنکے تلوارین ہونگی کہ انتقام کرینگے اُن سے روے زمین کے کفارون سے اُس عالم قوم یہود نے عرض کیا کہ سچ ہی اور اب بھی ترجمہ عربی کتاب شعیا مین جسکا ذکر اوپر ہو چکا آخر کلام مین اُس کتاب کے اسطرح مذکور ہی وَاَقْبَلَ الرَّاکِبُ مِنَ الْاِثْنَیْنِ وَاَجَابَ فَقَالَ سَقَطَتْ بَابِلُ الْعُظْمیٰ وَکُلُّ اَصْنَامِهَا وَمَصْنُوْعَاتِ الاَیْدِی الَّتِیْ بِهَا انْسَحَقَتْ اِلَی الْاَرْضِ یعنی حضرت شعیا نے فرمایا کہ ایسا دیکھتا ہون کہ اُن دونون سوارون سے ایک کہتا ہی کہ بابل عظمیٰ اور اُسکے بت گرے اور جو کچھ کہ ہاتھون سے بنائے جاتے ہین از قبیل بتون کے اور صورتون کے کہ لوگ اُنھین تراش کر رکھتے ہین وہ ریزہ ریزہ ہو کر گر گئے اور خاک سیاہ کے برابر ہو گئے اور یہ خوب معلوم ہی کہ بت شکنی اور جہاد و قتال مشرکین کے ساتھ دین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ سے مخصوص ہی کہ بقوت ید الٰہی ظاہر و جلوہ گر ہوے اور اس سے زیادہ روشن اور ظاہر کونسی بشارت ہوگی دوسری بشارت وہ ہی جو روایت احتجاج مین مسطور ہی اور جناب سید سند نے حدیقہ مین نقل فرمایا ہی خلاصہ اُسکا یہ ہی کہ جسوقت عالم یہود نے کہا کہ کیونکر نبوت محمد کی ثابت ہوئی اُسوقت جناب امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ گواہی دی ہی نبوت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کی موسیٰ بن عمران نے ای یہودی نہین جانتا تو کہ وصیت کی موسیٰ نے بنی اسرئیل کو پس فرمایا اُنکے لیے سَیَاْتِیْکُمْ نَبِیٌّ مِنْ اِخْوَانِکُمْ فَبِهٖ فَصَدِّقُوْا وَمِنْهُ فَاسْمَعُوْا یہ فرما کر فرمایا کہ آیا بنی اسرئیل کے لیے کوئی بھائی بنی اسمٰعیل کے سوا اور بھی ہی اُس عالم نے کہا کہ ہان یہ قول موسیٰ کا ہی اور موید ہی اس سے جو اُسی فصل مین مذکور ہی اور وہ یہ ہی اَلنُّبُوَّةُ فِی الْعَرَبِ فِیْ بَنِیْ قَیْدَارَ انتہیٰ اور شاید یہ کلام عالم یہود کا ہی کہ اُسنے تائید کلام امام علیہ السلام مین کہا ہو اور یہ کلام اثبات نبوت جناب محمد بن عبداللہ صلوٰۃ اللہ علیہ مین ظاہر ہی کیونکہ قیدار حضرت کے اجداد مین سے ہین اور نسب شریف آنحضرت کا بنابر بعض روایات کے جیسا کہ مذکور ہو بھی چکا ہی اسطرح ہی کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوے بن غالب بن فہر

دوسری بشارت

بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اد بن الیسع بن الہمیسع بن سلامان
بن جمیل بن قیدار بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن تارخ اور گیارھوین فصل مین کتاب سفر الخلیقہ کے بھی مذکور ہی کہ ابراہیم تارخ کے بیٹے تھے
چنانچہ بعینہ عبارت اسکی یہ ہی وعاش تارخ سبعین سنۃ واولد ابرام وناحور وھاران وھذا شرح اولاد تارخ
وھاران اولد لوطا الخ اور یہ تحقیق بھی امامیہ کے قول کی زیادہ موید ہی کیونکہ وہ آذر کو ابراہیم علیہ السلام کا چچا جانتے ہین اور
کہتے ہین کہ بسبب حق تربیت کے ابراہیم انھین باپ کہتے تھے اور حقیقت مین باپ آنحضرت کے تارخ تھے فتدبر ولا
تغفل عنہ بشارت تیسری پہلے سفر مین توریت کے جو سفر خلیقہ کے ساتھ موسوم ہی اور اسکا ترجمہ عربی جامس بادشاہ
دولت برطانیہ کے حکم سے سنہ گیارہ سو ساٹھ ہجری مین چھپا ہی مذکور ہی وقد سمعت قولک فی اسمٰعیل وھا انا مبارکہ
وکثیرہ وانمیہ جدا جدا ویولد اثنا عشر شریفا واجعل منہ امۃ عظیمۃ اور رسالہ جواد ساباطی مین جسکا نام معروف
ناسا نائیل ہی بجائے لفظ شریفا کے یولد اثنا عشر ملیکا ہی یعنی بدرستیکہ سنا مین نے تیرے قول کو اسمٰعیل کے بارے مین اور
مین اسے مبارک کرونگا اور بارور کرونگا اور اسکے نسل کی زیادتی دونگا بہت اور بارہ بادشاہ بزرگ اسکی اولاد
پیدا کرونگا اور بڑی امت اس سے پیدا کرونگا فقط اور یہ عبارت واقع مین بشارت ہی ساتھ وجود ذی جود ائمہ
اثنا عشر علیہم السلام کے جو خلفا اور جانشینان حقیقی پیغمبر خدا کے ہین کیونکہ بارہ بادشاہ اور خلیفہ نسل سے حضرت اسمٰعیل کے
سوا ائمہ اثنا عشر صلوات اللہ علیہم کے نہین ہین اور یہ مستلزم نبوت سید الانبیا کی حقیت کے بھی ہی جیسا کہ ظاہر ہی اور
ایسی بات ہی کہ ناسا نائیل ساباطی نے بھی کہ علماے حضرات اہلسنت سے ہین اور پہلے ظاہرین نصرانی مذہب ہوکر
کتب نصاری کو خوب دیکھا اور جب مطلع ہو چکے تو پھر اسلام کی طرف رجوع کی اور براہین ساباطیہ کو لکھا ہی اس بات کا
اقرار واعتراف کیا ہی بشارت چوتھی انجیل یوحنا کی چوتھی فصل مین جہان قصہ ایک عورت کے کلام کرنے کا حضرت
عیسیٰ کے ساتھ لکھا ہی یہ مین مرقوم ہی قالت لہ المرأۃ یا سیدی انی اری انک نبی اباؤنا سجدوا فی ھذا الجبل وانتم
تقولون ان المکان الذی ینبغی ان یسجد فیہ ھو باورشلیم قال لھا یسوع ایتھا المرأۃ صدقینی انہ سیاتی ساعۃ لا فی ھذا
الجبل ولا فی اورشلیم تسجدون للاب یعنی عورت نے حضرت عیسیٰ سے عرض کیا کہ ای میرے آقا مین یہ سمجھتی ہون کہ آپ پیغمبر ہین
باپ ہمارے اس پہاڑ مین سجدہ کرتے تھے اور تم کہتے ہو کہ اورشلیم مین جو مقام کا نام ہی سجدہ کیا جاے حضرت عیسیٰ نے
اس سے فرمایا کہ ای عورت میرے کلام کو یقین کر کہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہی کہ نہ اس پہاڑ مین نہ اورشلیم مین سجدہ خدا کے
واسطے کیا جائیگا اور فارسی ترجمہ مین انجیل کے لکھا ہی کہ نہ درین کوہ و نہ در اورشلیم پدر را خواہند پرستید اور واقع مین اشارت ہی
تحویل قبلہ کی بیت المقدس سے طرف کعبہ معظمہ کے اور اسکی دلالت صریح نبوت جناب محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ پر خوبی
واضح ہی بشارت پانچوین انجیل یوحنا کی پانچوین فصل مین بیان شہادت مین حقیت عیسیٰ کے لکھا ہی لکن الذی یشھد
لی اخر وانا اعلم ان شہادتہ التی شہد بہا لاجلی حق ہی اور اسکا ترجمہ فارسی جو ہوا ہی وہ بھی معنی اسکے اسطرح لکھے ہین یعنی دیگرے ہست

بشارت تیسری

بشارت چوتھی

بشارت پانچوین

کہ در حق من شہادت میدہد و میدانم کہ آن شہادت کہ در حق من میدہد درست است و در اشارہ بطرف اس گواہی کے جو جناب پیغمبر خدا احمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ نے حضرت عیسی کی نبوت کی دی جیسا کہ قرآن شریف میں بہ دلالت مقامات کثیرہ میں ہے اُسی سے ہے قول حق تعالی کا قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَا اُوْتِيَ مُوْسٰی وَعِيْسٰی وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ اور امثال اسکی بہت سی آیات قرآن میں ہیں

چھٹی بشارت تیسرے باب میں متی کی انجیل میں جو متضمن ہے کلمات حضرت یحیی پر ساتوین صفحہ کے گیارہوین فقرہ میں کہ جسکا محصل یہ ہے کہ میں تمہیں تو بکرے کو پانی مجھے سل دیتا ہوں لیکن جو کہ میرے بعد آنے والا ہے وہ مجھ سے زیادہ قوی ہے کہ میں اسکے نعلین کے اٹھانے کے بھی لائق نہیں ہون وہ تمکو روح القدس اور آگ سے غسل دے گا اور انجیل لوقا کے صفحہ چھپا سنہ سولھوین فقرے میں ہے کہ یحیی نے پہلے سے ان سب کو کہا کہ میں تو تمہیں پانی سے اصطباغ دیتا ہون لیکن مجھ سے قوی تر آتا ہے کہ میں جسکے جوتون کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں وہ تمہیں روح القدس اور آگ سے اصطباغ دے گا اور حقیقت میں یہ اشارہ ہے طرف اس بات کے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ حدود و تعزیرات مثل احراق کے اور قتل کے اور سنگسار کرنے کے واسطے گناہوں کے مقابلہ پر مقرر فرماوینگے اور روح القدس یا اشارہ ہے طرف تائید جبرئیل کے اور تبلیغ وحی الہی کے یا اشارہ طرف تزکیہ نفس اور تطہیر روح اور تہذیب باطن کے اور قبول کرنے اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کہ انجیل جو ترجمہ اردو انجیل کا ولایت میں ۱۸۶۰ء میں چھاپا گیا ہمیں لوقا کی انجیل کے تیسرے باب میں پیشین گوئی یوحنا کی اسطرح مذکور ہے سولھوین یوحنا نے سبھون کو جواب دیا اور کہا میں تو پانی سے تمہیں بپتسمہ دیتا ہون پر ایک مجھ سے زور آور آتا ہے جسکی جوتیون کا تسمہ کھولنے کے لائق میں نہیں ہون وہ تمہیں روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا فقط اس بشارت کی تاویل مکلمین اہل اسلام جو واقعی ہے اور غور کرو ہوئی اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ یہ بشارت جناب رسالتمآب نبی عربی آخر الزمان کے حق میں منطبق ہوتی ہے نہ بحق عیسی ابن مریم کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ روح القدس سے یا تزکیہ نفس اور تطہیر روح اور تہذیب باطن مراد ہے یا تجلی بعبادات و آداب و سنن ظاہری شریعت ہوتا ہے اور یہ کام ہدایت باطن و ظاہر کا اگرچہ حضرت عیسی سے بھی ہوا لیکن آگ میں جلانے کی حد بمقابل گناہ کے آنحضرت نے جاری نہیں فرمائی اور کلام یوحنا میں صاف ظاہر ہے کہ انھون نے دونون امرون کو اپنے کلام میں جمع کیا ہے ایک یک انسے مراد نہیں لیا اور جامع ان دونون امرون کا سوا جناب محمد مصطفے صلی اللہ علیہ و آلہ کے اور دوسرا نہیں ہوا کہ آنحضرت نے اپنی ہدایت سے اور تعلیم قرآن سے اور اخلاق محمدی سے تزکیہ نفس اور تطہیر روح و تہذیب باطن بھی فرمائی اور ظاہر بھی سب کا جنھون نے اسلام اختیار کیا اور آنحضرت کے مذاہب کو قبول کیا بعبادات ظاہرہ و سنن و آداب شرعیہ درست و پاک کیا اور با جراے حدود شرعیہ الہیہ گنہگارون کو بھی آگ میں جلایا اور جس سے یہ دونون امر ظہور میں آئے اُسی کو مراد اس بشارت سے ہونا چاہیے نہ اُسکے غیر کو اور موید ہے اس سے وہ فقرہ جو انجیل شریف میں اسکے بعد ہے بارہوان فقرہ اُسکا سوپ اُسکے ہاتھ میں ہے اور وہ اپنے کھلیان کو خوب صاف کرے گا اور گیہون کو اپنی کھیتی میں جمع کرے گا پر

چھٹی بشارت